جلد دوم

ایامِ حرب

غزواۃ الرسول ﷺ ایک جامع مطالعہ



افتخار احمد افتخار



افتخاراحمدافتخار

رہائش؛ ڈنگہ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں

فون ؛ 03006281898

میل ایڈریس ؛ ift1167@gmail.com

نام کتاب؛ ایامِ حرب (غزواۃ الرسول ﷺ جلددوم)

سنہ تحریر؛ جنوری 2020ء

کمپوزر و ڈیزائنر؛ افتخاراحمدافتخار

اہتمام؛ کتاب وسنت ڈاٹ کام

مطالعہ کے لیے؛ https://kitabosunnat.com

ڈاؤنلوڈ کے لیے؛ (محدث لائبریری) https://kitabosunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

فلسطین کے اُس بچے کے نام جو اسرائیلی ٹینک کے سامنے اپنے ننھے سے ہاتھ میں چھوٹا سا پتھر تھامے ڈٹا ہوا ہے اور کشمیر کے اُس جوان کے نام جس کے چہرے اور سینے پر پیلٹ گن کے زخم ہیں مگر اس کے عزم میں کوئی کمی نہیں۔

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صفر 4 ہجری ،بمطابق۔۔۔اگست 625ء

غزوہ بنو نضیر

قوم بنی اسرائیل کی پوری تاریخ اُن کے سیاہ اعمال وافکار سے داغدار ہے۔وہ کبھی بھی اپنے خالق کی شکر گزار قوم نہ بن سکی۔حالانکہ اللہ رب العالمین نے جونشانیاں اس قوم کے لیے اتاریں اور جس قدر پیغمبر اس قوم کی طرف اتارے گئے وہ کبھی کسی قوم کا نصیب نہ بن سکے۔مگر یہ قوم ہمیشہ انحراف کی راہ پہ گامزن رہی،من وسلویٰ کی نعمت اتر رہی ہو یا دریائے نیل اُن کے لیے راستہ بنا دے انھوں نے کبھی شکر ادا نہ کیا،انھوں نے اپنے پیغمبروں کا انکار کیا،اُن پہ تشدد کیا،اُن کا خون بہایا،حتیٰ کہ وہ اپنے انبیاء کو قتل بھی کرتے رہے اور یہی قوم تھی جو صدیوں کے انکار سے راہ راست کی پہچان کھو چکی تھی اسی لیے تو وہ اس روشنی کو بھی نہ دیکھ سکے جسے عرب کے بدو بھی پہچان گئے۔بلکہ بیان کیا گیا کہ وہ جانتے ہیں آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے اور آخری رسول ہیں اُن کی کتابیں چیخ چیخ کر نبی اکرم ﷺ کی آمد اور صداقت کی گواہی دے رہی تھیں مگر اہل یہود ہیں کہ سوائے انکار کے انھیں کچھ یاد نہیں۔بنو نضیر جو شہر نبوی کے مکین تھے اور قوم بنی اسرائیل کی باقیات سے تھے اُن کا حق تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو پہچانتے اور اُن پہ ایمان لاتے۔تاریخ

اس بات کی شاہد ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو پہچان تو لیا تھا مگر ان کے انکار کی پرانی عادت اُن کے آڑے آئی اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا بھی انکار کیا اور اُس دعوت کو بھی رد کیا جو دراصل اُسی چشمہ ہدایت کا تسلسل تھا جس پہ اُن کا ایمان تھا۔

غزوہ بنونضیر کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ؛

سانحہ بئیر معونہ کے بعد جب طفیل بن عمرو نے حضرت امیہ بن ضمریؓ کو اپنی ماں کی ایک نذر کے نتیجے میں آزاد کر دیا اور وہ اُن کے ہاتھوں سے بچ کے نکل آئے تو راستے میں انھوں نے بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کے اس عمل کو پسند نہ کیا اور فرمایا میں اِن دو اشخاص کی دیت ضرور ادا کروں گا۔

میثاق مدینہ کے حوالے سے یہودی اس بات کے پابند تھے کہ وہ دیت کے اس مال میں اپنا حصہ ادا کریں۔ چنانچہ دیت کے اسی مسئلہ پہ بات چیت کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ بنونضیر کی بستی زہرہ کی طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ کئی دوسرے صحابہؓ بھی موجود تھے۔ یہودی بظاہر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اُن سے کہا آپ یہاں تشریف رکھیں ہم آپ کا مطالبہ ابھی پورا کیے دیتے ہیں اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیوار کے ساتھ لگی ایک چارپائی پہ بٹھا دیا۔

پھر انھوں نے آپس میں سرگوشی کی اور کہا؛

خدا کی قسم! پھر تمھیں اس سے بہتر موقع نہ ملے گا تم میں سے کوئی چھت پہ جائے اور وہاں پڑا چکی کا پاٹ رسول اللہ ﷺ پہ گرا دے جس سے ہمیں اِس مصیبت سے نجات مل جائے گی جس میں ہم مبتلا ہیں۔

سلام ابن مشکم جو اسی قبیلے کا ایک اہم آدمی تھا اُس نے حیٔ بن اخطب کا پلو پکڑ لیا اور کہا!

اپنی قوم کو مصیبت میں کیوں مبتلا کرتے ہو جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انھیں غیب سے خبریں ملتی ہیں اگر انھیں تمھاری اس خباثت کا علم ہو گیا تو ممکن ہے کل بنو قینقاع کی طرح ہمیں بھی براوقت دیکھنا پڑے اس لیے ہوش کے ناخن لو۔

مگر حیئ بن اخطب نے سلام بن مشکم کی بات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنی قوم کو پکارا اور کہا تم میں سے کون ہے جو اپنی قوم کی خاطر یہ کارنامہ انجام دے۔

ایک سیاہ باطن شخص جس کا نام مورخین نے عمرو ابن حجاش بیان کیا ہے اٹھا اور اُس نے کہا اپنی قوم کی خاطر یہ کام میں کروں گا اور وہ دوسری طرف سے چھت پہ چڑھنے کے لیے چل دیا۔

نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا ذمہ روز اول سے اللہ تعالیٰ نے خود اٹھا رکھا تھا اس لیے اُسی لمحے حضرت جبرائیل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہاں سے تشریف لے چلئے یہاں خطرہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کسی سے کچھ کہے بغیر وہاں سے اٹھے اور تیزی سے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کافی دیر تک وہاں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے پھر پریشان ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔

راستے میں انھیں ایک شخص ملا تو انھوں نے اس سے استفار کیا؟

کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو کہیں دیکھا ہے!

اُس نے کہا! ہاں میں نے آپ ﷺ کو شہر مدینہ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے یہ تینوں ساتھی فوراً مدینہ کی طرف لپکے کہ وہ پریشان تھے۔ وہ مسجد نبوی میں پہنچے اور نبی اکرم ﷺ سے پراسرار طور پہ وہاں سے چلے آنے کی وجہ پوچھی؟ نبی اکرم ﷺ نے واقعے کی تمام تفصیل اپنے صحابہ کے سامنے رکھی کہ بنو نضیر کے یہودیوں نے اس طرح میرے قتل کی کوشش کی اور حضرت جبرائیل کی اطلاع پہ میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ محمد بن مسلمہؓ کو پیش کیا جائے۔

محمد بن مسلمہؓ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا بنی نضیر کی طرف جاؤ اور اُن کو میرا یہ پیغام پہنچا دو۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ بنو نضیر کی بستی میں پہنچے اور اعلان کیا۔

"یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کے لیے حاکم شہر آنحضرت محمد ﷺ کا حکم ہے کہ تم نے معاہدے سے رو گردانی کی ہے اس لیے دس روز کے اندر اندر میرا شہر چھوڑ کے یہاں سے نکل جاؤ دس روز کے بعد

اگر بنونضیر میں سے کوئی شخص شہر مدینہ میں پایا گیا تو اُس کی گردن اڑا دی جائے گی''۔

نبی اکرم ﷺ کا حکم سننے کے بعد عام طور پہ بنونضیر نے مدینہ چھوڑنے کی تیاری شروع کر دی اور وہ سواریوں کی تلاش وغیرہ میں لگ گئے مگر اسی دوران منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے بنونضیر کے سردار حیئ بن اخطب کو یہ پیغام بھیجا۔

''ہم تمھارے ساتھ ہیں اپنی بستیوں کو کسی صورت خالی نہ کرنا تمھارے قلعے مضبوط ہیں بنوقریظہ، بنو غطفان اور میری قوم کے دو ہزار لوگ تمھاری مدد کو آ پہنچیں گے تم ڈٹ جاؤ مسلمان تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے صبر سے کام لینا اور ہماری مدد کا انتظار کرنا اور اگر تمھیں مدینے سے نکلنا ہی پڑا تو بخدا ہم بھی تمھارے ساتھ ہی نکلیں گے''۔

حیئ بن اخطب نے یہ پیغام سنا تو اپنی قوم سے کہا قلعہ بند ہو جاؤ ہم یہاں سے کہیں نہیں جا رہے ہمیں جلد ہی مدد پہنچ جائے گی۔

لوگوں نے اپنے سردار کی بات پہ یقین کیا اور نبی اکرم ﷺ کے ایلچی کو جواب دیا کہ جا کے مسلمانوں کو بتا دو کہ ہم مدینہ نہیں چھوڑیں گے۔

سلام بن مشکم کو پتا چلا کہ قبیلے کے سردار نے عبداللہ بن ابی کے سہارے مسلمانوں سے جنگ کرنے ارادہ کیا ہے تو وہ فوراً حیئ بن اخطب کے پاس پہنچا اور کہا!

''حیئ! خدا کی قسم! اپنے اس سرکش ارادے سے باز آ جاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ عبداللہ بن ابی ایک جھوٹا آدمی ہے جس پہ کوئی بھی عقلمند انسان بھروسا نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارا دوست نہیں ہے اُس کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہمارے ساتھ لڑا دے اور خود گھر میں بیٹھ کے تماشا دیکھے۔ تم نہیں جانتے مگر میں جانتا ہوں کہ اُس نے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کو تمھاری مدد کے لیے پیغام بھیجا تھا مگر انھوں نے اسے جواب دیا ہے کہ ہمارا کوئی بچہ بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا ہوا عہد نہ توڑے گا۔ اس لیے کہ ہم نے انھیں ہمیشہ اپنے عہد پہ پختہ پایا ہے اس پر وہ بنوقریظہ سے مایوس ہو گیا ہے اور حیئ کیا تمھیں یاد نہیں کہ اُس نے اسی طرح کا لالچ قبل ازیں بنوقینقاع کو بھی دیا تھا اور وہ اس کے دھوکے میں آ گئے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کا محاصرہ کر لیا تھا اور انھیں بالآخر جلا وطن ہونا پڑا۔ اس لیے تم خود سوچ لو کہ جب اُس نے اِس قبیلے کی مدد نہیں کی جو اُس کا پرانا حلیف تھا

اور وہ مدتوں سے ایک دوسرے کے لیے جنگوں میں نکلتے رہے تھے تو وہ تمھاری مدد کیوں کرے گا۔
اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم مانو اور اپنے مال و متاع کے ساتھ شہر چھوڑ دو ورنہ اگر مسلمانوں نے ہمارا محاصرہ کرلیا تو پھر اُن کی شرائط پہ صلح کرنی ہوگی"۔

یہ خطاب کرنے کے بعد اُس نے اپنی قوم کی طرف امید بھری نگاہ سے دیکھا!
مگر قوم حیّٔ کے مقابل اُس کی بات کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہ تھی اور حیّٔ نے کہا!
ہمارے پاس مسلمانوں سے جنگ کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔
اور اُس کی قوم نے حیّٔ سے کہا!
ہمارا معاملہ تمھارے تابع ہے ہم کسی حال میں بھی تمھاری مخالفت نہ کریں گے۔
دوسری طرف حیّٔ بن اخطب کے اس پیغام کے بعد کہ ہم مدینہ نہیں چھوڑیں گے مسلمانوں کے ہاں زور و شور سے جنگ کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔
چنانچہ دس روز پورے ہونے پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو اپنا قائم مقام بنایا مسلمانوں کا علم حضرت علیؓ کے حوالے کیا اور بنو نضیر کی بستیوں کی طرف کوچ کیا۔
یہودی اپنے قلعے میں گھس گئے اور دروازے بند کر لیے۔
مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کرلیا۔
یہودیوں نے مسلمانوں پہ تیر پھینکے اور پتھراؤ شروع کر دیا۔
نبی اکرم ﷺ کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا مگر یہودیوں کے ایک ماہر تیز انداز غزول کے تیر نبی اکرم ﷺ کے خیمے تک پہنچنے لگے۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، میرا خیمہ یہاں سے ہٹا دو!
دن کے پچھلے پہر حضرت علیؓ لشکر سے الگ ہوئے اور غزول کی تلاش میں نکلے ادھر غزول بھی اپنے چند ساتھیوں سمیت مسلمانوں کے کسی اہم راہنما کو قتل کرنے کے ارادے سے قلعے سے باہر نکل آیا تھا۔
حضرت علیؓ نے اُس کو پایا تو للکارا!

انھوں نے غزول سے مقابلہ کیا اور اُس کو قتل کر کے اُس کا سر اتار لیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

غزول کے ساتھی بھاگ نکلے۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت سہل ابن حنیفؓ کو چند ساتھیوں کے ساتھ غزول کے ساتھیوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان اُن کے تعاقب میں نکلے اور انھیں پا لیا۔ پھر مسلمانوں نے اِن تمام کو قتل کر دیا جو دس کے قریب تھے۔ اس کے بعد کسی یہودی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ قلعے سے باہر نکلے۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ؛

جب محاصرے کو چھ راتیں گزر گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اِن کے نخلستانوں کو کاٹ دو ، چنانچہ صحابہ نے اُن کے کچھ درختوں کو تو کاٹ دیا اور کچھ کو آگ لگا دی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابولیلی مازنیؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو اس کام کے لیے متعین کیا کہ وہ یہودیوں کے نخلستانوں کو نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ ابولیلیؓ تو وہ کھجوریں توڑتے جو عجوہ کہلاتی تھیں اور حضرت عبداللہؓ کھجور کے اُن درختوں کو کاٹتے جو رطب کہلاتی تھیں۔

اور لوگوں نے کہا کہ صرف شہر مدینہ میں تیس قسم کی کھجوریں کاشت کی جاتی تھیں بویرہ کے مقام پہ صحابہ نے کھجور کے بعض درختوں کو آگ بھی لگائی اور یہ سب اس لیے تھا کہ یہودیوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو ۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ!

جب مسلمانوں نے یہودیوں کے نخلستانوں کو تباہ کرنا شروع کیا تو یہودیوں کی عورتوں نے ماتم شروع کر دیا کیونکہ یہی تو اُن کا مال و متاع تھا زندگی بھر کی کمائی تھی۔ جب محاصرے کو پچیس راتیں گزر گئیں اور عبداللہ بن ابی کی طرف سے اُن کو کوئی امداد نہ پہنچی تو یہودی اُس سے مایوس ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مذاکرات پہ اتر آئے۔

چنانچہ طے پایا کہ یہودی اپنے ہتھیار مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔

اور جو سامان وہ اونٹ پہ لے جا سکتے ہوں اٹھا لے جائیں۔

چنانچہ یہودیوں نے برسوں کی محنت سے جو حویلیاں بنائیں تھیں انھیں اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کرنے لگے تاکہ وہ مسلمانوں کے رہنے کے قابل نہ رہیں۔

انھوں نے اپنے مکانوں کی چھتیں گرادیں، اور کسی چیز کو سلامت نہ رہنے دیا۔

پھر وہ مدینے سے نکلے تو اُن کا یہ حال تھا کہ انھوں نے دروازوں کی چولیں تک نکال کے اپنے اونٹوں پہ لادلیں اور ایک ایک اونٹ پہ اتنا بوجھ لادا کہ وہ بمشکل چلتا تھا۔

اُن کی عورتیں بھی ایک شان سے نکلیں انھوں نے زیور پہن رکھے تھے، اُن کے جسموں پہ ریشم و دیباج اور اون کے قیمتی لباس تھے اور اُن کے کندھوں پہ سونے چاندی کے کام والے دوشالے تھے اور وہ نغمے الاپتی تھیں۔

ابوالحقیق کے پاس گدھے کی ایک کھال تھی جس میں سونا ہی سونا تھا۔

اِن میں سے اکثر لوگ خیبر کی طرف چلے گئے اور اہلِ خیبر نے انھیں پناہ دی اور وہ پھر سے مستحکم ہونے لگے۔امام سہیلی کے مطابق بنونضیر کے صرف دو لوگوں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی جن میں سے ایک کا نام یامین ابن عمیرؓ تھا اور دوسرے خوش نصیب کا نام ابوسعد ابن وہبؓ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اِن دونوں صحابہ کی جائیدادیں اِن کو واپس کردیں۔

حضرت یامین ابن عمیرؓ اُس وقت موقع پر موجود تھے جب یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ پہ چھت سے چکی کا پاٹ گرانے کی سازش کی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ وہ بدبخت عمرو ابن حجاش تھا جس نے یہ مذموم کام کرنے کی حامی بھری تھی اور اُن کے دل میں اس بات کا دکھ تھا۔

اور یہ دُکھ اُس وقت سوا ہوگیا جب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اُن سے کہا!

یامین! کیا تم جانتے ہو تمھارے چچازاد نے میرے بارے میں کس قدر برا ارادہ کیا تھا اگرچہ وہ اس پہ قادر نہ تھا۔حضرت یامین ابن عمروؓ کہتے ہیں میں بہت شرمندہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا!

اگر حضور اجازت دیں تو میں اُسے سزا دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے اجازت دے دی۔

ایک دن بنوقیس کا ایک آدمی حضرت یامین ابن عمروؓ سے کچھ کھجوریں ادھار مانگنے آیا۔

حضرت یامین ابن عمروؓ نے اُس شخص سے کہا!

اگر میں تمھیں کھجوروں کے ایک پورے باغ کی پیداوار دے دوں تو تم میرے لیے ایک شخص کو قتل کر دو گے۔

اُس نے پوچھا کس کو؟

حضرت یامین ابن عمیرؓ نے کہا عمرو ابن حجاش کو!

بنو قیس کے اُس شخص نے کہا، میں تمھاری خاطر یہ کام کر گزروں گا۔

چنانچہ اُس شخص نے عمرو بن حجاش کو دھوکے سے بستی کے باہر ویرانے میں بلایا اور اُس کو قتل کر دیا۔

اُس نے یہ خبر حضرت یامین ابن عمروؓ تک پہنچائی اور وعدے کے مطابق کھجوریں حاصل کیں۔

حضرت یامین ابن عمروؓ نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ عمرو بن حجاش کو اُس کے بد ارادے کی سزا دے دی گئی ہے تو نبی اکرم ﷺ پرمسرت ہوئے اور آپ ﷺ کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

بنی نضیر کے یہودیوں کے بارے میں قرآن حکیم کی سورۃ حشر نازل کی گئی۔

امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

حضرت ابن عباسؓ تو سورۃ حشر کو سورہ بنو نضیر ہی کہا کرتے تھے۔ امام بخاری نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔ سورہ حشر کی کچھ آیات یہاں تحریر کی جا رہی ہیں جو یہودیوں کی پست ذہنیت کی عمدہ عکاسی کرتی ہیں۔

" اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ○ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ O كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ O فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ الحشر ؛ آیات 11 to 16)

ترجمہ؛

تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جنھوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے یہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں ''اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے'' اور تمھارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ہرگز اُن کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو بھی یہ ہرگز اُن کی مدد کو نہ پہنچیں گے اور اگر یہ اُن کی مدد کریں بھی تو جلد ہی پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے اِن کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمھارا خوف ہے اس لیے یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ کبھی اکٹھے ہو کر کھلے میدان میں تمھارا مقابلہ نہ کریں گے۔ اگر لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے سے چھپ کر۔ یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں تم انھیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر اِن کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ اِن کا حال یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ اُنھی لوگوں کی مانند ہیں جو اِن سے تھوڑی ہی مدت پہلے اپنے کیے کا مزا چکھ چکے ہیں اور اِن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اِن کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے پھر دونوں کا انجام یہ ہونا ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں اور ظالموں کی یہی جزاء ہے۔ [*1]

☼☼☼☼☼☼☼

بنی نضیر جلاوطن ہوگئے تو اُن کے مکان نخلستان زمینیں ہتھیار اور بہت کچھ مسلمانوں کے ہاتھ آیا جو مال فئی تھا یعنی ایسا مال جو جنگ کیے بغیر حاصل ہو ایسے مال کے متعلق اصول یہ ہے کہ وہ سب اللہ کے نبی کی ملکیت ہوتا ہے اور اللہ کا رسول اِس مال کو جس طرح چاہے خرچ کرے۔

بنی نضیر کے ہاں سے جو ہتھیار مسلمانوں کے ہاتھ لگے اُن میں پچاس زرہیں، پچاس خود، تین سو چالیس تلواریں شامل تھیں انھی میں سے ایک تلوار جو بنی نضیر کے سردار ابن ابوالحقیق کی ملکیت تھی نبی اکرم ﷺ نے یہ تلوار حضرت سعد بن معاذؓ کو عطا فرمائی۔

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو بنو نضیر کے یہودیوں پہ مکمل غلبہ عطا فرما دیا تو آپ ﷺ نے مال فئی کی تقسیم کے لیے مشاورت کی اور اس میں بنو اوس اور بنو خزرج کے سرداروں کو مدعو کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

اے گروہ انصار!

تم نے مسلمانوں کی مدد کی اور بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کرنے والے مہاجرین کی ہر ممکن اعانت کی اگر تم مناسب سمجھو تو جو مال مجھے حاصل ہوا ہے وہ میں مہاجرین میں تقسیم کر دوں تاکہ وہ تم سے بے نیاز ہو جائیں اور تمھاری جو املاک اِن کے قبضے میں ہیں وہ انھیں چھوڑ دیں اور اگر تم کہو تو میں یہ مال تم سب میں برابر تقسیم کر دوں۔

حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کی!

یا رسول اللہ ﷺ! ہم گمراہ تھے آپ ﷺ کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت سے نوازا، ہم جاہل تھے آپ ﷺ کی بدولت ہمیں قرآن جیسی نعمت عطا کی گئی۔

یا رسول اللہ ﷺ! ہماری خوشی تو یہ ہے کہ ہمارے جو مال مہاجرین کے استعمال میں ہیں وہ بھی اسی طرح اُن کے قبضے میں رہیں جیسے کہ پہلے وہ اِن کے قبضے میں تھے اور جو نیا مال اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے وہ بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں ہی تقسیم کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ انصار کے اِس مشورے پہ بہت خوش ہوئے اور اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

اے اللہ انصار سے خوش ہو جا اور اِن کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فدک کی کچھ جائیداد اپنے لیے خاص کی جس سے آپ ﷺ کے اہل

خانہ کے لیے اخراجات حاصل کیے جاتے۔اس کے علاوہ باقی اموال جن میں زمینیں تھیں باغات تھے ہتھیار تھے اور یہودیوں کے مکانات تھے اُن کو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ میں تقسیم فرمادیا۔

مہاجرین میں سے بعض صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کے کان میں سرگوشی کی اور فرمایا انصار مدینہ میں سے حضرت سہیل بن حنیفؓ اور حضرت ابودجانہؓ کی مالی حالت بہت خراب ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا۔

پھر کسی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ

حضرت سماک بن خرشہ بھی مفلس ہیں تو آپ ﷺ نے اُن کو بھی مال عطا فرمایا۔

بنی نضیر کی جلاوطنی اہل مدینہ کے لیے ایک اہم واقعہ تھی وہ صدیوں سے اِس شہر کے باسی تھے مگر جب سے نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے انھوں نے امن وسکون سے رہنا بھلادیا تھا۔وہ ہردم مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے نبی اکرم ﷺ اور اسلام سے عداوت اُن کی زندگی کا مقصد بن گئی تھی۔اس لیے بالآخر اُن کو اللہ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ شہر مدینہ سے جلا وطن کیے گئے۔

ذیقعدہ 4 ہجری ، بمطابق۔۔۔اپریل 626ء

غزوہ بدر الآخر

قریش عربوں کے سردار تھے۔مدتوں سے وہ اُن کے روحانی اور سیاسی راہنما چلے آئے تھے۔وہ بیت اللہ کے متولی تھے۔اس لیے لوگ اُن سے عقیدت رکھتے تھے اور صدیوں بعد پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ عربوں کا کوئی گروہ قریش کے مقابل اترا تھا۔ اگرچہ قریش کے مختلف قبائل باہم جنگ وجدل میں مصروف رہتے مگر غیر قریش اُن کے مقابلے میں اترنے سے گریز کرتے۔اس لیے جب ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کچھ قوت حاصل ہوگئی تو وہ کفار قریش کے مقابلے میں اتر آئے۔عربوں کے اذہان میں بت پرستی دور دور تک سرایت کر چکی تھی۔جس کی وجہ سے وہ قریش کے فطری حلیف ثابت ہو رہے تھے۔جبکہ مسلمانوں کو صرف مدینہ کے دو قبائل اوس وخزرج ہی کی پشت پناہی حاصل تھی۔جنگ بدر میں قریش کو عبرت ناک شکست ہوئی تھی اور اُن کے بہت سے سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔جنگ اُحد میں اگرچہ مسلمان زیادہ تعداد میں قتل ہوئے مگر قریش جنگ ادھوری چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے۔جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا تعاقب کیا تو وہ تیزی سے مکہ کی طرف بھاگ گئے۔جنگ اُحد میں جب کفار قریش

نے میدان چھوڑنے کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا!

ہمارے اور تمھارے درمیان نزاع ابھی باقی ہے اس لیے اس جنگ کو جاری رہنا ہے۔ اگلے سال انھی ایام میں بدر کے مقام پہ میدان سجے گا۔

مسلمانوں نے کفارِ قریش کا یہ چیلنج قبول کر لیا اور اب جنگ اُحد کو گزرے سال ہونے کو آیا تھا۔ چنانچہ وعدے کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ میدانِ بدر کی طرف نکلنے کی تیاری کریں۔ مکہ اُن دِنوں شدید قحط کا شکار تھا۔ اس لیے ابوسفیان اگرچہ مسلمانوں کو چیلنج کر چکا تھا مگر اب وہ اِس جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح مسلمان میدان بدر کی طرف نہ نکلیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے نعیم بن مسعود الاشجعی کو اس مقصد کے لیے مدینہ روانہ کیا کہ وہ قریش کی جنگی تیاریوں کا جھوٹا پروپیگنڈ کر کے مسلمانوں کو اس حد تک خوفزدہ کر دے کہ مسلمان میدان بدر کی طرف نہ نکلیں۔

ابوسفیان جانتا تھا کہ نعیم بن مسعود الاشجعی ایک چرب زبان آدمی ہے اور اُس کا مقصد پورا کر سکتا ہے۔

ابوسفیان نے نعیم بن مسعود کو بیس اونٹ دینے کا وعدہ کیا اور کہا!

کچھ ایسا کرو کہ مسلمان میدانِ بدر کی طرف نہ نکلیں۔

چنانچہ نعیم بن مسعود الاشجعی مدینہ پہنچا اور اُس نے افواہوں کا بازار گرم دیا۔

اُس نے قریش کی جنگی تیاریوں کو مبالغہ کی حد تک بڑھا چڑھا کے پیش کیا تا کہ مسلمان خوفزدہ ہو جائیں۔

نعیم بن مسعود الاشجعی کسی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا۔ اس لیے کہ اُس کی خبروں سے یہودیوں اور منافقوں کو بہت اطمینان حاصل ہوا تھا۔ عام مسلمان بھی کسی حد تک پریشان ضرور ہو گئے تھے۔ اگر چہ اُن کو اپنے اللہ کی رحمت اور نبی اکرم ﷺ کی فراست پہ پورا یقین تھا۔

جب مسلمانوں کی زبانوں پہ بھی اہل قریش کی جنگی تیاریوں کے تذکرے آ گئے تب حضرت عمر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور غالب کرنے والا ہے، اپنے نبی کے درجات کو بلند

فرمانے والا ہے۔ہم نے قریش کے ساتھ میدان بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر مسلمانوں کے دل اُس سے بدل گئے ہیں۔ہم تو جاہلیت میں بھی عہد کو توڑنا پسند نہ کرتے تھے۔اب جب کہ اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمادی ہے تو ہم عہد شکنی کو کس طرح پسند کر سکتے ہیں اس لیے ہم اللہ کی مدد کے بھروسے مقررہ تاریخ پہ ہی میدان بدر میں اتریں گے۔انشاء اللہ خیر و برکت ہمارے ساتھ ہو گی"۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عمرؓ کے اس دلیرانہ مشورے پہ بہت خوش ہوئے اور صحابہ کو میدان بدر کی طرف نکلنے کی تاکید کی۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔[*2] حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اپنا علم عطا فرمایا اور پندرہ سو مجاہدین کے ساتھ میدانِ بدر کی طرف کوچ کیا۔

مسلمان پوری شان کے ساتھ مدینے سے رخصت ہوئے۔

آنحضرت محمد ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت حباب بن منذرؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عباد بن بشرؓ گھوڑوں پہ سوار تھے۔جب مسلمان میدان بدر میں اترے تو اس مقام پہ لگنے والا تجارتی میلا اپنے عروج پر تھا۔مسلمانوں نے چند دن کفارِ قریش کا انتظار کیا اس کے بعد وہ تجارتی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے اور خوب منافع کمایا۔دوسری طرف ابوسفیان کی پریشانی اپنے عروج پر تھی۔تاہم جب اُس کو مسلمانوں کی میدان بدر کی طرف روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو وہ بھی بادل نخواستہ دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑا ہوا۔

مگر جب وہ ظہران کے نواح مجنۂ کے مقام پہ پہنچے تو ابوسفیان کا صبر جواب دیا گیا۔اُس نے اپنے لشکر سے کہا!

قحط کی سالی اس شدت میں جنگ کسی بھی طرح مناسب نہیں۔جب سختی کا یہ وقت گزر جائے گا تب ہم مسلمانوں کو دیکھ لیں گے اس لیے میں واپس جا رہا ہوں تم سب بھی میرے پیچھے چلے آؤ۔ابوسفیان نے اپنا رُخ مکہ کی طرف کر لیا اور ساتھ ہی اُس کا لشکر بھی مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔اہل مکہ نے جب

اپنے لشکر کو اس طرح ناکام ونامراد واپس آتے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ تو وہاں بس ستو پینے گئے تھے۔

اسی لیے بہت سے مورخین نے اس غزوہ کو غزوہ سویق بھی لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ میدان بدر میں مقیم تھے۔

اُن کے پاس مخشی بن عمرو ضمری تشریف لایا۔

بنوضمرہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا عہد کیا ہوا تھا۔

جب تک وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا رہا اُس کی باتوں سے احساس ہوتا رہا کہ وہ قریش کا حمایتی ہے اور انھی کی تعریفیں کر رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مخشی بن عمرو ضمری سے کہا!

اگر تمھیں قریش کا اس قدر درد ہے تو ہم تمھیں اُس عہد سے آزاد کرتے ہیں جو تم نے ہم سے کیا ہوا ہے اور تم قریش کے ساتھ مل کر اپنے ارمان نکال لو ۔

مخشی بن عمرو ضمری ایک جہاندیدہ شخص تھا وہ نبی اکرم ﷺ کے لہجے سے جان گیا کہ نبی اکرم ﷺ کو اُس کی باتیں بری لگی ہیں چنانچہ اُس نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

بخدا! ہم کبھی آپ ﷺ کے خلاف دست درازی نہ کریں گے۔ قریش اور مسلمانوں کے درمیان بپا اس معرکے میں غیر جانبدار رہیں گے۔

نبی اکرم ﷺ اُس کی بات پہ مسکرا دیئے۔

بدر میں لگنے والے اس بازار میں عربوں کا ایک سردار معبد ابن خزاعی بھی شامل تھا جب وہ تجارت سے فارغ ہوا تو سیدھا مکہ پہنچا۔

وہ عربوں کی مجلس میں گیا اور انھیں شدید سرزنش کی۔

اُس نے کہا!

بخدا! بدر کے تجارتی میلے میں ہر طرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیروکار چھائے ہوئے تھے، اُن کے ہتھیار چمکتے تھے اور اُن کی تجارت زوروں پہ تھی۔ انھوں نے ایک کے چار بنائے۔ اُن کے لشکروں کی چہل

پہل نے سارے عربوں کا دل خوف سے بھر دیا ہے۔ اور ایک تم ہو جو اپنے گھر میں چھپے بیٹھے ہو۔

اگر تم نے اسی طرح کرنا تھا تو مسلمانوں کو چیلنج کیوں دیا تھا۔

قریش کی محفل سے ایک سردار صفوان بن امیہ بولا:

ہم نے اِس شخص کو اُس وقت روکا تھا جب یہ مسلمانوں کو چیلنج دے رہا تھا۔ اسی کی وجہ سے ساری قوم کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔

غزوہ بدر الآخر میں اگرچہ جنگ کی نوبت نہ آئی مگر اس معرکے سے مسلمانوں نے کئی ذیلی فوائد ضرور حاصل کیے۔

کفارِ قریش کا نہ نکلنا اُن کی کمزوری پہ دلیل تھا اور مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنا تھا۔ چونکہ سارے عرب کے لوگ قریش سے ہی اس بات کی امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ بت پرستی کے دین کو بچالیں گے۔

مگر جب قریش نے مسلمانوں کے خلاف نکلنے سے گریز کیا تو اُن کے دل ٹوٹ گئے اور وہ بھی مسلمانوں کی حربی طاقت سے خائف رہنے لگے۔

مسلمانوں نے میدان بدر میں خوب تجارت کی اور مال کمایا۔

مسلمانوں نے نامساعد حالات کے باوجود اپنے عہد کو نبھایا اور قریش پہ اپنی اخلاقی برتری ظاہر کی۔ مسلمان جب مدینے کو واپس ہوئے تو منافقین اور یہود بجھ کے رہ گئے کہ اُن کے خواب پورے نہ ہوسکے تھے۔

اسی غزوہ کو بعض مورخین نے غزوہ بدر الثانی بھی تحریر کیا ہے۔

25ربیع الاول 5ہجری ، بمطابق 24اگست 626ء

غزوہ دومۃ الجندل

عرب شوریدہ سر تھے، وہ راہزن تھے، غارت گر تھے۔ اس لیے بت پرستی کے ساتھ آبائی دلچسپی کے علاوہ یہ بات بھی اُن کو اسلام سے روکے ہوئے تھی کہ اسلام اُن کے ہاں مروّج اُن بہت سی عادات پہ بھی روک لگاتا تھا جن میں وہ صدیوں سے مشغول تھے۔ اسلام عدل وانصاف اور امن وسلامتی کا دین ہے۔ جب کہ اُن کے ہاں غارت گری اور راہزنی معاش کے اہم پیشوں کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے عرب کے بدوی قبائل نظریاتی طور پہ ہی اسلام کو ناپسند نہ کرتے تھے بلکہ عادتاً بھی اسلام اُن کے معمولات زندگی کی ضد ثابت ہو رہا تھا۔ اِس لیے اُن میں سے اکثر و بیشتر قبائل کے دلوں میں اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی خواہش جنم لیتی رہتی۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو تمیم کے کچھ راہزن اپنے جیسے لوگوں کو دومہ کے مقام پہ اکٹھا کر رہے ہیں۔

دومۃ الجندل کے نام کے متعلق علامہ برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے:

اس مقام کا نام دومہ اس لیے پڑا کہ حضرت اسماعیلؑ کے ایک بیٹے دومی یہاں سے گزرے تھے یا شاید انھوں نے یہاں قیام کیا تھا۔دومۃ الجندل مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر مملکت روم کی سرحد پر صوبہ شام کا ایک مقام تھا۔نبی اکرم ﷺ کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ وہاں بڑی تعداد میں غارت گر جمع ہو رہے ہیں، وہ لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں اور آتے جاتے قافلوں کے لیے عذاب بنے ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کی اطلاعات بھی ملی تھیں کہ راہزنوں کا یہ گروہ مدینے پہ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اس جانب متوجہ کیا اور انھیں جہاد کی ترغیب دلائی جب مسلمان تیار ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور ایک ہزار صحابہ کے ساتھ راہزنوں کے اس گروہ کی سرکوبی کے لیے نکلے۔اس غزوہ کی خاص بات یہ تھی کہ اس سے قبل نبی اکرم ﷺ اہل نجد اور بدوی عربوں کی طرف متوجہ تھے۔مگر یہ پہلی بار تھا کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ ایک دور دراز مقام کی طرف ملک شام کو روانہ ہوئے۔بنی زہرہ کا ایک شخص اسلامی لشکر کی راہنمائی کر رہا تھا۔

وہ شدید گرمی کے دن تھے اس لیے اسلامی لشکر دن کو آرام کرتا اور رات کو سفر کرتا اس کی ایک وجہ راز داری بھی بیان کی گئی ہے۔پندرہ روز کی مسافت کے بعد نبی اکرم ﷺ دومۃ الجندل کے مقام پہ پہنچے مگر مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل ہی راہزن وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ربیع الآخر کا سارا مہینہ اسی مقام پہ بسر کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لشکر کو راہزنوں کی تلاش میں مختلف سمتوں کی طرف روانہ کیا مگر سوائے حضرت محمد بن مسلمہؓ کے کسی دستے کے ہاتھ دشمن کا کوئی آدمی نہ آیا۔اگرچہ تمام دستوں کے ساتھ مال غنیمت کے بہت سے اونٹ اور بکریاں تھیں۔حضرت محمد بن مسلمہؓ اُن کے ایک آدمی کو گرفتار کر کے لائے جس نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پہ اسلام قبول کر لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے کافی دن اسی مقام پہ قیام کیا۔

اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ واپس مدینے کے لیے سوار ہوئے تو راستے میں عربوں کے ایک شخص عینیہ ابن حصن نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ اُس کے علاقے میں خشک سالی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے جانور مر رہے ہیں اگر آپ ﷺ ہمیں اجازت دیں تو ہم آپ ﷺ کے

علاقے میں اپنے اونٹ چرالیا کریں ۔نبی اکرم ﷺ نے عینیہ بن حصن کو اسلامی ریاست کی چراگاہوں میں اونٹ چرانے کی اجازت عطا فرمادی۔نبی اکرم ﷺ ۲۰ ربیع الآخر ۵ ہجری / اٹھارہ ستمبر 626ء کو واپس مدینہ تشریف لائے ۔اس طرح کی فوجی مہمات سے مسلمان کو کئی فائدے حاصل ہورہے تھے،ایک تو بہت سامال غنیمت حاصل ہوتا جو مدینہ کی کمزور ریاست کے استحکام میں اہم کردار ادا کرتا،دوسرے بدوی عرب قبائل کی شورش پہ قابو پانا مقصود تھا جو اسلام کے خلاف سخت مدافعت پہ کمر کسے ہوئے تھے۔تیسرے خطہ عرب کے باسیوں کو یہ باور کرانا مقصود تھا کہ اہل مدینہ نہ صرف یہ کہ متحرک ہیں بلکہ اس بات کے اہل ہیں کہ مدینہ کا دفاع کرسکیں۔

۲شعبان ۵ہجری بمطابق 28 دسمبر 626ء

غزوہ بنی مصطلق

وہ پرآشوب دور تھا۔نبی اکرم ﷺ ایک فتنے سے سر اٹھاتے تو دوسرا فتنہ تیار ہو جاتا۔مشکلات کا یہ دور جہاں اسلام کی مقبولیت میں اضافے کا باعث بن رہا تھا وہیں مسلمانوں کو ایک پل کو بھی چین نہ تھا۔وہ ایک لشکرکشی سے واپس مدینہ پہنچتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ فلاں عرب قبیلے نے مسلمانوں پہ حملے کے لیے کمر کس لی ہے۔نبی اکرم ﷺ کا طرزِ حکومت ایسا تھا کہ آپ ﷺ کسی کو مدینے پہ فوج کشی کی اجازت دینے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ عربوں کا جو قبیلہ بھی سر اٹھاتا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کو اپنے سر پہ پاتا اور سہم جاتا اس لیے ایسی مہمات میں جنگ کے مواقع کم ہی پیش آئے بلکہ اکثر و بیشتر مسلمانوں کی لشکرکشی کی خبر سنتے ہی دشمن بھاگ کھڑا ہوتا۔

چنانچہ غزوہ دومۃ الجندل سے فراغت کے بعد جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو مصطلق کا رئیس حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پہ لشکرکشی کے لیے ایک لشکر جرار جمع کر رہا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

حارث بن ابی ضرار کی دعوت پہ بدوی عرب قبائل سے ہزاروں افراد جمع ہو گئے تھے جن کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ مدینہ پہ غارت ڈالیں اور اگر ممکن ہو سکے تو نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ نقصان پہنچا سکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حالات کا قریب سے جائزہ لینے کے لیے حضرت بریدہ بن حصیبؓ کو روانہ کیا۔ حضرت بریدہ بن حصیبؓ نے نبی اکرم ﷺ کو ملنے والی اطلاعات کی تصدیق کر دی اور آنحضرت محمد ﷺ کو ثابت بن ابی ضرار کی جنگی تیاریوں سے آگاہ کیا۔

یہ واقعہ شعبان ۵ ہجری کا ہے۔ [*3]

چنانچہ سرکار دو عالم آنحضرت محمد ﷺ نے مجاہدین اسلام کو جہاد کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے والا ہر فرد نبی اکرم ﷺ کے ہر حکم کو قبول کرنے کے لیے ہر دم تیار رہتا تھا۔ چنانچہ جب مسلمان لشکر کی تیاری مکمل ہو گئی تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ [*4]

علامہ برہان الدین حلبی نے لکھا ہے:

کہ مسلمانوں کے اس لشکر میں تیس گھڑ سوار تھے۔ جن میں دو گھوڑے خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھے۔ [*5]

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے؛

اس غزوہ کے موقع پہ منافقین کی ایک بڑی تعداد بھی مال غنیمت کے لالچ میں اسلامی لشکر کے ہمراہ ہو گئی تھی۔ منافقین کا ذہن یہ تھا کہ اس معرکہ میں کوئی لمبا اور دشوار گزار سفر بھی درپیش نہیں اور مال غنیمت حاصل ہونے کے مواقع بھی کافی وسیع ہیں اس لیے عبداللہ بن ابی اور زید بن ابی صلت اپنے پورے گروہ کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھے جن کے دلوں میں برائی تھی۔

حضرت اُم سلمیٰؓ اور حضرت عائشہؓ بھی اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

چنانچہ اسلامی لشکر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔

روحا کے مقام پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا۔

بنو عبد قیس کا ایک شخص مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور اُن سے دریافت کیا میں نے سنا ہے تم

میں کوئی شخص ہے، جس نے نبوت کا دعوہ کیا ہے۔

صحابہ نے اس شخص کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کے آنے کا مقصد پوچھا تو اُس نے کہا:

میں اس لیے آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں کہ آپ پہ ایمان لاؤں، آپ کی تصدیق کروں اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کے اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو جاؤں۔

نبی اکرم ﷺ اُس شخص کی اِن باتوں سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

تمام تعریفیں اسی ذات کو سزاوار ہیں جس نے تمھیں اسلام کا راستہ دکھایا۔

پھر اس شخص نے اسلام قبول کرلیا اور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا؟

اسلام قبول کرنے کے بعد میرے لیے سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اول وقت میں نماز کا پڑھنا۔

صحابہ نے بیان کیا کہ؛

اُس کے بعد ہم نے اس شخص کو ہمیشہ اول وقت پہ ہی نماز پڑھتے دیکھا۔

اسی پڑاؤ میں مسلمانوں نے حارث بن ابی ضرار کے ایک جاسوس کو پکڑا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

اُس شخص نے انکار کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے دشمن کے اس جاسوس کو قتل کردیا۔

حارث بن ابی ضرار کو نبی اکرم ﷺ کے لشکر کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس کے بعد جب اُس کے جاسوس کے قتل ہونے کی اطلاع بھی اس کے لشکر میں پہنچی تو اس کے لشکر میں مسلمانوں کا خوف چھا گیا۔ وہ قبائل جو حارث بن ابی ضرار کے کہنے پہ مسلمانوں کے خلاف نکلے تھے رفتہ رفتہ اُس کا ساتھ چھوڑنے لگے اور جب مسلمانوں نے مریسیع کے چشمے پہ پڑاؤ کیا تو اپنی حماقت کی سزا بھگتنے

کے لیے حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے سمیت وہاں اکیلا ہی رہ گیا تھا۔

مریسع کا چشمہ بنو مصطلق کا چشمہ تھا۔

اس لیے بعض مورخین نے اس غزوہ کے نام غزوہ بنو مریسیع بھی لکھا ہے۔

بنو مصطلق بنو خزاعہ کی ایک شاخ تھی اور یہ لوگ بنی جزیمہ میں سے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ مہاجرین کا پرچم حضرت ابوبکر صدیق کو عطا فرمایا اور انصار کا پرچم حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد کیا۔

چشمہ مریسیع کے خیمہ پہ نبی اکرم ﷺ کے لیے ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ اور اُم سلمیٰ تشریف فرما ہوئیں۔

روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت عمر نے بنو مصطلق کو پکارا اور اُن سے کہا:

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا اسی کے ذریعے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لو۔

اِن کے انکار پہ جنگ شروع ہوگئی۔

مگر جنگ نے زیادہ طول نہ پکڑا ابتدا میں دونوں اطراف سے کچھ تیر اندازی ہوئی پھر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا یکجان ہو کر سرعت کے ساتھ دشمن پہ ٹوٹ پڑو۔ چنانچہ مسلمانوں نے بنو مصطلق پہ شدید حملہ کر دیا جس کو برداشت کرنا اُن کے بس کا کام نہ تھا اس لیے جنگ جلد ہی ختم ہوگئی اور دشمن مغلوب ہو گیا۔ دشمن کے دس افراد ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔

قبیلے کے باقی ماندہ افراد کو عورتوں اور بچوں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔

قبیلے کا سردار حارث بن ابی ضرار فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

کثیر تعداد میں مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا جن میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں شامل تھیں۔

قیدیوں میں حارث بن ضرار کی بیٹی برہ بھی شامل تھی۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کا شعار " **یا منصور امت** " تھا۔

جنگ ختم ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی ابونضلہ کو فتح کی بشارت کے ساتھ مدینہ کی

طرف روانہ کیا۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ چند روز مقام مریسیع پہ ٹھہرے پھر واپسی کے لیے کوچ کیا۔

۸ذیقعدہ،۵ہجری بمطابق۔۔۔فروری 627ء

غزوہ احزاب

اسلام کی روز افزوں مقبولیت قریش سمیت اکثر اہل عرب کے دل کا روگ بن چکی تھی۔اہل قریش کی حکومت اور وہ سعادت جو انھیں کعبۃ اللہ کا متولی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی کے چھن جانے کا خوف اُن کو سونے نہ دیتا تھا۔عرب کے راہزن قبائل بھی قریش کے فطری حلیف کے طور پہ ابھر کے سامنے آئے تھے کہ اسلام کی تعلیمات قبول کر لینے کی صورت میں اُن کی غارت گری اور راہزنی کا رستہ بند ہو جاتا تھا۔چنانچہ بنوقینقاع اور بنونضیر کے یہودیوں نے جب کفار قریش کے سامنے ایک متحدہ لشکر ابھارنے کی تجویز رکھی تو عربوں کے سینے میں ایک بار پھر سے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی خواہش جاگ اٹھی۔اگر چہ اس سے قبل وہ بدر و اُحد میں بھی اسی ارادے سے اترے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی امیدوں کو ایک ڈراؤنا خواب بنا کے رکھ دیا تھا۔اہل مکہ تو روز اول سے نبی اکرم ﷺ کی دعوت سے انکار کرتے چلے آئے تھے مگر اہل یہود کا انکار اس حوالے سے قابل غور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کتاب عطا کر رکھی جس کا کثیر حصہ اگر چہ وہ کھو چکے تھے تاہم ایک قلیل حصہ جس میں نبی اکرم ﷺ کی آمد اور اُن پہ ایمان لانے کی ہدایت موجود تھی اب تک اُن کے دامن میں موجود تھا اس لیے اُن کے انکار اور پھر شدت انکار سے حیرت

کا ایک تاثر ضرور ابھرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کا بہت اثر ورسوخ تھا اور عربوں کے اہم قبیلے اُن کے مقروض تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں سے معاہدہ کیا مگر یہودی اپنی روایتی بد دیانتی کی وجہ سے معاہدوں سے پھرتے رہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے بنوقینقاع اور اس کے بعد بنونضیر کو شہر مدینہ سے نکال دیا جس کا یہودیوں کو بہت دُکھ تھا اور غزوہ احزاب بھی تو اسی دُکھ کا عکاس تھا۔

چنانچہ مورخین نے بیان کیا کہ:

بنونضیر اور بنو وائل سے تعلق رکھنے والی یہودیوں کی ایک جماعت مکہ پہنچی جس میں اُن کے سر کردہ لوگ شامل تھے۔ اہل قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پہ ابھارنے کے لیے یہودیوں کے جو لوگ مکہ پہنچے اُن میں سلام بن الحقیق، حیی بن اخطب، کنانہ بن ابی الحقیق ہوذہ بن قیس وائلی اور ابوعمار وائلی شامل تھے۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمان سہیلی نے لکھا ہے کہ؛

یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف گروہوں یعنی احزاب کو اکٹھا کیا۔ اس جنگ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے دیگر مورخین نے تحریر کیا ہے اسلام کی زور افزوں ترقی کی وجہ سے جن لوگوں کو زیادہ پریشانی کا سامنا تھا وہ تین قسم کے لوگ تھے۔

اول اہل قریش جن کی حکومت اور سیادت داؤ پر لگ چکی تھی۔

☼☼☼☼☼☼☼

دوم یہود جن کو نبی اکرم ﷺ نے اُن کی بداعمالیوں کی پاداش میں مدینہ سے نکال باہر کیا تھا۔

☼☼☼☼☼☼☼

سوم وہ عرب جن کی راہزنی اور غارت گری کی راہ میں مسلمان حائل ہو رہے تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

چنانچہ جنگ خندق کوغزوہ احزاب اس لیے کہا گیا کہ اس جنگ میں عربوں کے اِن تمام گروہوں نے متحدہ طور پہ مدینہ پہ حملہ کیا اور مسلمانوں کو نیست نابود کر دینے کے عزم سے اکٹھا ہو گئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس خواہش کو بھی ایک ناآسودہ حسرت میں بدل دیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہودیوں اور بدوی عرب قبائل پہ مشتمل جو وفد اہل قریش سے ملاقات کے لیے مکہ پہنچا اُس میں چوبیس لوگ شامل تھے۔ اُن کے ساتھ ابو عامر فاسق بھی مکہ پہنچا تھا۔[*6]

اللہ کے در سے دھتکارے ہوئے یہ لوگ جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے اِن کی خوب آؤ بھگت کی۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے مقابل یہ لوگ اُن کے پسندیدہ لوگوں میں شامل تھے۔ پھر جب اس وفد نے مکہ میں آمد کا جواز پیش کیا اور اہل قریش کو دعوت دی کہ آؤ ہمارے ساتھ مل کے مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جنگ میں اکٹھے ہو جاؤ اور اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک کہ مسلمانوں کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے تو اہل قریش کی خوشی دیدنی تھی۔

حیی بن اخطب نے ابوسفیان سے کہا :

میں اپنے سرکردہ لوگ تمھارے پاس لے کر آیا ہوں تم بھی اپنے اہم لوگوں کو لے کر ہمارے ساتھ نکلو اور ہم کعبہ کے پردے تھام کر اس بات کا عہد کریں کہ جب تک مسلمانوں کو ختم نہ کر لیا جائے گا ہم کسی اور بات کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔

چنانچہ بنونضیر کے اس وفد نے قریش سے معاہدہ کر لیا اور دونوں فریق اس بات پر کافی خوش تھے کہ ایک شام جب عربوں کی مجلس میں خیبر کے یہ بدبخت یہودی بھی تکیوں سے ٹیک لگائے شراب پی رہے تھے تو ابوسفیان نے اُن سے پوچھا؟

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو کتاب کا علم دیا ہے اس لیے ہمیں یہ تو بتاؤ کہ وہ دین بہتر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں یا وہ دین بہتر ہے جس پہ ہم ہیں۔

یہودیوں نے اپنی روایتی اخلاقی پستی کا ثبوت دیتے ہوئے اہل قریش کو جواب دیا کہ آپ لوگوں کا دین محمد (ﷺ) کے دین سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس صریحاً بددیانتی پہ آنحضرت محمد ﷺ پہ قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں۔

” اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتَابِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ○ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ
الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ○ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا
عَظِیْمًا ○ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ
سَعِیْرًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ نساء ؛ آیات 51..55)

ترجمہ؛

”کیا نہیں دیکھا تم نے اِن لوگوں کی طرف جنھیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں اِن کے بارے میں جنھوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں اِن سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پہ لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔ کیا اِن کے لیے کوئی حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر بھی۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پہ جو عطا فرمائی ہے انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت) ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انھیں عظیم الشان سلطنت۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے (انھیں جلانے کے لیے) جہنم کی آگ“۔

✿✿✿✿✿✿✿

اہل یہود کا یہ لشکر قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد اہل نجد کی طرف روانہ ہوا جہاں انھوں نے قیس عیلان کے قبیلے بنو غطفان کے سردار عیینہ بن حصن فزاری [7*] کو بھی مدینے پہ حملہ کرنے

والے لشکر کا ساتھ دینے کی درخواست کی اور ساتھ ہی اسے مدینہ کے نخلستانوں کی پیداوار کا تیسرا حصہ دینے کا وعدہ کیا۔

عینیہ بن حصن نے جب سنا کہ اہل یہود کا یہ وفد مکہ کے قریشیوں کے ساتھ ایک کامیاب معاہدہ کرنے کے بعد اِس کی طرف آیا ہے تو اُس نے بھی آمادگی ظاہر کر دی اور اُس کے ساتھ اُس کے کئی حلیف عرب قبائل بھی مسلمانوں پہ حملہ کرنے کے لیے اس کے ساتھ ہو گئے جن میں بنی اسد، بنی مرہ ،بنی اشجع اور بنو نزارہ شامل ہیں۔

الغرض ایک طرح سے سارا عرب ہی مدینہ پہ حملہ کرنے کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔

ابوسفیان اہل قریش کا سردار تھا اُس کے ماتحت چار ہزار سورماؤں کا لشکر تیار ہوا جس میں تین سو گھڑ سوار تھے اور پندرہ سو اونٹ تھے۔

دارلندوہ میں اِن دِنوں خوب رونق تھی اور وہاں ہر وقت لوگ موجود رہا کرتے کیونکہ قوم قریش کو ایک بڑی مہم درپیش تھی۔ وہ اپنی جنگی تیاریوں میں منہمک تھے۔ وہیں قریش کا جنگی علم تیار کیا جا رہا تھا بنو عبدالدار نے عثمان ابن ابوطلحہ کو پرچم بردار مقرر کیا تھا۔

دوسری طرف اہل نجد میں بھی خاصی ہلچل پائی جا رہی تھی، جہاں بنو غطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری کے ماتحت ایک لشکر تیار کیا جا رہا تھا۔ جس نے اُس اتحاد میں شامل ہونا تھا جس نے مسلمانوں پہ حملہ آور ہونا تھا۔ عینیہ بن حصن کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔

اسی طرح بنی مرہ کا لشکر تھا جن کی تعداد چار سو کے قریب تھی اور اُن کا سردار حرث ابن عوف مری[*8] تھا۔

اور بنو اشجع کا لشکر تھا جس کا سالار ابو مسعود ابن زحیلہ تھا[*9] یہ سات سو کی تعداد میں مسلمانوں کے خلاف نکلے۔

چنانچہ جب عربوں کی تیاری مکمل ہو گئی تو انھوں نے مدینہ کا رخ کیا۔

☼☼☼☼☼☼☼

دوسری طرف اہل مدینہ تھے جو دشمن کے جوش وخروش اور نقل وحرکت سے پوری طرح باخبر تھے۔اس لیے کہ قبیلہ بنوخزاعہ نے اُس دن سے رسول اللہ ﷺ کو قریش کی نقل وحرکت سے آگاہ رکھا ہوا تھا جس دن یہود کا وفد شہر مکہ میں اترا تھا۔

وہ سخت سردی کا موسم تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اُن کے صحابہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور موجودہ صورت حال پہ غور کر رہے تھے۔مسلمانوں کو حالات کی نزاکت کا پورا احساس تھا۔وہ جانتے تھے کہ اُن کی ریاست پوری قوم عرب کا مقابلہ نہیں کر سکتی خاص طور پہ اس وقت جبکہ مسلمانوں کی آستین میں بھی بہت سے سانپ چھپے بیٹھے تھے۔یہ مجلس اس صورت حال پہ غور کرنے کے لیے طلب کی گئی تھی جس میں انصار و مہاجرین سمیت تمام مسلمان شامل تھے ۔اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسی بھی موجود تھے جو مکاتبت کے ذریعے حال ہی میں اپنے یہودی مالک سے آزاد ہوئے تھے۔

انھوں نے کہا :

یارسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرا تعلق ملک فارس سے ہے جب ہمارے ہاں ایسی صورت حال پیدا ہوتی کہ دشمن ہر طرف سے یلغار کر آتا اور ہم خود میں اُن سے مقابلے کی سکت نہ پاتے تو ہم اپنے شہر کے گرد خندق کھودلیا کرتے ۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مشورے کو پسند کیا۔اگلے روز تمام صحابہ خندق کھودنے میں مصروف ہوگئے نبی اکرم ﷺ خود بنفس نفیس شامل تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ صحابہ خندق کھودتے اور ساتھ ساتھ یہ شعر بھی پڑھتے اور نبی اکرم ﷺ بھی اُن کا ساتھ دیتے۔

اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُہَاجِرَہ

یعنی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔میرے پروردگار انصار ومہاجرین کو بخش دے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ہم منزل عشق ومحبت کے مسافر ہیں جنھوں نے اپنے ہادی ومرشد کے دست مبارک پر اس بات کے لیے بیعت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کے جہاد کرتے رہیں گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے میرے پروردگار! اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہ ہدایت پہ گامزن نہ ہوتے، نہ ہم زکواۃ دیتے اور نہ ہمیں نماز کی توفیق عطا کی جاتی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اے اللہ! ہم پہ ایمان وسکون نازل فرما۔ اگر ہمارا مقابلہ دشمن سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ [*10]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

شہر مدینہ میں جنگی صورت حال تھی۔

تمام صحابہ ذوق شوق کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھے۔ وہ شدید سردی کے دن تھے اس لیے راتیں

انتہائی تاریک ہوا کرتیں۔ چنانچہ مسلمان دن کو خندق کھودتے اور رات کو مدینہ لوٹ آتے۔ خندق کی لمبائی تین کلومیٹر تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو دس دس افراد کو مختلف ٹولیوں میں منقسم کر دیا تھا۔ ہر گروہ کے ذمہ چالیس ہاتھ خندق کی کھدائی تھی۔ شہر مدینہ میں داخل ہونے کے لیے صرف ایک سمت ہی کھلی تھی باقی تین سمتوں سے حملہ کرنا دشوار بلکہ ناممکن تھا۔ اس لیے کہ شہر کے جنوب کی طرف گھنے باغات تھے اور آبادیاں تھیں۔ مشرق کی سمت لاوے کی چٹانیں تھیں یا نوکیلے پتھروں کا میدان حرہ تھا جس سے کوئی لشکر گزارنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے موقع کا جائزہ لے کر حرہ شرقی سے حرہ غربی تک خندق کھودنے کا فیصلہ کیا اور جو خندق کھودی گئی وہ کسی کمان سے مشابہ تھی۔

اگرچہ مورخین نے اس بارے میں تفصیلات فراہم نہیں کیں تاہم اغلب یہی ہے کہ اس خندق کی گہرائی دس فٹ اور اس کی چوڑائی پندرہ فٹ رہی ہوگی۔

اس لیے کہ غزوہ احزاب کی تفصیلات میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان اس خندق میں گر کر باہر نہیں نکل سکتا تھا اور گھوڑا دوڑ کر اسے پار نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ خندق کی کھدائی جاری تھی۔

جانثاری اور محبت کے بہت سے مناظر تھے۔ جو تاریخ کے دریچوں میں انفرادیت لیے ہوئے تھے عشق و وارفتگی کے وہ مظاہر تھے جنھیں زمین و آسمان نے شاذ ہی دیکھا ہوگا۔ مساوات و ہم آہنگی کا وہ رنگ تھا جس کا انسانیت اس سے قبل صرف تصور ہی کر سکتی تھی۔ اگرچہ یخ بستہ ہوائیں تھیں مگر عزم و ثبات کی گرمی سے وہ پگھل پگھل جاتی تھیں، اگرچہ عسرت و تنگ دامانی تھی مگر صبر و استقلال کے سامنے اُن کی وقعت ہی کیا تھی، اگرچہ وسائل محدود تھے مگر عزم میں پختگی انتہا کی تھی، اگرچہ پیٹ پہ پتھر بندھے تھے مگر یقین وسعت پذیر تھا، اگرچہ حالات کی شدت میں سانس بھی مشکل سے آتا تھا مگر اُن کی آنکھوں کی سرخی میں ایک قہر تھا جس کو شکست نہیں دی جا سکتی، اگرچہ دشمن کی یلغار غیر معمولی تھی مگر نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں مسلمانوں کا اطمینان قابل دید تھا، اگرچہ صحابہ ایک شدید مشقت میں تھے مگر اُن کے حوصلے اُن کی تھکن پہ حاوی تھے، اگرچہ زمین کی وسعتیں اُن پہ تنگ کر دی گئی تھیں مگر اُن کی نظریں تو آسمانوں کی وسعت پہ تھیں، اگرچہ اُن کے صبح و شام مٹی مٹی ہو رہے تھے مگر اُن کو جزا کا پختہ یقین تھا، اگرچہ اُن کے بیوی بچے خطرے میں تھے مگر اُن کے نزدیک رسول اللہ

ﷺ کی حفاظت سب سے اولین فرض تھا، اگرچہ سامانِ زیست اور سامانِ حرب محدود تھے مگر اُن کی نگاہیں اللہ کی رحمت پہ گڑی تھیں، اگرچہ پتھریلی چٹانیں اُن کا راستہ روکتی تھیں مگر وہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ لاسکتی تھیں، اگرچہ وہ شب وسحر ایک خوف اور سختی میں تھے مگر قرآن کی آیات اُن کو مہمیز فراہم کرتی تھیں، اگرچہ دشمن کی تعداد کثیر تھی مگر وہ ملائکہ کی شرکت کے گواہ تھے اگرچہ اُن کی پشت بھی غیر محفوظ تھی مگر اُن کے اندر کسی اضطراب نے راہ نہ پائی تھی، اگرچہ دشمن کی نفرت شدید تر تھی مگر اُن کی محبت کے سامنے ہیچ تھی، اگرچہ درودیوار اور خس وخاشاک اُن سے عداوت پہ مشترک ہو چکے تھے مگر اُن کے دلوں میں نوید صبح کی چمک تھی، اگرچہ وہ خیر وفلاح کے داعی تھے مگر ظلم وفسق اُن پہ یلغار کیے جاتا تھا، اگرچہ وہ آدابِ زیست سے آگاہ تھے مگر کسی تہذیبی وحشت کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار نہ تھے، اگرچہ اُن کے اشک انمول تھے مگر وہ کسی کے خوف سے نہ بہتے تھے بلکہ وہ شکر کے موتی تھے کہ ہدایت اُن کے ساتھ تھی، اگرچہ وہ مصائب کے عفریت کے گھیرے میں تھے مگر اُن کا یقین ہی اُن کا راہنما تھا۔

چنانچہ خندق کی کھدائی جاری تھی اور صحابہ کے شب وروز اُس فسوں کی طرح تھے جو پروانے کو شمع کی روشنی عطا کرتی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ جن کے مشورے پہ خندق کھودی جارہی تھی وہ اس کام میں سب سے زیادہ ماہر تھے وہ ایک دن میں پانچ گز خندق کھود دیا کرتے تھے اور صحابہ اُن کی کارکردگی پہ حیران ہوتے تھے۔ پھر اُن کو نظر لگ گئی اور وہ خندق میں ہی کسی تختے کی طرح گرے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے لکھا ہے؛

کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ حضرت سلمان فارسی کو قیس ابن صعصہ کی نظر لگی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان کو حکم دیا کہ وضو کرو اور اُس کا پانی اپنی کمر پہ ڈالو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت سلمان فارسی بتاتے ہیں کہ جب میں نے وہ پانی اپنی پشت کی طرف پھینکا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ رسیاں ٹوٹتی ہوں جن سے مجھے جکڑ دیا گیا تھا آخر میں یوں ہلکا پھلکا ہو گیا جیسے مجھے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ صحابہ کا ایک گروہ خندق کھود رہا تھا کہ اُن کے سامنے ایک پتھریلی چٹان آ گئی جو اُن کو راستہ

دینے سے انکاری ہوگئی، اُن کے ہتھیار کند ہو گئے اور تھکن سے اُن کی کمریں دوہری ہوگئیں۔آخر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے آگاہ فرمایا۔نبی اکرم ﷺ موقع پر تشریف لائے اور صحابہ سے کہا! پانی لاؤ ۔

صحابہ نے پانی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا نبی اکرم ﷺ نے اُس پانی میں اپنے لعاب کو شامل کیا اور اُس پہ کچھ پڑھ کے پھونکا اور صحابہ سے کہا اسے اِس چٹان پہ ڈال دو۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے اُس چٹان پہ وہ پانی ڈالا تو!

خدا کی قسم! وہی چٹان جس سے ہماری کدالیں آگ نکالتی تھیں اور کند ہوتی تھیں اب ایک بھربھری ریت کی طرح تھی جسے ہم ہاتھوں سے اٹھاتے اور جھولیوں میں ڈال کر خندق سے باہر نکال دیتے۔منافقین بھی اگرچہ خندق کھودنے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ ہی نکلے تھے مگر اُن کا تساہل اور اکتاہٹ اُن کے انداز سے ظاہر ہو رہی تھی اس لیے کہ اگر کسی مومن کو کسی ضروری کام سے خندق کی کھدائی کا کام چھوڑ کے جانا پڑتا تو وہ شرمندہ ہوتا اور بڑی مشکل سے خود کو اس امر پہ آمادہ کرتا اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرتا اور جلد ہی واپس آ کر پہلے سے زیادہ محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگ جاتا۔

دوسری طرف منافقین کا گروہ تھا جو بظاہر کام میں لگا ہوتا مگر دراصل بددیانتی اُن کے اندر دور تک سرایت کر چکی تھی اس لیے وہ کام تو کرتے مگر اُن کا کیا ہوا کام دکھائی نہ دیتا۔اس کے علاوہ اکثر و بیشتر وہ کام چھوڑ کر چوری سے مسلمانوں کی نظر بچا کر موقع سے کھسک جاتے اور بہت دیر بعد واپس آتے۔

اُن کے اس رویے سے اگرچہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی آگاہ تھے مگر اس کے باوجود اُن کی مذمت میں قرآن کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

" اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ النور ؛ آیات 62..63)

ترجمہ؛

"پس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب وہ ہوتے ہیں آپ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لیے تو وہ (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ ﷺ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ ﷺ سے کسی کام کے لیے تو اجازت دے دیجیے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجیے اِن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ نہ بنا لو رسول کے پکارنے کو آپس میں اُس طرح جیسے کہ تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو، اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انھیں جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ پس ڈرنا چاہیے انھیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم کے فرمان کی کہ انھیں کوئی مصیبت نہ آلے یا دردناک عذاب اُن کو گھیر لے"۔

☼☼☼☼☼☼☼

امام سہیلی لکھتے ہیں؛

کہ نبی اکرم ﷺ کے جسم پہ اُس مٹی کے آثار واضح نظر آتے جو کھدائی کے دوران آپ ﷺ کے جسم پہ لگ جاتی، اگرچہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کو آرام کا مشورہ دیتے مگر نبی اکرم ﷺ بدستور اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کی کھدائی کے کام میں مشغول رہتے۔ حضرت ابوبکرؓ مٹی کو اپنی جھولی میں بھر بھر کے خندق کے باہر لے جاتے کہ جلدی میں انھیں کوئی برتن وغیرہ نہ ملا تھا جس میں وہ مٹی ڈال

سکتے اس لیے وہ کسی تکلف میں نہ پڑے اور جھولیاں بھر بھر کے مٹی اٹھاتے رہے سچ ہے ایسی قوم کو شکست نہیں دی جا سکتی جن کے ہاں مساوات اس طرح رائج ہو جائے۔

جعیل ابن سراقہ تھے جو بہت موٹے تھے اس لیے اُن کو کام کرتے ہوئے دشواری کا سامنا تھا مگر وہ اپنے کام سے جی نہ چراتے تھے نبی اکرم ﷺ نے انھیں خندق کھودتے دیکھا اور فرمایا اگر تم کہو تو میں تمھارا نام بدل دوں؟

انھوں نے کہا! آپ کی خوشی یا رسول اللہ ﷺ!

اور آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کا نام عمر رکھ دیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ تھے کہ جب انھیں تھکاوٹ ہوتی تو وہیں خندق میں ہی سو رہتے باہر نہ نکلتے جب ہوش آتی تو پھر سے کام میں لگ جاتے۔

اور حضرت سلمان فارسیؓ تھے جو ایک ہی دن میں پانچ ہاتھ لمبی اور پانچ ہاتھ گہری خندق کھود دیتے تھے اس لیے انصار کہتے کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجرین کہتے کہ سلمان ہم میں سے ہیں تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

خندق کی کھدائی جاری تھی صحابہ پورے عزم وشوق کے ساتھ اپنے کام میں منہمک تھے کہ ایک اور چٹان نے اُن کا راستہ روک لیا۔

صحابہ کے اس گروہ میں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت نعمان بن مقرنؓ المزنی اور چھ دیگر انصاری صحابہ مصروف تھے کہ اُس چٹان نے اُن کی کدالوں کو اُلٹ دیا اُن کے ہاتھ شل ہو گئے اور اُن کی کمریں جھک گئیں مگر اُس چٹان نے ٹوٹنے کا نام نہ لیا۔

تب صحابہ نے کہا آنحضرت محمد ﷺ کو اس کی خبر کرو۔

حضرت سلمان فارسیؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے راستے میں ایک رکاوٹ آ گئی ہے اور اُس نے ہم پہ غلبہ پا لیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت سلمانؓ کے ساتھ اُس جگہ تشریف لے گئے جہاں اُس چٹان نے صحابہ کی راہ روکی تھی۔

نبی اکرم ﷺ خندق میں اترے اور کدال اپنے ہاتھ میں لے لی۔

نبی اکرم ﷺ نے کدال سے زوردار وار اُس چٹان پہ کیا تو روشنی دور دور تک پھیل گئی اور صحابہ نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی اور فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ

اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا کردی گئیں۔

چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ کے الگ ہوگیا تھا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس چٹان پہ دوسرا وار کیا اور تب بھی وہاں سے بہت روشنی نکلی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ فَارِسَ

اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کردی ہیں۔

چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ کر الگ ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے چٹان پہ تیسرا وار کیا اور وہاں سے پھر روشنی بلند ہوئی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ

اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں۔

وہ چٹان پارہ پارہ ہوگئی اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو ملک فارس یعنی ایران شام اور یمن کی فتح کی بشارت بھی دے دی جسے صحابہ نے اپنے پورے تیقن کے ساتھ قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔اِس موقع پہ کچھ منافقین بھی وہاں موجود تھے جن کے دل اِن بشارتوں کو سننے کے بعد حسد کی آگ سے جھلس گئے تھے۔

چنانچہ ایک منافق معتب ابن قشیر نے مسلمانوں سے کہا؛

ہم سکون سے قضائے حاجت بھی نہیں کر سکتے اور وہ ایرن و یمن کی فتح کی بشارتیں دے رہے ہیں۔مگر مسلمان منافقین کی دل کی بیماری سے اب آگاہ ہو چکے تھے اس لیے وہ اِن کی باتوں کو سنجیدگی سے نہ لیتے تھے۔منافقین نے مدینہ میں تحریک اسلامی کے ہر مرحلہ میں مومنین کے لیے مشکلات پیدا کیں مگر اللہ کی مدد ہمیشہ اُن کے شامل حال رہی اور منافقین کے حصے میں صرف ذلت ہی آئی۔

وہ سخت سردی کے ایام تھے اور مسلمانوں کو شدید مشقت کا سامنا تھا۔

دوسری طرف مسلمانوں کی معاشی حالت بھی قابل رحم تھی اور وہ غربت و افلاس میں مبتلا تھے۔
اُن کو روزمرہ کی خوراک بھی دستیاب نہ تھی اسی لیے تو جب کچھ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے پیٹ پہ پتھر باندھا ہوا دکھایا تو وہ یہ دیکھ کہ ششدر رہ گئے کہ شاہ دوجہاں کے پیٹ پہ ایک کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔
مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن کے شامل حال رہی اور آسمان سے رحمتیں نازل ہو رہی تھیں۔
مورخین نے بیان کیا ہے؛
کہ اُن دنوں جب ہم خندق کی مشقت میں مبتلا تھے تو ہمارے پاس کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ دوسری طرف دشمن کے بڑھتے قدموں کی چاپ ہمارے دلوں کی دھڑکن کو بے ترتیب کرتی تھی، اس لیے ہم چاہتے تھے کہ اُن کی یلغار سے پہلے خندق کو مکمل کر لیا جائے کیونکہ اگر تھوڑی سی خندق بھی کھدنے سے باقی رہ جاتی اور دشمن ہم پہ چڑھ آتا تو ہماری ساری محنت بیکار ہو جاتی۔ چنانچہ ہمارے شب و روز انتہائی اضطراب میں گزر رہے تھے اور موسم کی سردی اور پیٹ کی بھوک اُس پہ مستزاد تھی۔
جب صحابہ نے روایت کی ہے:
کہ تب ہم میں سے کسی کو بھی بغیر کچھ کھائے پیے تین روز گزر گئے تھے جب ہم نے نبی اکرم ﷺ کے پیٹ پہ دو پتھر بندھے ہوئے دیکھے۔
حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں مجھ سے برداشت نہ ہوا اور میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہا۔
تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔
اُس نے کہا:
میرے پاس کچھ جَو ہیں اور بکری کا ایک چھوٹا بچہ ہے۔
حضرت جابر نے اُن سے کہا!
تم جَو پیس لو میں بکری کو ذبح کرتا ہوں کیونکہ میں اپنی بھوک تو برداشت کر سکتا ہوں مگر رسول اللہ ﷺ بھوکے رہیں یہ میری برداشت سے باہر ہے۔

چنانچہ حضرت جابر کی بیوی نے جَو پیسے اور حضرت جابر نے بکری کے بچے کو ذبح کیا۔

حضرت جابر کی بیوی نے آٹا گوندھا اور بکری کے گوشت کی ہانڈی چولہے پہ چڑھا دی۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ اُن دِنوں ہم دن کو خندق کھودتے اور رات کو اپنے گھروں کی طرف لوٹ آتے کیونکہ اندھیرے اور شدید سردی کی وجہ سے رات کو خندق کی کھدائی کا کام جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔

اُس روز بھی جب شام ہوئی اور صحابہ مدینے کو لوٹنے لگے تو میں چپکے سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

میرے پاس بکری کا ایک چھوٹا بچہ تھا جسے میں نے آپ کے لیے ذبح کیا ہے اس لیے آپ ﷺ ایک دو لوگوں کے ساتھ تشریف لائیں اور کھانا کھائیں۔

میں سوچ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ میرے ساتھ چل دیں گے اور میرا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے اپنے قریب کھڑے صحابی سے کہا:

اہل خندق سے کہو کہ جابر بن عبداللہ نے اُن کو کھانے کی دعوت دی ہے۔

اس کے بعد میں گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور میں بار بار مڑ کے پیچھے دیکھتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔

اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں شہر مدینہ میں رسوا ہو گیا ہوں۔

اس لیے جب میں گھر پہنچا تو میرے منہ سے آواز بھی نہ نکلتی تھی۔

میری بیوی نے پوچھا؟

آخر بتاؤ تو سہی کہ ہوا کیا ہے؟

تو میں نے کہا!

رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔

فوری طور پہ تو میری بیوی بھی پریشان ہو گئی مگر پھر کچھ سوچ کے اُس نے مجھ سے پوچھا؟

تمام صحابہ کو کھانے کی دعوت تم نے دی ہے یا رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدعوع کیا ہے؟

میں نے کہا!

انھیں رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی ہے۔

تب اُس نے کہا!

تم پریشان نہ ہو اللہ اور اُس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ حضرت جابر بن عبداللہ کے گھر پہنچے اور اُن سے کہا :

ہانڈی کہاں ہے اور روٹیاں کہاں ہیں۔

ہم نے ہانڈی اور روٹیاں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ہانڈی اور روٹیوں پہ کچھ پڑھا اور میری بیوی سے کہا!

ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا اور نہ اس میں جھانک کر دیکھنا بس اس میں سے سالن ڈال کے دیتی رہنا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا!

دس دس آدمی آؤ اور کھانا کھاتے رہو۔

چنانچہ صحابہ دس دس کی تعداد میں آتے اور جی بھر کے کھانا کھانے کے بعد رخصت ہو جاتے۔

اور ہم نے دیکھا کہ ہانڈی سے نہ سالن کم ہو رہا تھا اور نہ ہی روٹیوں کی کوئی کمی تھی۔لوگ دیر تک کھانا کھاتے رہے حتیٰ کہ ایک ہزار آدمی نے اُس ہانڈی سے خوب جی بھر کے کھانا کھایا اور ہانڈی میں سالن ابھی اُسی طرح تھا جیسے کہ ابھی اُس سے سالن نکالنا شروع ہی نہ کیا گیا ہو۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ سے معجزات ظاہر ہوتے رہے اور ہم خندق کی کھدائی میں منہمک رہے۔

☼☼☼☼☼☼☼

اُس روز صبح صبح ہی نبی اکرم ﷺ کے قریب سے ایک لڑکی گزری اور اُس کے ہاتھ میں کچھ تھا جسے وہ لوگوں سے چھپاتی تھی۔

دراصل وہ قلیل تعداد میں کھجوریں تھیں جو نعمان بن بشیر کی ہمشیرہ نے بھیجی تھیں کہ کھجوروں سے اُن

کے شوہر اور بھائی عبداللہ بن رواحہ ناشتہ کرلیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس لڑکی کو پکارا اور فرمایا!

میرے قریب آؤ اور دکھاؤ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے۔

لڑکی نے وہ خشک کھجوریں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ رکھ دیں اور وہ مٹھی بھر تھیں

نبی اکرم ﷺ نے اپنے سامنے ایک کپڑا بچھایا اور صحابہ سے کہا!

آؤ ناشتہ کرلو۔

چنانچہ صحابہ خندق سے نکلے اور کھجوریں کھانے لگے۔

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے محسوس کیا اُس کپڑے سے کھجوریں جیسے ابلنے لگی ہوں ہم جوں جوں اُن کھجوروں کو کھاتے جاتے وہ مقدار میں بڑھتی جاتیں حتیٰ کہ وہ کپڑے کے کناروں سے باہر گرنے لگیں اور ہم تھے کہ اب سیر ہو چکے تھے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ!

یہ خندق کے دِنوں کی بات ہے جب مسلمان تنگی اور شدت میں تھے تو اُم عامر اشہلیہ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے تھوڑا سا حلوہ بنا کے روانہ کیا۔

حضرت اُم سلمہؓ نے اپنی ضرورت کے مطابق اُس میں سے تناول فرمایا پھر برتن رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ حلوہ صحابہ کو پیش کردیا۔

صحابہ نے اُس حلوے سے کھانا شروع کیا اور وہ بڑھتا ہی رہا حتیٰ کہ ہم سب سیر ہو گئے۔

مورخین نے بیان کیا ہے:

کہ صحابہ نے پندرہ روز کی شدید محنت کے بعد خندق تیار کر لی تھی جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں حضرت عبداللہ اُم مکتوم کو اپنا نائب مقرر کیا اور صحابہ کے ساتھ مدینہ کو چھوڑ کر جبل سلع کے دامن میں فروکش ہو گئے۔

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں کی عورتیں اور بچے محفوظ گڑھیوں میں منتقل ہو گئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثؓ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کوتفویض فرمایا۔

نبی اکرم ﷺ کے لیے چرمی خیمہ نسب کردیا گیا تھا۔

حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمیٰؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ اس خیمے میں اقامت گزیں ہوئیں۔

✡✡✡✡✡✡✡

پھر قریش کا لشکر جرار بھی آ پہنچا۔

وہ ایک متحدہ لشکر تھا جو دنیا کی غالباً سب سے چھوٹی ریاست پہ حملہ آور ہوا تھا اُن دِنوں اسلامی ریاست کا رقبہ بیس مربع میل سے زیادہ نہ تھا اگرچہ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اسلامی مملکت بیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھی۔

قریش اور اُن کے حلیف قبائل مجمع الاسیال نامی مقام پہ فروکش ہوئے جو برساتی نالوں کے پانی اکٹھا ہونے کی جگہ تھی۔

قریش نے وہاں اپنے خیمے نصب کیے اور اُن کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔

اہل نجد کے قبائل جن میں بنوغطفان اور اُن کے حلیف قبائل شامل تھے اُحد پہاڑ کی ترائی میں مقام زنب نقمیٰ پہ خیمہ زن ہوئے۔اُن کی تعداد چھ ہزار سے زائد تھی اور اُن کا سردار عینیہ بن حصن فزاری تھا۔

اور اہل یہود تھے جنھوں نے منصوبے کے مطابق مدینہ کے اندر سے حملہ کرنا تھا جب کفارِ قریش مدینہ پہنچے تو اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اچانک ہی مسلمانوں کو جالیں گے اور اُن کا لشکر جرار بہت جلد تمام مسلمانوں کو تہہ تیغ کردے گا اس کے بعد وہ مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کو اپنا غلام بنالیں گے۔

مگر جب وہ مدینہ پہنچے تو انھیں ایک گہری خندق کا سامنا تھا۔

اور ابوسفیان کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ ایک بہت ہی عمدہ جنگی چال تھی اگرچہ اہل عرب کو اس سے قبل ایسی

صورت حال کا کبھی سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے :

کہ تب مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور کفار کی تعداد بارہ ہزار سے زائد تھی۔ [*11]

کفار قریش پریشان تھے کہ وہ اس خندق کا کیا کریں؟

اس سوال نے اُن کی راتوں کی نینداور دن کا چین چھین لیا تھا۔

ابوسفیان نے پوری خندق کا جائزہ لے لیا تھا وہ اپنے لشکروں کے کروفر کو بھول کر اب اس صورت حال کا کوئی حل نکالنا چاہتا تھا مگر بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

وہ اپنے لشکر کو لے کر خندق کے کناروں تک پہنچتے اور مسلمانوں پہ تیر برساتے اور پتھراؤ کرتے مگر وہ جانتے تھے کہ اس طرح وہ اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے اور یہی اُن کی سب سے بڑی پریشانی تھی۔

کئی روز گزر گئے تھے مگر لشکر کفار کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا تھا۔

مشرکین باری باری اپنے دستوں کے ساتھ آگے بڑھتے اور بغیر کسی کامیابی کے واپس لوٹ آتے۔

ایک دن ابو سفیان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا اور خندق کے ساتھ ساتھ چہل قدی کرتا۔مسلمانوں پہ پتھراؤ کیا جاتا اور تیز انداز مسلمانوں پہ تیر چلاتے مگر اس سے مسلمانوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچا تھا۔

کسی دن ہبیرہ بن وہب آگے بڑھتا اور کسی دن عمرو بن حامل کی باری ہوتی۔

کسی دن ضرار ابن خطاب آگے بڑھتے اور کسی دن عکرمہ بن ابوجہل آگے بڑھ کے کوشش کرتا۔

ایک دن ایک عرب شہ سوار نوفل ابن عبداللہ ابن مغیرہ نے دور سے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اُس کا خیال تھا کہ وہ خندق کے پار جا اترے گا اُس کے گھوڑے نے اگر چہ لمبی چھلانگ لگائی مگر وہ خندق پار نہ کر سکا اور خندق میں ہی گرا اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔

کئی دن سے نوفل بن عبداللہ کی لاش خندق ہی میں پڑی تھی۔

مشرکین کو نوفل بن عبداللہ کی موت کا بہت صدمہ تھا اس لیے کہ وہ اِن کا عمدہ شہسوار تھا۔چنانچہ ابو سفیان نے نبی اکرم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم سے بارہ ہزار درہم لے لیں اور ہم کو نوفل بن

عبداللہ کی لاش اٹھانے دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کے قاصد سے کہا :

ہم لاشیں نہیں بیچا کرتے تم اسے اٹھالو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

کفارِ قریش کوشش کرتے رہے کہ مسلمانوں کو خاطر خواہ نقصان پہنچا سکیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک دن کفارِ قریش خندق کا جائزہ لے رہے تھے تو ایک جگہ انھیں خندق کا عرض قدرے کم لگا تو اُن کے کئی سواروں جن میں عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن عبدود بھی شامل تھے نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور وہ خندق کے پار جا اترے۔

مسلمان فوراً وہاں پہنچ گئے اور انھوں دشمن کے اِن سواروں کو گھیر لیا۔

عمرو بن عبدود قریش کا نامی سوار تھا وہ غزوہ بدر میں زخمی ہوا رتھا اور غزوہ اُحد میں انھی زخموں کی وجہ سے شرکت نہ کر سکا تھا مگر اب کے وہ اپنے خود پر امتیازی نشان لگا کر آیا تھا۔

اُس نے مسلمانوں کو مبارزت کے لیے پکارا :

مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی ابن طالبؓ اُس کے مقابلے کے لیے نکلے حضرت علیؓ نے چونکہ زرہ اور خود پہن رکھا تھا اس لیے عمرو بن عبدود اُن کو نہ پہچان سکا اور پوچھا تم کون ہو؟

حضرت علیؓ نے جواب دیا، میں علیؓ ابن طالب ہوں۔

حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود پہ اسلام پیش کیا۔

عمرو بن عبدود نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؓ نے کہا! پھر مجھ سے مقابلہ کرو۔

عمرو بن عبدود نے کہا!

میرا ابو طالب کے ساتھ مروّت کا تعلق تھا اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ اُس کا بیٹا میرے ہاتھوں سے قتل ہو۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

مگر میں تمھیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔

اس پہ عمرو بن عبدود غصے میں آ گیا وہ اپنے گھوڑے سے کودا اور اُس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ

دیں اُس کے منہ پہ تلوار دے ماری۔

پھر وہ حضرت علیؓ کے مقابل اترا۔

حضرت علیؓ اور اُس کے درمیان جنگ ہوئی دونوں نے ایک دوسرے پہ خوب وار کیے آخر میں حضرت علیؓ اُس پہ غالب آ گئے اور انھوں نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا۔

عمرو بن عبدود جیسے بڑے شہ سوار کے قتل نے اُس کے ساتھیوں کے حوصلے پست کر دیئے اور وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے خندق کی دوسری طرف اپنے لشکر میں جا اترے۔

دوسری طرف مدینہ کے اندر بھی یہودیوں کی سازشیں جاری تھیں اور حیٔ بن اخطب سرگرم عمل تھا۔

نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ حیٔ بن اخطب نے قریش اور بنو غطفان سے ایک ایک ہزار سپاہی مانگے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں پہ حملہ کر سکے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمہ بن اسلم کو دو سو سپاہی اور حضرت زید ابن حارثہؓ کو تین سو لوگوں پہ سربراہ مقرر کیا اور اُن سے کہا وہ مدینہ جائیں اور مدینہ کے گلی کوچوں میں گھومیں اور تکبیریں کہیں تاکہ دشمن کو احساس ہو کہ ہم نہ تو بے خبر ہیں اور نہ کمزور ہیں۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب عربوں کی افواج نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا تو حیٔ بن اخطب بنو قریظہ کی گڑھیوں کی طرف روانہ ہوا کہ وہ ابھی تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدے پہ قائم تھے۔

حیٔ بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے دروازے پہ پہنچا اور اُسے کہا دروازہ کھولو!

کعب بن اسد نے کہا!

میں ہرگز ہرگز تمھارے لیے دروازہ نہ کھولوں گا اس لیے کہ میں جانتا ہوں تُو انتہائی بدقماش انسان ہے اور میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے میں ہوں اور میں نے اُن میں ایفائے عہد اور صداقت کے بجز کچھ نہیں دیکھا اس لیے میں تیرے کہنے میں آ کر اُن سے کبھی بدعہدی نہ کروں گا۔

حیٔ بن اخطب نے کہا!

تم دروازہ تو کھولو!

آخر کعب بن اسد نے اُس کے لیے دروزہ کھول دیا۔

حیّٔ بن اخطب نے اُس سے کہا!

بخدا! میں تو تیرے لیے زمانے بھر کی عزت اور عربوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر لے کے آیا ہوں۔

خدا کی قسم! میں نے قریش کے لشکروں کو رومہ کے قریب وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے اور بنو غطفان کے جنگجو سرداروں نے کوہ اُحد کے ایک جانب ذنب نقمیٰ میں اپنے خیمے گاڑے ہیں۔

اور اِن سب نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ وہ اس وقت تک پیٹھ نہ پھریں گے جب تک کہ وہ محمد (رسول اللہ ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں کا خاتمہ نہ کرلیں۔

کعب بن اسد اب بھی اُس سے متاثر نہ ہوا اور کہا!

خدا کی قسم! تو میرے پاس زمانے بھر کی عزت نہیں بلکہ ذلت لے کے آیا ہے وہ بادل لے کے آیا ہے جو گرجتا اور چمکتا تو ہے مگر اُس میں پانی کا ایک قطرہ تک نہیں ہے۔

مگر حیّٔ بن اخطب مسلسل اُس کو عہد شکنی پہ اکساتا رہا اور سبز باغ دکھاتا رہا۔

حیّٔ بن اخطب نے قسم کھائی کہ اگر اہل قریش اور بنو غطفان مسلمانوں کو اسی طرح چھوڑ کے چلے گئے تو میں تمھارے ساتھ رہوں گا تب جو انجام تم سہو گے وہی میرا مقدر ہوگا۔

آخر کعب بن اسد قرظی حیّٔ بن اخطب کی باتوں میں آ ہی گیا اور اُس نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی ٹھان لی۔

نبی اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی کہ یہودیوں نے اُن سے کیا گیا معاہدہ توڑ دیا ہے اور اب وہ قریش کے ساتھ ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے مدینہ روانہ کیا اور اُن سے کہا۔

اگر تم دیکھو کہ یہودی بدعہدی پہ مائل ہیں تو واپس آ کے مجھ سے اشارے میں بات کرنا اور لوگوں کے بازوؤں کو کمزور مت کرنا اور اگر یہ بات غلط ہو تو پھر سب کے سامنے بیان کرنا۔

چنانچہ یہ لوگ بنو قریظہ کی بستیوں میں پہنچے تو انھیں اس خبر سے بھی زیادہ خباثت پہ مائل پایا جو اُن تک پہنچی تھی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کعب بن اسد قرظی کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا معاہدہ یاد دلایا تو وہ خباثت سے بولا!

کون اللہ کے رسول! ہم کسی اللہ کے رسول کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہم نے کسی سے کوئی معاہدہ کیا ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ غصے والے آدمی تھے اس لیے انھوں نے یہودیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر یہودیوں نے جواباً اُن کو برا بھلا کہا اور اُن کا کوئی لحاظ نہ کیا حالانکہ ماضی میں وہ اِن کے حلیف تھے۔

مسلمان نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا!

عضل و قارہ (یعنی یہ لوگ اسی طرح غداری پہ آمادہ ہیں جس طرح کہ عضل و قارہ نامی قبیلوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا تھا)۔

نبی اکرم ﷺ اُن کا اشارہ سمجھ گئے۔

امام علی ابن برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے:

کہ نبی اکرم ﷺ یہ خبر سن کر خاموش ہو گئے اور انھوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا!

پھر ہم نے آپ ﷺ پہ وحی کے آثار دیکھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے سر پہ کپڑا ڈال دیا۔

تھوڑی دیر بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ

اے گروہ مسلمین! تمھیں خوشخبری ہو!

بنو قریظہ کی عہد شکنی کے بعد آزمائش بڑھ گئی تھی اور خوف شدید ہو گیا تھا منافقین کا نفاق کھل گیا تھا اور مومن آزمائش کی اس بھٹی سے گزر کر کندن بننے والے تھے۔

چنانچہ منافقین کے ایک گروہ میں سے بنی حارثہ بن حارث کا ایک فرداوس بن قبطی اٹھا اور کہنے لگا!

یارسول اللہ ﷺ!

ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اجازت عطا فرما دی!

مگر مسلمان اپنی جگہ پہ ڈٹے رہے اور اُن کے جذبوں میں کوئی تلاطم نہ تھا اور نہ اُن کی آنکھوں میں کوئی خوف تھا۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے فرمایا:

حضرت سعد بن معاذؓ مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ مومنین کی ماں نے انھیں بلندی سے دیکھا کہ وہ بنو حارثہ کے ایک قلعے میں تشریف فرما تھیں نے حضرت سعدؓ کی ماں سے کہا!

کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔

اور حضرت عائشہؓ نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ حضرت سعدؓ کی زرہ چھوٹی تھی اور اُن کے بازو ننگے ہوتے تھے۔

حضرت سعد کی ماں نے کہا!

آپ نے یہ بات اس لیے کہی کہ کہیں تیر اُن کے بازو پہ ہی نہ لگے۔

ہاں مجھے یہی خدشہ ہے کہ کہیں اُن کو وہاں تیر نہ لگے جہاں اُن کے بازو پہ زرہ نہ تھی۔

پھر ایک دن جب کفار کے لشکروں نے خندق کے اُس پار سے تیر اندازی کی تو بنی عامر بن لوئی کے ایک فرد حبان بن قیس بن عرفہ نے تیر کمان میں چڑھایا اور مسلمانوں کو پکارا!

یہ تیر لو میں ابن عرفہ ہوں۔ [*12]

اور وہ تیر حضرت سعد بن معاذ کو اُسی جگہ آ کے لگا جس جگہ تیر لگنے کا خدشہ حضرت عائشہ نے ظاہر کیا تھا حضرت سعد بن معاذ کی رگِ اکحل کٹ گئی اور اُن کا بہت سا خون بہہ گیا۔

حضرت سعد بن معاذ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی:

اے اللہ!

اگر تو قریش کے ساتھ لڑائی ختم ہوگئی ہے تو مجھے اسی زخم سے شہادت عطا فرما اگر تو نے قریش کے ساتھ جنگ ابھی باقی رکھی ہے تو مجھے زندہ رکھ کہ مجھے اس قوم سے بڑھ کر کسی اور قوم سے جہاد کی خواہش نہیں جنھوں نے اللہ کے رسول محمد ﷺ کو اذیت پہنچائی تھی۔ اے اللہ بنی قریظہ کے انجام سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما!

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کو بنو قریظہ کے انجام تک زندہ رکھا۔

مسلمانوں کو حملہ آور کفار کی طرف سے خطرہ کم تھا اور مدینہ کے اندر سے یہودیوں کی بغاوت کی زیادہ

فکر تھی۔

اس لیے وہ بے حد محتاط تھے اور مسلمان سواروں کے دستے شہر مدینہ میں گھومتے رہتے مگر چونکہ اُن کا اصل مقابلہ بیرونی حملہ آوروں سے تھا اس لیے وہ ہمہ وقت مدینہ میں نہ ٹھہر سکتے تھے بلکہ اُن کو واپس اپنے اصل محاذ کی طرف لوٹنا ہوتا تھا۔

حضرت ابن اسحٰق نے لکھا کہ!

حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کے ساتھ ایک قلعے میں مسلمانوں کی بہت سی عورتیں اور بچے موجود تھے جن میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔ حضرت صفیہؓ نے دیکھا کہ ایک یہودی کافی دیر سے اُن کے قلعے کے اطراف چکر کاٹ رہا ہے اور جائزہ لے رہا ہے کہ اس قلعے میں صرف عورتیں اور بچے ہی ہیں یا کہ مرد بھی اُن کی حفاظت پہ متمکن ہیں۔

حضرت صفیہؓ بن عبدالمطلب نے کہا کہ ہماری حفاظت کے لیے قلعے میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے سوا اور کوئی مرد نہ تھا اور حسان بن ثابتؓ بھی نرے شاعر ہی تھے اور اُن میں مردوں والی کوئی بات نہ تھی۔

میں نے اُن سے کہا کہ!

مجھے خدشہ ہے کہ یہ یہودی واپس جائے گا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آئے گا اور آپ جانتے ہیں کہ ہماری حفاظت کے لیے یہاں کوئی مرد نہیں ہے اس لیے آپ نیچے جائیں اور اُس مرد کو قتل کر دیں جو قلعے کا جائزہ لے رہا ہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے کہا!

اے عبدالمطلب کی بیٹی آپ جانتی ہیں کہ میں ایک شاعر ہوں اور مجھے جنگ و جدل سے کوئی دلچسپی نہیں۔

حضرت صفیہؓ کہتی ہیں کہ میں اُن سے مایوس ہو کے خود ہی نیچے گئی اور مجھے وہاں پڑی ہوئی ایک لٹھ نظر آ گئی میں نے وہ لٹھ اٹھا لی اور اُس یہودی پہ پیچھے سے حملہ کر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد میں اوپر چلی آئی اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا!

آپ نیچے جائیں اور اُس شخص کا لباس اور ہتھیار اٹھا لائیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے جواب دیا مجھے اس چیز کی حاجت نہیں۔

چنانچہ میں دوبارہ نیچے آئی اور میں نے اُسی شخص کی تلوار سے اُس کا سر کاٹا اور قلعے سے دور نیچے پھینک دیا تاکہ یہودی جان جائیں کہ ہم بے یارو مددگار نہیں ہیں اور مرد ہماری حفاظت کے لیے موجود ہیں۔

چنانچہ یہودیوں نے اپنے آدمی کا کٹا ہوا سر دیکھا اور اس کے بعد کسی یہودی نے ہمارے قلعے کی طرف رخ نہ کیا۔

☼☼☼☼☼☼☼

بیس راتوں سے زیادہ وقت گزر چکا تھا کہ ایک طرف مسلمان خندق کی اُس طرف خیمہ زن تھے اور خندق کی اِس طرف اہل قریش اور بنوغطفان خیمہ زن تھے۔ بنوقریظہ کی بغاوت کے بعد مسلمانوں کے لیے حالات مزید خراب ہو چکے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگی چال چلنے کا فیصلہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے کا سوچا اور بنوغطفان کے سرداروں کو طلب کیا۔ چنانچہ عینیہ بن حصن اور فزاری اور حرث ابن عوف مری نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

تم قریش سے الگ ہو جاؤ کیونکہ اُن کا ساتھ دینے میں تمھارا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم تمھیں مدینہ کی کھجوروں کی پیداوار کا ایک تہائی دینے کو تیار ہیں۔

بنوغطفان اور اُس کے ساتھیوں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ حضرت عثمانؓ نے معاہدہ بھی تحریر کر دیا مگر ابھی اُس پہ فریقین اور گواہوں کے دستخط ہونے باقی تھے۔

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ بنوخزرج اور بنو اوس کے سرداروں سے مشاورت کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو طلب کیا۔

حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نے نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بنوغطفان کے

سرداروں کوٹانگیں پھیلائے بیٹھے دیکھا تو انھوں نے اس بات کوسخت ناپسند کیا اور اُن سے کہا وہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہیں اس لیے تمیز سے بیٹھیں۔

انھوں نے اپنی ٹانگیں سمیٹ لیں اور سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کے ساتھ اُٹھ کے خیمے سے باہر تشریف لے آئے اور اُن کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! یہ اللہ کا حکم ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! نہیں

حضرت سعد نے پھر پوچھا؟

کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

دراصل میں اس امر پہ اس لیے راضی ہوا کہ تمام عربوں نے تمھیں اپنی کمانوں کے نیچے رکھ لیا ہے اور میں یہ کام صرف تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں اور یہ تو محض ایک جنگی چال ہے تا کہ ہم دشمن کو کمزور سکیں۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! ہم جاہل تھے اور یہ بھی جاہل تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے یہ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے پھر اللہ نے ہمیں تو آپ ﷺ کی بدولت ہدایت اور عزت سے نواز دیا مگر یہ لوگ بدستور اپنی جہالت پہ قائم رہے۔

یارسول اللہ ﷺ جب ہم جاہل تھے تب بھی یہ ہماری ایک کھجور بھی ہم سے چھین کر کھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے کجا کہ یہ ہمارے مہمان ہوں یا ہم سے کھجوریں خرید کے کھائیں اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت اور عزت سے نوازا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اُن کو خراج ادا کریں۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ ہماری فکر نہ کریں اُن کے لیے ہمارے پاس صرف تلواریں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ بنواوس اور بنوخزرج کے سرداروں کے حوصلے پہ خوش ہوئے اور اُن سے کہا!

اچھا! تم جانو اور تمھارا کام۔

پھر وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے خیمے کے اندر گئے اور بنوغطفان کے سرداروں سے کہا! ہم تم سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتے تم یہاں سے چلے جاؤ تمھارے لیے ہمارے پاس صرف تلواریں ہیں اور حضرت سعد بن معاذؓ کے ہاتھ میں وہ معاہدہ تھا جسے تھوڑی دیر قبل ہی تحریر کیا گیا تھا اور انہوں نے اُسے بنوغطفان کے سرداروں کے سامنے پہ پھاڑ کر پھینک دیا۔

چنانچہ بنوغطفان کے سردار مایوس ہو کر وہاں سے اٹھ گئے۔

تناؤ برقرار تھا اور دونوں طرف سے فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے پہ جمی ہوئیں تھیں۔

کفار کسی بڑی کامیابی کے منتظر تھے مگر اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کس طرح ہوگا۔

مگر وہ کامیابی مسلمانوں کو ملی۔

✡✡✡✡✡✡✡

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے؛

دشمن کی بے پناہ تیراندازی اور پتھراؤ سے اُن کے چند ساتھی شہید ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انصار کے ایک گروہ سے فرمایا انھیں مدینہ لے جاؤ اور وہیں دفن کرو چنانچہ ہم اپنے ساتھیوں کو دفن کرنے کے بعد واپس ہوئے تو ہم نے اونٹوں کا ایک قافلہ دیکھا جس پہ بے پناہ سامان رسد لدا ہوا تھا۔

بیس اونٹوں پہ مشتمل اس قافلے پہ گیہوں کھجوریں اور جانوروں کے لیے چارہ لدا ہوا تھا اور یہ حیّی بن اخطب کا قافلہ تھا جو اُس نے لشکر کفار کی تقویت کے لیے مدینہ کے یہودیوں کی طرف سے روانہ کیا تھا۔

مسلمانوں نے دشمن کی رسد سے لدے اس قافلے پہ حملہ کر دیا قافلے کی حفاظت پہ مامور کچھ لوگوں کو تو ہم نے قتل کر دیا اور کچھ موت کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ہم نے رسد سے لدے یہ تمام اونٹ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے جس سے نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے کیونکہ رسد کے اس سامان سے مسلمانوں کو زبردست آرام اور فراغت نصیب ہوئی تھی۔

ایک دن خالد بن ولید نے مسلمانوں پہ حملہ کیا۔

حضرت اسید بن حضیرؓ کے ساتھ دوسو مسلمانوں کا دستہ تھا انھوں نے خالد بن ولید کا حملہ نا کام بنا دیا۔

قریش مکہ اور اُن کے حواری اب اس محاصرے سے تنگ آنے لگے تھے انھوں نے ایک روز فیصلہ کیا آج ہم سب مل کر مسلمانوں پہ حملہ کریں گے۔

اور کفار کے تمام لشکروں نے خندق کو گھیر لیا صحابہ بیان کرتے ہیں کہ یوں لگتا تھا جیسے اندھیرا ہو گیا ہو۔

کفار نے بے پناہ تیراندازی کی اور پتھراؤ شروع کر دیا۔

مسلمانوں کی طرف سے بھی تیراندازی کی جا رہی تھی۔

پورا دن مسلسل جنگ ہوتی رہی۔

حتیٰ کہ رات کا اندھیرا چھانے لگا۔

ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

میری عصر کی نماز قضاء ہو گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

اللہ دشمن کو برباد کرے انھوں نے آج ہمیں کوئی نماز ادا نہیں کرنے دی۔

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تب کہیں جا کے یہ معرکہ ختم ہوا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

اور مسلمانوں نے رات کے اس اندھیرے میں پہلے ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت بلال نے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت بلال نے مغرب کی نماز کے لیے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے مغرب کی نماز ادا کی اس کے بعد حضرت بلال نے عشا کی نماز کے لیے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے عشا کی نماز ادا کی۔

نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور احزابیوں کے لیے بد دعا کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

اللھم منزل الکتاب، سریع الحساب ، اھزم الاحزاب ،

اللھم اھزمھم وانصرنا علیھم وزلزلھم۔

اے اللہ! اے جلد حساب لینے والے احزابیوں کو شکست سے دوچار کر۔

اے اللہ!

ان کو مغلوب کر دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما!

اے اللہ! اِن کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ!

نبی اکرم ﷺ کی دعائیں اتنی سرعت سے قبول کی جاتیں کہ ہم ششدر رہ جاتے کیونکہ اسی شب نعیم بن مسعود ہمارے درمیان اترا جس نے اس جنگ کا نقشہ بدل دیا۔

حضرت نعیم بن مسعود کا تعلق بنو غطفان سے تھا۔

امام عبداللہ سہیلی نے اُن کا نسب بیان کیا ہے۔

نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان۔

نعیم بن مسعود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی!

یا رسول اللہ ﷺ!

میں اسلام قبول کر چکا ہوں مگر یہ بات میرے قبیلے کو بھی معلوم نہیں۔

آپ ﷺ مجھ سے جو کام لینا چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

دشمن میں انتشار پیدا کر دو۔

نعیم بن مسعود مسکرائے اور کہا!

یا رسول اللہ ﷺ!

یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔

جلد ہی آپ ﷺ دشمن کے لشکروں کو ایک دوسرے سے بدگمان دیکھیں گے۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہوئے اور بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے ہاں جا پہنچے۔

ایک تو حضرت نعیم بن مسعود کے تعلقات بہت وسیع تھے دوسرے وہ بہت چرب زبان تھے، یاد رہے یہ وہی نعیم بن مسعود ہیں جن کو ابو سفیان نے بدر الآخر کی جنگ میں قریش کی بے پناہ طاقت کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے بھیجا تھا اور وہ کامیاب بھی رہے تھے کہ بہت سے کمزور دل مسلمان اندر سے سہم گئے تھے یہ تو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کی برکت تھی کہ مسلمان فوراً ہی مستحکم ہو جاتے اور اُن کے دلوں سے سب خوف دور ہو جاتے۔

چنانچہ جب وہ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے ہاں اترے تو اُن کی خوب تکریم کی گئی۔

انھوں نے بنو قریظہ کے سردار سے کہا!

اے بنو قریظہ! میری تم سے جو دلی محبت ہے اور مسلمانوں سے جس قدر گہری عداوت ہے اُس سے تم خوب آگاہ ہو:

بنو قریظہ کے لوگوں نے کہا!

بے شک ہمیں تم پہ پورا اعتماد ہے تم جو بات بھی کہو گے وہ ہمارے فائدے کی ہو گی۔

حضرت نعیم بن مسعود نے کہا!

میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم نے اس جنگ میں خود کو الجھا کے غلطی کی ہے اس لیے کہ قریش اور بنو غطفان کا تو جب جی چاہے گا اپنے اونٹوں پہ سوار ہوں گے اور اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اُن کے کون سے بچے اور عورتیں اور جائیدادیں یہاں ہیں جو وہ کسی کا انتظار کریں گے۔

مگر تم لوگوں کی جائیدادیں عورتیں اور بچے سب یہیں ہیں اور اگر وہ تمھیں محمد ﷺ کے رحم و کرم پہ چھوڑ کے چلے گئے تو تم اُس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کا تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ اس محاصرے سے اب اکتانے لگے ہیں اس لیے اگر وہ تم سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پہ حملہ کرو تو اُن سے کہنا اپنے کچھ سردار بطور رہن تمھیں دے دیں تاکہ تمھیں اس بات کا اطمینان رہے کہ وہ اب بھاگ کے نہیں جائیں گے۔

یہودیوں کے دلوں میں یہ بیج بو کر حضرت نعیم بن مسعود کفار قریش کے لشکر میں پہنچے اور اُن سے کہا!

تم میرے بارے میں سب جانتے ہو اس لیے میری بات کو یونہی نہ پھینک دینا قریش نے کہا!

تم جو کہنا چاہتے ہو کہو ہم جانتے ہیں کہ تم قابل اعتماد آدمی ہو۔

نعیم بن مسعود نے کہا!

اڑتی اڑتی کچھ باتیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ تمھارے کانوں میں ڈال دوں تا کہ غفلت میں تم سے کوئی بڑی غلطی نہ ہو جائے۔

قریش چوکنے ہو کے بیٹھ گئے اور نعیم بن مسعود کی بات غور سے سننے لگے۔

میں نے سنا ہے کہ بنوقریظہ کے یہودی مسلمانوں سے معاہدہ توڑنے پہ پچھتا رہے ہیں اور انھوں نے اپنا ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیجا ہے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا ہے کہ اگر ہم قریش کے کچھ سرداروں کو آپ کے حوالے کر دیں تا کہ آپ انھیں قتل کر سکیں تو آپ ہماری خطا معاف فرما دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی اس بات کا مثبت جواب دیا ہے اس لیے ہوشیار رہنا اگر یہودی تم سے کہیں کہ اپنے کچھ سرکردہ لوگ بطور رہن ہمارے حوالے کر دو تو تم صاف انکار کر دینا۔

قریش نے بھی اُس کی بات کو دل میں بٹھا لیا پھر اُس کی بات کے متعلق حقائق جاننے کے لیے ابو سفیان نے عکرمہ بن ابی جہل اور بنوغطفان کے کچھ لوگوں کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا۔

وہ یہودیوں کے پاس ابوسفیان کا یہ پیغام لے کر گئے تھے۔

ابوسفیان نے اہل یہود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں مسلمانوں کا محاصرہ کیے کافی مدت گزر چکی ہے، موسم بہت شدید ہے اور رسد مفقود جس کی وجہ سے ہمارے جانور مرنے لگے ہیں اس لیے وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ مدینہ کے اندر سے بغاوت کر دو اور ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پہ حملہ آور ہو جاؤ اور یہ کام کل ہی کر گزرو کہ ہمیں اس کام میں اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔

بنوقریظہ نے ابوسفیان کے وفد سے کہا!

کل تو خیر ہفتہ ہے اور تم جانتے ہو کہ ہفتے کے روز ہم کچھ بھی نہیں کرتے۔

اس کے بعد بھی ہم اُس وقت تک تمھارے ساتھ نہ نکلیں گے جب تک تم اپنے ستر سردار بطور رہن ہمارے پاس نہ بھیجو گے اس لیے کہ ہمیں خدشہ ہے جب جنگ کی سختی تم پہ چھا جائے گی تو تم لوگ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کے رحم و کرم پہ چھوڑ کے چلتے بنو گے۔

قریش کا وفد نامراد ابوسفیان تک پہنچا اور اُسے اہل یہود کی شرائط سے آگاہ کیا!

بخدا! یہ تو وہی بات ہے جو نعیم بن مسعود نے کہی تھی۔

ابو سفیان کے منہ سے نکلا!

اس کے بعد وہ پھر گویا ہوا!

خدا کی قسم! میں تو اُن کو بکری کا ایک بچہ بھی نہ دوں گا۔

حضرت نعیم بن مسعود اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے اور انھوں نے دشمن کے دشمن کے مابین گہری دراڑ ڈال دی تھی۔

قریش اور مدینہ کے یہودی بری طرح ایک دوسرے سے بدگمان ہو چکے تھے۔

ادھر حیُیٰ بن اخطب نے ایک بار پھر کوشش کی کہ وہ کفار قریش اور یہود مدینہ کے درمیان اعتماد کی فضا قائم کر سکے مگر نہ تو یہودیوں نے اُس کی بات مانی اور نہ ہی

اہل قریش اپنے سردار بطور رہن بنو قریظہ کے ہاں بھیجنے کو تیار تھے اس بات کو وہ اپنی توہین سمجھتے تھے۔

چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہوا۔

☼☼☼☼☼☼☼

خندق کے دوسری طرف مسلمان تھے جو انتہائی نامساعد حالات کے باوجود ڈٹے ہوئے تھے اس جنگ میں مسلمانوں کا جنگی شعار " **هم لا ينصرون** " تھا۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

جس رات مشرکین غزوہ خندق سے فرار ہوئے وہ بہت سخت رات تھی۔

چہار سو گہرا اندھیرا تھا اور اتنی زبردست سردی تھی کہ ہم ایک دوسرے میں گھسے جاتے تھے۔

حضرت ابو حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ!

تب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا!

کون ہے جو خندق کے اُس پار جائے اور مجھے دشمن کے حالات سے آگاہ کرے۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بات سنی مگر ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔

کیونکہ ہم شدید تھکاوٹ میں تھے، شدید سردی میں تھے، شدید بھوک کا شکار تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ فرمایا!

کون ہے جو جائے اور مجھے دشمن کے حالات سے آگاہ کرے میں اپنے رب سے دُعا کروں گا کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہو۔ مگر ہم حالات کی شدت سے اس قدر مغلوب تھے کہ اتنی بڑی بشارت کے باجود ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔

آخر نبی اکرم ﷺ کو میرا نام لینا پڑا اور آپ ﷺ نے فرمایا!

حذیفہ اٹھو اور دشمن کی خبر لو!

اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اُٹھوں اور نبی اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل کروں۔

چنانچہ میں مشکل ہی سے سہی مگر اٹھ کھڑا ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا!

حذیفہ تم نے میری آواز سنی تھی اس کے باوجود تم کھڑے نہیں ہوئے۔

میں نے جواب دیا! یارسول اللہ ﷺ

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ہماری طرف اتارا ہے ایسی بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خوف سردی اور بھوک کی شدت سے میں کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

روانہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اوپر سے بھی نیچے سے بھی تمہاری حفاظت کرے گا۔

چنانچہ میں روانہ ہوا خندق میں اترا پھر ایک جگہ خندق سے اوپر چڑھا اور میں نے دیکھا کہ دشمن کے خیموں میں آگ جل رہی ہے اور ایک جگہ اُن کے بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں میں اُن کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا اندھیرے کی وجہ سے مجھے کسی نے نہ پہچانا اور میں وہیں دُبک گیا۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے رخصت کیا تو مجھے ہدایت کی تھی صرف معلومات حاصل کرنا ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرنا۔

اس لیے میں خاموش ہو رہا ورنہ میں اندھیرے میں تھا اور ابوسفیان میرے بالکل سامنے اور کافی

قریب تھا میرا ایک ہی تیر اُس کا کام تمام کرسکتا تھا مگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی وجہ سے خود کو مجبور پا رہا تھا ورنہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میں اُس پہ تیر چلا دوں۔

ادھر ابوسفیان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

مدینہ کے یہودیوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے ہمارے جانور بھوک سے مرنے لگے ہیں اور ہمارے لوگ سردی سے ہلاک ہورہے ہیں اس لیے میرا مشورہ تو یہ ہے کہ واپس لوٹ چلو۔

حضرت حذیفہ کہتے کہ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا اور میں ابھی رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچا تھا کہ اللہ کے غیبی لشکر اترنے شروع ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی قریش میدان جنگ کو خالی چھوڑ کے بھاگ اٹھے۔

اور جس غیبی لشکر کا ذکر حضرت حذیفہ نے کیا تھا وہ ایک تند و تیز آندھی تھی جس نے قریش کا مستقر تباہ کر دیا تھا۔

مورخین نے اس آندھی کے متعلق جو تفصیلات فراہم کی ہیں اُن کے مطابق وہ ایک سخت سرد اور تاریک رات تھی جب اچانک ہی ہر طرف سے تیز آندھی نے لشکر قریش کا احاطہ کر لیا۔ ریت اتنی اڑتی تھی کہ انسان تو انسان اونٹ تک اندھے ہوگئے تھے، اُن کی ہانڈیاں الٹ گئی تھیں، اُن کے خیمے گر گئے تھے یا اُڑ گئے تھے اور کسی نے لکھا کہ ریت اتنی زیادہ تھی لوگ اس میں دبنے لگے تھے تب اُن کا سردار ابوسفیان چلا چلا کر لوگوں سے کہہ رہا تھا یہاں سے نکلو یہاں موت کا خوف ہے یہاں بھوک اور عسرت ہے وہ تیزی سے اپنے اونٹ پہ سوار ہوا اور بدحواسی میں وہ اس کی رسی تک کاٹنا بھول چکا تھا اُس نے اونٹ پہ سوار ہی رسی کو اپنی تلوار سے کاٹ دیا اور لوگوں سے یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا کہ لوگو میرے پیچھے چلے آؤ۔

اور لشکر قریش خندق کے اُس پار سے غائب ہو گیا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پہ اپنے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ!

" يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا

O اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا O هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا O

القرآن الحکیم (سورۃ احزاب ؛ آیات 9..11)

ترجمہ؛

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو اللہ کے احسان کو جو ابھی اُس نے تم پہ کیا ہے جب لشکر تم پہ چڑھ آئے تو ہم نے اُن پہ ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو کچھ تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔ جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پہ چڑھ آئے تھے۔ جب خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کا گمان کرنے لگے تھے۔ اُس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا مارے گئے''۔

☼☼☼☼☼☼☼

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ!

اگر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رحمت العالمین بنا کر نہ بھیجا ہوتا تو یہ آندھی لشکر قریش کو نگل جاتی۔ مگر اُن میں سے بہت سوں کے نصیب میں ہدایت لکھی تھی اور پھر اُن میں سے اکثر رسول اللہ ﷺ کے قرابتدار تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف کر دیا۔

اگرچہ اہل قریش اور بنو غطفان نے تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ کیے رکھا مگر وہ مسلمانوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے نو افراد نے شہادت کا جام نوش کیا۔

جن کے نام ابن ہشام سے درج کیے جا رہے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذؓ ، حضرت انس بن اوسؓ ، حضرت عبداللہ بن سہلؓ ، حضرت طفیل بن نعمانؓ ، حضرت ثعلبہ بن عمنہؓ ، حضرت کعب بن زیدؓ ، حضرت قیس بن زیدؓ ، حضرت عبداللہ بن ابی خالدؓ ، حضرت ابوسنان بن سیفیؓ ۔[13*]

اور مقتولین قریش میں عمرو بن عبدود، نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ، عثمان بن منبہ شامل تھے۔

اگلے روز جب سورج نے جبل اُحد کی اوٹ سے اپنی اولین کرنیں خندق کے اُس پار ڈالیں تو ایسا منظر تھا جیسے کسی بستی سے کوئی آسیب گزر گیا ہو کفار کی ٹوٹی ہوئی ہنڈیاں تھیں، اُن کے رسد کے انبار تھے، مردہ گھوڑے اور اونٹ تھے، اور خیموں کے آوارہ چیتھڑے تھے جو ہوا سے ہر طرف اڑتے پھرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا رخ صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا!

اَلْاٰنَ نَغْزُوْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا نِحْنُ نَسِیْرُاِلَیْهِمْ

اب وہ ہم پہ کبھی حملہ نہیں کرسکیں گے بلکہ اب ہم اُن پہ حملہ کریں گے۔

۲۷ذیقعدہ ۵ہجری بمطابق۔۔ مارچ 627ء

غزوہ بنی قریظہ

اوائل عمری میں دیکھا کہ فلسطین کی سڑکوں پہ نوعمر لڑکوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ اُن ٹینکوں سے نبرد آزما ہیں جو یہودیوں کی حفاظت کے لیے برطانیہ اور امریکہ سے منگوائے گئے ہیں۔ پھر صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں بہتے خون سے کل مسلمانوں کی آنکھوں میں پانی اترے تو اس کے بعد بھی مظلوم فلسطینیوں پہ اہل یہود کے مظالم کا سلسلہ طویل تر ہوتا رہا۔ تب ہمارے اندر وحشت کا ایک الاؤ جاگا جس کے نتیجے میں یہودی ایک ایسی قوم کی صورت ہمارے ذہنوں میں بس گئی جو انسان نما عفریت تھے۔ جن کو انسانیت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ جب ہم شعور کی حدوں تک پہنچے تو ہم نے تاریخ کے دریچوں میں جھانک کے دیکھا اور جانا کہ قوم بنی اسرائیل تو روز اول سے ایک ایسی قوم رہی ہے جس کے ہاتھ کبھی شکر کرنے کا ہنر نہ آیا اور نہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا کبھی شکر ادا کیا، بلکہ اس کے برعکس انھوں نے اللہ کے پیغمبروں کا انکار کیا، اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا، اللہ کے پیغمبروں پہ تشدد کیا، اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا اور آخر میں انھوں نے نبی آخرالزماں محمد ﷺ کی دعوت سے انکار کیا اور اپنی اصلاح کا

آخری موقع بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔صدیوں پہ محیط ایک طویل فاصلہ قوم بنی اسرائیل کی ذلت پہ روشن گواہ کی طرح ہے جو تاریخ انسانی میں کسی بھی قوم کی اخلاقی پستی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔چنانچہ غزوہ الاحزاب کے موقع پہ جب یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو پس پشت ڈال کے مسلمانوں سے بغاوت پہ کمر بستہ ہوئے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ شہر مدینہ کے اندر سے حملہ کر کے مسلمانوں کی پشت کو غیر محفوظ کر دیں گے تو اس وقت صرف اللہ ہی تھا جس نے اپنے دین کے ساتھ ساتھ اس کے دین کے مٹھی بھر پیروکاروں کی حفاظت بھی کی اللہ تعالیٰ کفار قریش اور یہودیوں کی سازش کو کچھ اس طرح ملیامیٹ کیا کہ اُسے محض نصرت خداوندی ہی تصور کیا جا سکتا ہے ورنہ ایک موقع پہ تو یوں محسوس ہوتا تھا جب مسلمانوں کا سانس ہی رُک جائے گا اس لیے کہ اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا تھا باہر سے سارا عرب ایک ہی کمان سے اُن پہ ٹوٹ پڑا تھا تو شہر کے اندر سے اُن کی عورتوں اور بچوں کے قتل کیے جانے کا خطرہ ہر بڑھتے لمحے کے ساتھ مستحکم ہو رہا تھا چنانچہ کچھ صحابہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ!

ہمیں کوئی ایسی دُعا بتائیں جس کے پڑھنے سے ہمارے دل ٹھہر جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا پڑھو!

"اللھم استر عوارتنا وامن روتنا"۔

اے اللہ! ہماری شرمگاہوں کی پردہ پوشی فرما ہمیں خوف وڈر سے محفوظ و مامون رکھ اور خطرے کو ہم سے دور ہٹا دے۔

صحابہ روایت کرتے ہیں کہ ہم اس دُعا کو مسلسل پڑھتے ہی رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش پہ خوف ناک آندھی اور نظر نہ آنیوالے لشکروں کو بھیجا اور ہمیں اُن سے نجات عطا فرمائی۔

لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے غسل فرمایا کہ آپ ﷺ ایک طویل اور شدید مہم کے بعد لوٹے تھے ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے

غسل کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل تشریف لائے۔

اور حضرت جبرائیل ایک سفید خچر پہ سوار تھے جس کے کجاوے پہ ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔

حضرت جبرائیل نے نبی اکرم ﷺ سے استفار کیا؟

یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں

مگر ملائکہ نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنی بائیں سمت (بنوقریظہ) کی طرف بڑھیں۔ میں بھی وہیں جارہا ہوں میں اُن کے قلعوں میں زلزلہ بپا کردوں گا۔

نبی اکرم ﷺ مجاہدین اسلام کے ساتھ ظہر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے تھے اس لیے کچھ مسلمانوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور کچھ نے ابھی پڑھنی تھی کہ حضرت بلال نے پھر سے اذان دی اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا حکم پہنچایا۔

جو شخص سننے والا اور یقین رکھنے والا ہو اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان رکھتا ہو اُس کو چاہیے کہ وہ عصر کی نماز بنوقریظہ کے محلے میں ادا کرے۔

علامہ ابن اسحٰق کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور مسلمانوں کا علم حضرت علی کے حوالے کیا اور انھیں بنوقریظہ کی طرف روانہ کیا۔

مسلمانوں کی ٹولیاں بنوقریظہ کی گڑھیوں کی طرف روانہ تھیں۔

مسلمان اگرچہ ایک ماہ کی شدید جنگ سے تھکے ہوئے تھے اور انھیں اتنا وقت بھی نہ ملا تھا کہ وہ اپنی کمر ہی سیدھی کرلیں کہ پھر سے جہاد پہ روانگی کا حکم مل گیا تھا مگر یہ اُن کی اطاعت ونظم ہی کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قیصر وکسریٰ کی عظیم ریاستوں کو اُن مٹھی بھر لوگوں کے عزم واطاعت کے سامنے سرنگوں کردیا تھا۔

حضرت علی نبی اکرم ﷺ سے پہلے پہنچے۔ بنوقریظہ نے اپنی گڑھیوں کے دروازے بند کردیئے۔

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کیے اور مسلمانوں پہ پتھراؤ کیا۔

نبی اکرم ﷺ بھی روانہ ہوئے سو کے قریب گھڑسوار آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے

خود نبی اکرم ﷺ "لحیف" نامی گھوڑے پہ سوار تھے۔ چنانچہ مسلمان لشکر پوری شان وشوکت کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوا جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو توڑ دیا تھا اور مسلمانوں کو اُس وقت ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا جب وہ بیرونی دشمن کے محاصرے میں آئے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے سوال کیا؟

تم نے کسی شخص کو ادھر سے گزرتے دیکھا ہے۔

لوگوں نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ!

ابھی تھوڑی دیر پہلے حضرت دیہہ کلبی یہاں سے گزرے ہیں جو ایک ایسے خچر پہ سوار تھے جس پہ ریشمی کپڑا ڈالا گیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ وہ دیہہ کلبی نہیں بلکہ جبرائیل تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بنوقریظہ کے ہاں خوف پھیلانے پہ مامور کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ بنوقریظہ کے ٹھکانے پہ پہنچے اور آپ ﷺ نے وہاں ایک پرانے کنویں کے کنارے پہ قیام کیا جو بنوقریظہ ہی کی ملکیت تھا۔

تین ہزار صحابہ نے بنوقریظہ کا محاصرہ کر لیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے تحریر کیا کہ!

یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اُن کے قلعوں اور حویلیوں کا محاصرہ کر رہے ہیں تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

یہودیوں نے حضرت اسید بن حضیرؓ کو دیکھا تو وہ اُن کی طرف لپکے اس لیے کہ عہد جاہلیت میں وہ اُن کے حلیف تھے اور بنواوس نے اُن کے ساتھ مل کر کئی جنگیں لڑی تھیں۔

حضرت اسید بن حضیرؓ نے اُن پہ لعنت بھیجی اور اُن کو فرمایا!

میرا تمھارا کوئی تعلق نہیں۔

اور یاد رکھو قلعہ بند ہونے سے تم اس کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکو گے کہ بھوکے پیاسے مر

جاؤ۔یہودیوں کا شدید محاصرہ کرلیا گیا بیان کیا گیا یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا۔مسلمان مجاہدین محاصرے پہ ڈٹے رہے انھوں نے یہودیوں سے کسی بھی طرح کی نرمی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے تحریر کیا کہ!

تین ہزار مسلمان مجاہدین نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس سخت مشق کی وجہ سے ہمارا کھانا صرف وہ کھجوریں تھیں جو مدینہ منورہ سے حضرت سعد ابن عبادہ ہم کو بھیجتے تھے۔آخر بنو قریظہ کو احساس ہوگیا کہ مسلمان اُن نہ چھوڑیں گے وہ سخت پریشان تھے اور اذیت میں تھے۔انھوں نے ایک شخص نباش بن قیس کو اپنا نمائندہ بنا کے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔

اُس نے رسول اللہ ﷺ نے درخواست کی کہ بنو قریظہ کو بنو نضیر کی طرح مدینہ سے جلاوطن کر دیا جائے اور انھیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت عطا فرمادی جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے انکار کردیا۔

پھر وہ شخص اپنے قبیلے میں گیا اور واپس آ کے نئی درخواست پیش کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

ہم اپنا تمام مال و اسباب یہیں چھوڑ جاتے ہیں ہمیں خالی ہاتھ یہاں سے نکل جانے دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے بنو قریظہ کی یہ درخواست بھی مسترد کردی اور فرمایا!

تم سے صرف اُسی صورت بات ہوسکتی ہے جب تم میرے فیصلے کو قبول کرنے کا وعدہ کرو۔

وہ شخص مزید مشاورت کے لیے واپس چلا گیا۔

حیؑ ابن اخطب وعدے کے مطابق بنو قریظہ کے ساتھ ہی محصور تھا۔

ایک رات جب بنی قریظہ کا سردار اپنی قوم کے اعمائدین کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو اُس نے کہا کل پوری قوم کو اکٹھا کرنا میں اُن سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اگلے روز پوری قوم اپنے سردار کے پاس اکٹھی ہوگئی۔

کعب بن اسید نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

ہم جس مصیبت میں مبتلا ہیں اس کو تم سب دیکھ ہی رہے ہو میں اس سخت صورتحال سے نجات کے

لیے تمھارے سامنے تین تجاویز رکھتا ہوں جسے تم بہتر سمجھو اسے اختیار کرلو۔

پھر کعب نے اسد نے اپنی قوم سے کہا!

تمھارے لیے میرے پاس پہلی تجویز یہ ہے کہ!

ہم محمد رسول اللہ ﷺ پہ ایمان لے آئیں اور اُن کی اطاعت قبول کرلیں اس لیے کہ خدا کی قسم! اب یہ بات ہم سب پہ واضح ہوچکی ہے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں اور انھی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے بھی نجات دے دیگا جس میں ہم مبتلا ہیں اور ہمارے اموال ہماری عورتیں اور بچے بھی ہر خطرے سے محفوظ ہوجائیں گے۔

لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور انھوں نے شدت سے اپنے سردار کی اس بات کو ماننے سے انکار کردیا اور متفقہ فیصلہ دیا کہ وہ تورات کے علاوہ کسی اور کتاب پہ ایمان لانے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔

جب وہ سب خاموش ہوگئے تو کعب بن اسد نے کہا!

غور سے سنو! تمھارے لیے میری دوسری تجویز یہ ہے کہ!

اٹھو اور اپنی عورتوں کو قتل کردو اپنے بچوں کے سر اُن کے جسموں سے الگ کردو اس کے بعد کوئی احساس زیاں ہمارے نزدیک نہ آئے گا اور ہم سب مل کر مسلمانوں پہ ٹوٹ پڑیں گے ہم اپنی زندگی اور آزادی کے لیے آخری آدمی تک لڑیں گے چونکہ ہمیں اس بات کا کوئی ڈر نہ ہوگا کہ کوئی ہماری عورتوں کو لونڈی اور بچوں کو غلام بنالے گا اس لیے اس معرکے میں ہماری کامیابی کے مواقع بڑھ جائیں گے اگر ہم کامیاب ہوگئے تو ہمیں عورتوں کی کوئی کمی نہ ہوگی اور بچے پھر سے جنم لے لیں گے۔

لوگوں میں ایک مہیب خاموشی تھی طبعاً ہی وہ ایک بزدل قوم تھے انھیں اس تصور ہی سے لرزہ آگیا جو کعب بن اسد نے اُن پہ پیش کیا تھا اس لیے انھوں نے یک زبان ہوکر اپنے سردار کی اس تجویز کو بھی رد کردیا اور کہا!

اس میں ہمارے بچوں اور عورتوں کا کیا قصور ہے ہم انھیں بے گناہ کیوں قتل کریں۔

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم سے کہا! اگرچہ مجھے تم سے بھلائی اور دانش کی ذرا بھی توقع نہیں اس کے باوجود میں تم لوگوں کے سامنے تیسری اور آخری

تجویز پیش کرتا ہوں۔

لوگ خاموش ہو گئے تا کہ اپنے سردار کی آخری تجویز سن سکیں!

کعب بن اسد نے کہا!

اے قوم یہود!

آج یوم سبت ہے مسلمان جانتے ہیں کہ ہم لوگ اس روز جنگ و جدال نہیں کرتے اس لیے یقیناً مسلمان ہماری طرف سے غفلت میں ہوں گے میرے ساتھ اترو اور اُن پہ ٹوٹ پڑو نتیجہ کو ہم بعد دیکھیں گے۔

بنو قریظہ میں کوئی ہلچل نہ تھی۔

کوئی اپنے سردار کی بات پہ غور کرنے کو تیار نہ تھا۔

آخر اُن میں سے کسی نے بلند آواز میں کہا!

سردار کیا تم چاہتے ہو کہ ہم بھی بندر بن جائیں۔

تم نہایت برے لوگ ہو ساری کی ساری قوم تذبذب کا شکار ہے تم لوگ کبھی اپنے عزم پہ مستحکم نہیں ہو سکتے۔

اتنا کہہ کر بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد وہاں سے چلا گیا۔

بنو قریظہ کے محاصرے کو کئی راتیں گزر چکی تھیں اور بنو قریظہ اس محاصرے سے پوری طرح تنگ آ چکے تھے۔

چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے درخواست کی کہ اُن کے حلیف بنو اوس سے ابوالبابہ بن عبدالمنذرؓ کو مشاورت کے لیے ہمارے پاس بھیجیں۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں یہودیوں کے پاس جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت ابولبابہؓ کے یہودیوں کے ساتھ قدیمی تعلقات تھے وہ برسوں ایک دوسرے کے حلیف رہے تھے۔

اس لیے حضرت ابوالبابہؓ جب اُن کے ہاں پہنچے تو یہودیوں کی عورتیں اور بچے اُن کو دیکھ کر اُن کے گرد جمع ہو گئے اور رونے لگے ہر طرف آہ و بکا مچی تھی یہودیوں کے مردوں نے حضرت ابولبابہؓ سے

پوچھا کیا وہ نبی اکرم ﷺ کو حکم تسلیم کر لیں۔

حضرت ابولبابہؓ جو اُن کی حالت دیکھ کر غمگین ہو چکے تھے انھوں نے زبان سے تو یہ کہا کہ ہاں اُن کا فیصلہ قبول کر لو مگر ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی نبی اکرم ﷺ یقیناً تم کو قتل کر دیں گے۔

معاً بعد انھوں نے سوچا اور انھیں احساس ہو گیا کہ اُن سے اللہ اور اللہ کے رسول نبی اکرم ﷺ سے خیانت ہو گئی ہے۔

اپنے اس عمل پہ ندامت کا بوجھ اس قدر تھا کہ انھوں نے اس کے بعد یہودیوں سے کوئی بات نہیں کی اور سیدھا مدینہ تشریف لائے اور خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا۔

صحابہ نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا!

مجھ سے ایک جرم سرزد ہو گیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ نے میرا قصور معاف نہ کر دے مجھے یہاں سے کوئی نہ کھولے۔

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو میں اُن کے لیے دُعا کرتا مگر اب انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے تو اس کا جواب بھی اُن کا رب ہی دے گا۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

چھ راتیں گزر گئیں حضرت ابولبابہؓ مسجد نبوی کے اُسی ستون کے ساتھ بندھے ہوئے تھے نماز کے وقت اُن کی بیوی آتی اور انھیں کھول دیتی نماز کے بعد وہ انھیں ستون کے ساتھ باندھ کے اپنے گھر چلی جاتی۔

علامہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

حضرت اُم سلمٰیؓ فرماتی ہیں کہ سحری کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے رہیں۔

میں نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

میں اس لیے مسکرا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابولبابہؓ کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

حضرت اُم سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ مجھے اس خبر نے اتنا مسرور کیا کہ میں اُٹھ کے بیٹھ گئی اور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو یہ خوشخبری میں اُن تک پہنچاؤں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمادی تو میں نے اپنے حجرے سے سر نکالا اور حضرت ابولبابہؓ کو پکار کے یہ خوشخبری سنائی۔

پھر تو سارے مدینے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور لوگ جوق در جوق حضرت ابولبابہؓ کو مبارک دینے کے لیے لپکے۔

کچھ لوگوں نے چاہا کہ انھیں کھول دیں مگر حضرت ابولبابہؓ نے کہا۔

رُک جاؤ فجر کا وقت ہونے کو ہے رسول اللہ ﷺ کو آ لینے دو میری خواہش ہے کہ مجھے خود رسول اللہ ﷺ ہی کھولیں۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے حضرت ابولبابہؓ کو کھول دیا۔

حضرت ابولبابہؓ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی مل جانے پہ خوش تھے۔

ابن اسحٰق نے لکھا کہ حضرت ابولبابہؓ کی معافی کے لیے یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ الانفال ؛ آیات 27)

ترجمہ؛

" اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو"۔

☼☼☼☼☼☼☼

پچیس راتیں ہونے کو آئیں بنوقریظہ کا محاصرہ جاری تھا بنوقریظہ اب تنگ آ چکے تھے۔رات کی تاریکی میں بنوقریظہ کے قلعوں سے تین افراد نیچے آئے تو مسلمانوں نے اُن گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا ابن اسحٰق نے اُن کے نام یہ لکھے ہیں۔،

ثعلبہ بن سعیہ،اسید بن سعیہ،اسد بن عبید [*14]

اور وہ خوش قسمت لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے چن لیا تھا انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ

ہم کسی خوف یا محاصرے کی سختی کی وجہ سے نیچے نہیں اترے بلکہ ہم کبھی بھی اُن لوگوں کے ساتھ نہ تھے جنھوں نے آپ ﷺ سے کیا گیا عہد توڑا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انھوں نے اپنی خوشی سے قبول کیا۔

مورخین نے اسی ضمن میں ایک اور شخص کا ذکر بھی کیا ہے جس کا نام عمرو بن سعدی تھا۔

اُن کے اسلام لانے کا تو ہمیں علم نہیں مگر اُن کی مغفرت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے وہ الفاظ ابن اسحٰق نے ضرور تحریر کیے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بارے میں کہے۔

اس واقعے کے اصل راوی حضرت محمد بن مسلمہؓ ہیں جو ایک اندھیری اور سرد رات میں پہرے پہ تھے جب انھوں نے دشمن کے ایک آدمی کو دیکھا اور اسے للکارا۔

وہ شخص رُک گیا۔

قریب جانے پہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جانا کہ وہ تو اُن کے پرانے دوست عمرو بن سعدی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بھی وفادار ہیں اس لیے کہ جب قریش نے مسلمانوں کا بدترین محاصرہ کیا ہوا تھا اور بنوقریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑا تو انھوں نے ببانگ دہل اس بات کا اعادہ کیا تھا کہ وہ کسی صورت نبی اکرم ﷺ سے کیا ہوا عہد نہ توڑیں گے اور انھوں نے

قوم یہود کے اس عمل سے اپنی بے زاری کا کھلا اظہار کیا تھا۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے انھیں جانے دیا اُن سے تعرض نہ کیا۔

اُسی رات آخری بار انھیں کسی نے مسجد نبوی کے دروازے پر دیکھا تھا، اس کے بعد اُن کا کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں چلے گئے اور کیسے زندگی گزاری، تاریخ اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔

بعد میں جب بنوقریظہ کا معاملہ اپنے اختتام تک پہنچ گیا اور بنوقریظہ کو اُن کی غداری کی سزا بھی دے دی گئی اور انھیں جہنم واصل کر دیا گیا تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے عمرو بن سعدی کا حال بیان کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

''یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کے ایفائے عہد کی بنا پر نجات دی''۔

آخر بنوقریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ نبی اکرم ﷺ کی ثالثی قبول کرتے ہوئے اپنے قلعوں اور حویلیوں سے باہر نکل آئے۔ انھوں نے خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق انھیں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا۔

مسلمانوں نے محاصرہ اٹھا دیا۔

اگلے روز بنواوس کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کل جب آپ ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے بنوخزرج کی بات سنی تھی اور اُن کی وجہ سے انھیں معاف کر دیا تھا اور اس سے بھی پہلے جب آپ ﷺ نے بنوقینقاع کا محاصرہ کیا تھا تب بھی آپ ﷺ نے بنوخزرج کے سردار عبداللہ بن ابی کے کہنے پر انھیں معافی عطا فرمائی تھی ۔اس لیے آپ ﷺ ہمارے حلیف بنوقریظہ کے معاملے میں ہماری درخواست پر غور کریں کہ جس طرح بنوقینقاع اور بنونضیر بنوخزرج کے حلیف تھے اسی طرح بنوقریظہ ہمارے حلیف ہیں اس لیے آپ ﷺ اُن پر رحم فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

میں نے تمھاری درخواست سن لی ہے تو کیوں نہ تمھیں میں سے یعنی بنواوس میں سے ہی کسی شخص کو بنوقریظہ کے معاملے میں حکم بنالیا جائے۔

بنواوس اس بات پر بہت خوش ہوئے اور انھیں اطمینان حاصل ہوا۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بنو

قریظہ کا معاملہ تمھارے سردار سعد بن معاذؓ کے ہاتھ میں ہے وہ اِن کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں ہمیں قبول ہوگا۔

چنانچہ لوگ حضرت سعد بن معاذؓ کی طرف دوڑے جو زخمی تھے اور مسجد نبوی کے صحن میں ایک خیمے میں استراحت فرما رہے تھے۔

لوگ اُن کے پاس آئے اور اُن کو مطلع کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں بنو قریظہ کا اختیار سونپ دیا ہے اس لیے وہ اُٹھیں اور اپنے حلیفوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں۔

حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور ایک گدھے پر سوار ہو کے اُس مقام کی طرف روانہ ہوئے جہاں نبی اکرم ﷺ اُن کے منتظر تھے۔

بنو اوس کے لوگ اُن کے گدھے کے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے اور انھیں بنو قریظہ پر احسان کرنے پر اکسا رہے تھے۔

جب اُن کا شور حد سے بڑھ گیا تو حضرت سعد بن معاذؓ نے اُن کو ڈانٹا اور فرمایا!

خدا کی قسم!

اب سعد کا وہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں انسان کسی ملامت والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔

اس کے بعد وہ اُس جگہ پہنچے جہاں بنو قریظہ کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے کہا!

اپنے سردار کا استقبال کھڑے ہو کر کرو، چنانچہ تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر حضرت سعد بن معاذؓ کا استقبال کیا۔

اس کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا!

لوگو! جس فیصلے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے مقرر کیا ہے اس کے بارے میں مجھے حلف دو کہ میں جو بھی فیصلہ کروں گا اُسے تمام گروہ تسلیم کریں گے چنانچہ بنو اوس اور گروہ یہود اور مسلمانوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اس بات کا یقین دلایا کہ فریقین اُن کے ہر فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے کچھ توقف کیا پھر فرمایا!

بنوقریظہ کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے۔

''اُن کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، اُن کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنالیا جائے اور اُن کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے''۔

یہودی سناٹے میں آ گئے اور بنواوس کو بھی اس فیصلے پر قدرے مایوسی ہوئی مگر لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ مسکرا رہے ہیں۔

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا!

میں دراصل اس لیے مسکرایا تھا کہ سعد نے جو فیصلہ کیا ہے بنوقریظہ کے بارے میں آسمانوں پر بھی یہی فیصلہ ہوا تھا۔

چنانچہ اُسی روز حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر عملدرآمد کیا گیا اور مسلمان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔مدینہ کے ایک بازار میں چند گڑھے کھدوائے گئے اور قوم یہود کو قتل کر کے اِن گڑھوں میں ڈالا جانے لگا۔

یہودیوں کو دو دو چار چار کی ٹولیوں میں وہاں لایا جاتا اور اُن کو قتل کر کے اُن کی نعشیں اِن گڑھوں میں ڈال دی جاتیں۔

امام ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اُس روز قتل ہونے والوں کی تعداد چھ سو سے سات سو تک تھی۔

جب یہودیوں کو قتل کے لیے لایا جانے لگا تو کسی یہودی نے اپنی قوم کے سردار حیؑ بن اخطب سے پوچھا؟

اے کعب ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جا رہا ہے۔

اُس نے جواب دیا!

اے احمق! تو دیکھتا نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے وہ رکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جایا جاتا ہے وہ لوٹتا ہی نہیں۔

بخدا! انھیں قتل کیا جا رہا ہے۔

پھر قتل کے لیے نبی اکرم ﷺ کے ایک بڑے دشمن حیؑ بن اخطب کو لایا گیا جو اپنی زندگی کے ہر

مرحلے میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف سرگرم عمل رہا۔

حیَیّ بن اخطب نے نقش و نگار والا ایک قیمتی لباس پہن رکھا تھا، جب اُسے قتل کے لیے لایا گیا تو وہ اپنے لباس کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے پھاڑ رہا تھا تا کہ اُس کی موت کے بعد اُس کا لباس کسی کے کام نہ آسکے۔

پھر صحابہ نے اُس کے ہاتھ اُس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے۔

اُس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا!

خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کر لے وہ آخر ذلیل و رسوا ہو ہی جاتا ہے یہ مقدر کی ایک تحریر تھی جو قوم بنی اسرائیل پر لکھ دی گئی۔

اس کے بعد اُس کا سر کاٹ دیا گیا۔

علامہ ابن اسحٰق نے قوم یہود کے ایک فرد زبیر بن باطا قرظی کا واقعہ بیان کیا ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں۔

بیان کیا گیا کہ!

جب بنو قریظہ کے لوگوں کو قتل کیا جا رہا تھا تو انصاری مسلمانوں میں سے حضرت قیس بن شماسؓ زبیر بن باطا سے ملے اور اُس سے کہا!

تم مجھے پہچانتے ہو۔

زبیر بن باطا نے جواب دیا ہاں میں تمھیں پہچانتا ہوں اگر چہ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں مگر مجھے ابھی وہ سب یاد ہے جو روزِ بعاث پیش آیا تھا۔

روزِ بعاث سے مراد عربوں کی ایک باہمی جنگ ہے اور زبیر بن باطا نے حضرت شماس بن قیسؓ کو اس دن کی یاد اس لیے دلائی تھی کہ اُس روز زبیر بن باطا نے شماس بن قیسؓ کے ساتھ احسان کا رویہ اپنایا تھا۔

حضرت شماس بن قیسؓ کو زبیر بن باطا کا احسان یاد تھا اور وہ اسی لیے اُس سے ملنے چلے آئے تھے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ!

ایک یہودی کا مجھ پر احسان ہے میں چاہتا ہوں کہ اُس کے احسان کا بدلہ چکا دوں اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ ﷺ زبیر بن باطا کو میری خاطر معاف کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت شماس بن قیسؓ کی درخواست منظور کر لی اور اُن سے فرمایا!

ہم نے اُسے تمھاری خاطر معاف کیا جا اُسے لوگوں سے الگ کر لے یہ نہ ہو کہ وہ قتل ہونے والوں کے ساتھ قتل ہو جائے۔

حضرت شماس بن قیسؓ زبیر بن باطا کی طرف گئے اور اُس سے کہا!

رسول اللہ ﷺ نے تمھارا خون مجھے بخش دیا ہے اور میں تجھے اُس احسان کے بدلے آزاد کرتا ہوں جو تُو نے مجھ پر روزِ بعاث کیا تھا۔

زبیر بن باطا نے حضرت شماس بن قیسؓ سے کہا!

میں ایک بوڑھا شخص ہوں میں اپنی بیوی اور بچوں کے بغیر کہاں ٹھوکریں کھاتا پھروں گا۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کو قتل ہونے والے لوگوں سے الگ کیا اور اُس سے کہا! یہاں ٹھہر اور میرا انتظار کر۔

حضرت شماس بن قیسؓ اُسے چھوڑ کر خود رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگے اور اُن کے پاس پہنچ کے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ

زبیر بن باطا کے بیوی بچوں کو بھی معاف کر دیں وہ ایک بوڑھا آدمی ہے کہاں ٹھوکریں کھاتا پھرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اچھا! ٹھیک ہے اُس کے بیوی بچے بھی تمھارے ہیں۔

حضرت شماس بن قیسؓ دوڑ کے زبیر بن باطا کے پاس پہنچے اور عرض کی رسول اللہ ﷺ نے تیرے بیوی بچوں کو بھی آزاد کر دیا ہے۔

بوڑھے یہودی نے حضرت شماس بن قیسؓ کی طرف دیکھا اور کہا!

مجھے بتا بال بچوں والا ایک شخص حجاز میں کیسے زندہ رہ سکتا ہے اگر اُس کے پاس کچھ نہ ہو۔

حضرت شماس بن قیسؓ پھر مڑے اور جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور پھر سے دستِ سوال دراز کیا!

یارسول اللہ ﷺ

زبیر بن باطا کی زمین و جائیداد بھی مجھے بخش دیں۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

بخش دی۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے کہا!

بخدا! زمین و آسمان کے درمیان میں نے آپ ﷺ سے زیادہ سخی اور کریم کوئی نہیں دیکھا، اس کے بعد وہ بھاگ کے زبیر بن باطا کے پاس پہنچے اور اُسے خوشخبری سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس کی جائیداد بھی اُس کے حوالے کر دی ہے۔ بوڑھا یہودی سر جھائے بیٹھا تھا اُس نے حضرت شماس بن قیسؓ کی اس بڑی خوشخبری پر بھی گرمجوشی کا کوئی ردِعمل ظاہر نہ کیا۔ کچھ دیر توقف اختیار کرنے کے بعد آخر اُس نے سر اٹھایا اور حضرت شماس بن قیسؓ کی طرف دیکھا اور کہا!

شماس مجھے یہ تو بتا؟

کہ بنو قریظہ کے اُس شخص کا کیا بنا جس کا چہرہ چین کے چمکتے آئینے کی مانند شفاف تھا جس میں محلے کی کنواریاں اپنا چہرہ دیکھا کرتی تھیں اور جس کا نام کعب بن اسد تھا۔

اُسے تو قتل کر دیا گیا۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کو بتایا۔

بوڑھا کچھ دیر سر جھکائے رہا پھر بولا!

شہروں اور دیہات کے لوگوں کے سردار کا کیا بنا جس کو لوگ حییؔ بن اخطب کہتے تھے۔

اُس کو بھی قتل کیا جا چکا ہے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کو بتایا۔

بوڑھے یہودی نے حسرت بھری نظروں سے حضرت شماس بن قیسؓ کی طرف دیکھا اور کہا!

اُس شخص کا کیا ہوا کہ جب بھی ہم دشمن پر حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم جنگ سے گھبرا کر بھاگ اٹھتے تھے تو وہ ہماری پشت پر ہوتا تا کہ ہماری حفاظت کر سکے جس کا نام عزال بن سموال تھا۔

اُسے بھی قتل کیا جا چکا ہے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے بوڑھے یہودی کو بتایا۔

زبیر باطا نے بے تابی سے حضرت شماس بن قیسؓ کے ہاتھ پکڑ لیے اور کہا!

اگر تم سمجھتے ہو کہ میرا تم پر کوئی احسان ہے تو میں تمھیں اُس احسان کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس قدر جلد ہو سکے مجھے اِن لوگوں سے ملا دے۔ خدا کی قسم اِن لوگوں کے قتل ہو جانے کے بعد اس زندگی میں اب کوئی لطف نہیں اور میں اپنے ساتھیوں سے ملنے میں اس قدر دیر بھی پسند نہیں کرتا جتنی دیر پانی سے بھرے ہوئے ڈول کو حوض میں انڈیلنے میں لگتی ہے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کی بات سنی اور اُسے گھسیٹتے ہوئے اُس جگہ لائے جہاں حضرت ثابت انصاریؓ یہودیوں کے سر کاٹ رہے تھے وہاں پہنچ کے زبیر بن باطا نے اپنا سر جھکایا اور اگلے ہی لمحے حضرت ثابتؓ نے اُسے کاٹ کر دور پھینک دیا اور اس طرح وہ بوڑھا یہودی اپنے بد انجام کو پہنچا جس کے سینے میں قومی عصبیت کا زہر بھرا ہوا تھا اور جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔

اس روز کے واقعات کے بارے میں حضرت ابن اسحٰق نے حضرت شعبہ بن حجاج کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ اُنھوں نے عبدالملک بن عمیر سے حضرت عطیہ قرظی کی یہ روایت بیان کی:

کہ اُس روز نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو یہودیوں کے تمام بالغ مردوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ جب میری باری آئی تو اُن لوگوں نے مجھے بچہ جان کر چھوڑ دیا حالانکہ میں پندرہ سال کا ہو چکا تھا اس کے بعد اللہ نے مجھے ہدایت دی اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ایک اور یہودی رفاعہ بن سموال کو بھی بخش دیا تھا جس کی سفارش حضرت سلمٰی بنت قیس نے کی تھی۔

علامہ ابن اسحٰق ہی نے لکھا ہے کہ!

اس غزوہ میں یہودیوں کی صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا اور اِس کو قتل کے جرم کی بنا پر قتل کیا گیا تھا

کیونکہ غزوہ خندق میں اُس نے گلی میں گزرتے ایک صحابی حضرت خلاد بن سویدؓ کے سر پر بلندی سے چکی کا پاٹ گرا دیا تھا جس سے وہ شہید ہو گئے تھے۔حضرت اماں عائشہ صدیقہؓ نے اُس عورت کے قتل کی روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ!

وہ ایک عجیب عورت تھی جب اُس کے قبیلے کے لوگوں کو مدینے کے بازار میں قتل کیا جا رہا تھا تو وہ میرے پاس بیٹھی ہنس ہنس کے باتیں کر رہی تھی اور اُسے بازار سے آتی کہرام بپا کرتی آہ وفغاں سے کوئی تعلق نہ تھا۔

پھر اُس کا نام پکارا گیا!

اور اُس نے کہا! بخدا یہ تو مجھے پکارا جا رہا ہے۔

مگر کیوں؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا؟

تو اُس عورت نے مسکراتے ہوئے کہا مجھے قتل کیا جائے گا اُس جرم کے بدلے جو میں نے کیا ہے۔

پھر اُسے لے جایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بنو قریظہ کے اموال تقسیم کر دیئے۔اُن کی عورتوں اور بچوں کو صحابہ میں تقسیم کر دیا گیا۔یاد رہے کہ اس روز پہلی بار سوار کو تین حصے دیئے گئے ایک سوار کا اور دو حصے اُس کے گھوڑے کو دیئے گئے۔امام ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ اس غزوہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے۔

مال غنیمت کو تقسیم کرنے سے قبل خمس نکال لیا گیا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم ہمیشہ اسی اصول پر کی گئی جو بنو قریظہ کے اموال کی تقسیم میں نبی اکرم ﷺ نے اختیار کی تھی۔

حضرت ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

بنو قریظہ کا معاملہ ختم ہوتے ہی حضرت سعد بن معاذؓ کے زخموں سے خون رِسنا شروع ہو گیا اور اسی رات نصف شب کے قریب اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

صحابہ نے بیان کیا کہ ہم غم سے نڈھال تھے اور کسی کو خیال نہ آیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے آگاہ

کیا جائے۔ اگر چہ بعد میں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتا دیا کہ سعد کی وفات کی خبر سب سے پہلے مجھے سنائی گئی کہ جب اُن کی روح پرواز کر گئی تو اُسی وقت حضرت جبرائیل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُس وقت وہ ایک ریشمی عمامہ باندھے ہوئے تھے اترتے ہی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا!

یارسول اللہ ﷺ!

یہ کس کی وفات ہوئی ہے جس کے لیے عرش الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش الٰہی جھوم اٹھا ہے۔ تب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں سمجھ گیا کہ حضرت سعدؓ نے شہادت کی خلعت اوڑھ لی ہے۔

صحابہ نے کہا! ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنا لباس گھسیٹے ہوئے تیزی سے حضرت سعد کے گھر کی طرف رواں تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ غزوہ بنی قریظہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت خلاد بن سویدؓ شہید ہوئے جنھیں ایک یہودی عورت نے چکی کا پاٹ گرا کر شہید کر دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خلاد بن سویدؓ کے متعلق فرمایا کہ انھیں دو شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا جائے گا۔ اِن کے علاوہ بنی اسد بن خزیمہ کے ایک شخص بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران طبعی طور پر وفات پا گئے اُن کا نام حضرت ابو سنان بن محصن بن حرثانؓ تھا۔

ربیع الآخر 6 ہجری ، بمطابق اگست 627ء

غزوہ ذی قرد

غزوہ خندق کی شدت والے دِنوں کا ذکر ہے نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ تمام عرب ایک ہی کمان سے مسلمانوں پر تیر برسا رہے ہیں۔ وہ اکٹھے ہوگئے ہیں اور انھوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگی چال کے طور پر چاہا کہ وہ قریش اور بنوغطفان میں پھوٹ ڈال دیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بنوغطفان کے کچھ سرکردہ لوگوں کو خفیہ طور پر مذاکرات کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کرلیا۔ بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری اور آنحضرت محمد ﷺ کے مابین ہونے والے مذاکرات حوصلہ افزا تھے۔ عینیہ بن حصن مدینہ کے نخلستانوں سے پیدا ہونے والی کھجوروں کے ایک تہائی حصے پر قریش سے الگ ہونے پر راضی ہوگیا تھا۔ اس دوران ایک معاہدہ بھی تحریر کیا گیا جسے حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ تاہم اس معاہدے کی توثیق سے قبل نبی اکرم ﷺ نے بنواوس اور بنوخزرج کے سرداروں کو طلب کیا اور اُن سے مشاورت کی۔

حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی ساری بات کو نہایت تحمل سے سنا اس کے بعد سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں! یہ تو محض ایک جنگی چال ہے۔ دراصل میں دشمن کی طاقت کو توڑ دینا چاہتا ہوں اس لیے کہ اُن سب نے تمھارے خلاف اتحاد کرلیا ہے۔

تب حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کی مرضی اسی میں ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور اگر آپ یہ سب اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم دشمن کی طاقت سے خائف ہو جائیں گے تو ہمیں یہ معاہدہ قبول نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ کل تک جب ہم جاہلیت میں مبتلا تھے اور ابھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے بھی نہیں نوازا تھا تب بھی یہ لوگ ہم سے کھجور کا ایک دانا بھی چھین کے نہ لے جا سکتے تھے سوائے اس کے کہ وہ اسے خرید لیں یا وہ ہمارے مہمان ہوں اور ہم انھیں اپنے ہاتھ سے پھل پیش کریں۔

یارسول اللہ ﷺ! اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نواز دیا ہے اور اللہ کے رسول خود ہمارے درمیان موجود ہیں تو خدا کی قسم ہم انھیں بطور تاوان کھجور کا ایک دانہ بھی نہ دیں گے بلکہ ہم اپنی تلواروں پر ہی بھروسہ کریں گے نبی اکرم ﷺ کو اپنے جانثاروں کی غیرت ایمانی کی یہ ادا پسند آئی اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

اب تم وہی کرو جو تم بہتر سمجھتے ہو۔

چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نبی اکرم ﷺ کے خیمے میں گئے اور عینیہ بن حصن فزاری سے کہا؛

تم یہاں سے چلے جاؤ بخدا! ہم تمھیں تاوان میں کھجور کا ایک دانا بھی نہیں دیں گے بلکہ تمھارے لیے ہمارے پاس صرف تلوار ہے جو تمھارے خون کی پیاسی ہے۔

عینیہ بن حصن فزاری کو نبی اکرم ﷺ کے جانثاروں کا یہ لہجہ بہت برا لگا کہ وہ ایک اکھڑ بدوی عرب سردار تھا اور اُس نے مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں مزید کینے کو جگہ دی۔ اُس نے کہا وہ ذلت کی اِن گھڑیوں کو کبھی نہ بھولے گا اس کے بعد وہ اپنی لشکر گاہ کی طرف چلا گیا۔

جنگ خندق ختم ہوگئی اللہ تعالیٰ نے ناکامی کو اُن کا مقدر بنا دیا اور وہ خائب و خاسر مسلمانوں کا محاصرہ

اٹھا کر چلے گئے۔

مگر عینیہ بن حصن فزاری کے دل میں مسلمانوں کے خلاف جو بغض تھا اور مسلمانوں نے اُس روز اُس کی جو توہین کی تھی اُس کا بدلہ لینے کے لیے اُس کے پاس نہ تو اس قدر حوصلہ تھا کہ وہ کھلے میدان میں مسلمانوں کو للکارتا اور نہ ہی اُس کے پاس اس قدر قوت تھی کہ وہ ریاست مدینہ کے خلاف اعلان جنگ کر سکے تاہم اُس کے دل کا بغض اُسے چین نہ لینے دیتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک بزدلانہ کاروائی کی اور نبی اکرم ﷺ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا یہی اس سارے واقعہ کا پس منظر ہے اب ہم پیش منظر پر کچھ نظر ڈالیں گے۔

مدینہ سے ایک دن کے فاصلے پر ایک سرسبز چراگاہ تھی جس کا نام غابہ تھا، جہاں نبی اکرم ﷺ کی ملکیتی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ بنوغفار کا ایک آدمی [*15] اپنی بیوی کے ساتھ اِن اونٹنیوں کی حفاظت کے لیے مقیم تھا وہ ہر روز اِن اونٹنیوں کا دودھ دھوتا اور اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہو جاتا دودھ پہنچا کر وہ واپس چراگاہ کی طرف لوٹ جاتا۔

پھر ایک رات عینیہ بن حصن فزاری کے چالیس سواروں نے غابہ نامی اس چراگاہ پر حملہ کر دیا انھوں نے بنوغفار کے اس شخص کو قتل کر دیا جو اونٹنیوں کی حفاظت پر معمور تھا اور اُس کی بیوی کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی تمام اونٹنیوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ [*16]

اگلی صبح سب سے پہلے اس واقعے کی خبر حضرت سلمہ بن اکوع کو پہنچی وہ اپنے غلام کے ساتھ ثنیۃ الوداع [*17] تک پہنچے تو انھوں بہت سے گھڑ سواروں کو ادھر اُدھر بھاگتے دیکھا اور جلد ہی وہ جان گئے کہ یہ دشمن کے گھڑ سوار ہیں اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی چراگاہ پر غارت ڈالی ہے۔

عرب رواج کے مطابق حضرت سلمہؓ بن اکوع نے پکار الگائی۔

واصباحاہ ، واصباحاہ ، واصباحاہ

ہائے اس صبح پر افسوس، ہائے اس صبح پر افسوس، ہائے اس صبح پر افسوس،

حضرت سلمہؓ بن اکوع کی یہ پکار اہل مدینہ تک پہنچی اور وہ چوکنے ہو گئے تب کسی صحابی نے نعرہ لگایا!

الفزع، الفزع ، الفزع

جنگ ،جنگ ،جنگ

چنانچہ مدینہ کے لوگ ہتھیار سجا سجا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ادھر جب حضرت سلمہؓ بن اکوع پر صورت حال واضح ہو گئی تو انھوں نے کسی مدد کا انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلے ہی دشمن کا تعاقب شروع کر دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع مسلمانوں میں سب سے تیز دوڑنے والے شمار کئے جاتے تھے، وہ بغیر سواری کے سوار کی رفتار سے دوڑ لیتے تھے اور تیز اندازی میں اس قدر پختہ تھے کہ شاذ ہی اُن کا نشانہ خطا جاتا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر میں ہی ان کے کئی تیر دشمنوں کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے اور دشمن خون گراتے اُن سے آگے بھاگتے رہے۔

اللہ کی زمین پر یہ معرکہ لڑا جا رہا تھا، جس میں ایک طرف صرف ایک تیرانداز تھا تو دوسری طرف سواروں کا پورا ایک دستہ تھا، وہ زمین پتھریلی تھی وہاں اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں اور درخت تھے اور یہ ساری چیزیں حضرت سلمہؓ بن اکوع کی مدد کر رہی تھیں۔ کیونکہ جب دشمن کے سوار مڑ کر اِن پر حملہ آور ہوتے تو وہ بھاگ جاتے کسی درخت کی اوٹ میں چھپ جاتے کسی پہاڑی کی اوٹ میں ہو جاتے اور جونہی دشمن کا کوئی شخص اُن کے نشانے پر آتا وہ تیر چلا دیتے اس طرح دشمن جب بھی اُن کے پیچھے آیا تو اُن کی طرف سے تیر لے کے ہی گیا۔

تیر چلاتے وقت حضرت سلمہؓ بن اکوع اُن کو پکارتے اور فرماتے۔

یہ لے میرا تیر میں اکوع کا بیٹا سلمہؓ ہوں کہ آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

بہت دیر ہو چکی تھی اور حضرت سلمہؓ بن اکوع اِن لوگوں کو الجھائے ہوئے تھے اب تک وہ دشمن کے درجن بھر لوگوں کو اپنے تیر کا مزہ چکھا چکے تھے۔ اگرچہ دشمن نے رسول اللہ ﷺ کی چراگاہ سے لوٹی ہوئی اکثر اونٹنیوں کو چھوڑ دیا تھا مگر حضرت سلمہؓ بن اکوع اُن کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔

جب دشمن کسی پہاڑی درے میں داخل ہوتا تو حضرت سلمہؓ بن اکوع بھاگ کر چوٹی پر چڑھ جاتے اور وہاں سے اُن پر بے تحاشا پتھراؤ کرتے۔ جب دشمن اُن کی طرف رخ کرتا تو وہ اپنے تیروں سے اِن کو چھلنی کر دیتے، دشمن زچ ہو کے رہ گیا تھا وہ اس بات کو جانتے تھے کہ اُن کا دشمن تنہا ہے مگر وہ اُن کے قابو نہ آتا تھا بلکہ کسی چھلاوے کی طرح بھاگ کر غائب ہو جاتا تھا۔

دشمن کی طرف سے زخمی ہونے والوں نے اپنی چادریں اور نیزے پھینک دیئے تھے تاکہ وہ اپنا وزن

کم کرسکیں اوراس اکیلے آدمی سے نجات پاسکیں جب اُن کواحساس ہوتا کہ شاید وہ شخص اِن سے دور پیچھے رہ گیا ہے تو وہ اطمینان کا سانس لینے کے لیے کہیں رکتے تو ایک سنسناتا ہوا تیر آتا اور اُن کو حضرت سلمہؓ بن اکوع کے وجود سے شناشائی فراہم کرتا۔

وہ بھڑک اٹھتے اور پھر بھاگ نکلتے۔

اسی اثنا میں عینیہ بن حصن فزاری کا چھوٹا بھائی بدر بن فزاری آیا[*18]اوراپنے لوگوں سے پوچھا کیا ہوا ہے تم لوگ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔

تو انھوں نے اس کو بتایا کہ ایک مسلمان تیز انداز اِن کے تعاقب میں ہے جس نے اُن کے بہت سے آدمیوں کو زخمی کردیا ہے مگر وہ خود کسی کے قابو میں نہیں آتا اسی دوران انھوں نے حضرت سلمہؓ بن اکوع کو سامنے والی چوٹی پر دیکھا۔

بدر بن فزاری نے اپنے لوگوں سے تم میں سے چار لوگ جاؤ اوراسے گھیرلو۔

وہ لوگ چوٹی کی طرف روانہ ہوگئے۔

جب وہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کے اس قدر نزدیک پہنچے کہ وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں تو حضرت سلمہؓ بن اکوع نے اِن سے کہا؛

یونہی منہ اٹھائے چلے آرہے ہو جانتے بھی میں کون ہوں۔

پھر خود ہی جواب دیا؛

اُس خدا کی قسم! جس نے آنحضرت محمد ﷺ کو ہمارے درمیان مبعوث کیا ہے جن کا چہرہ چمکتے چاند کی طرح روشن ہے۔میں اکوع کا بیٹا سلمہؓ ہوں میں تم میں سے جسے چاہوں پکڑ سکتا ہوں مگر تم میں سے کوئی اگر اس بات کی خواہش کرے تو میں اُس کے ہاتھ نہ آوں گا۔

اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر وہ جانتے تھے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے جو بات کہی ہے وہ سچ ہے اس لیے اُن میں سے ایک بے ختیار بول اٹھا؛

اِس نے سچ کہا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کچھ سواروں کے قدموں کی آواز سنی اور دیکھا کہ مدینہ کی طرف سے گردوغبار کا ایک پہاڑ امنڈا چلا آرہا ہے اور وہ جان گئے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو مدد پہنچ گئی ہے مسلمان آ

گئے ہیں چنانچہ وہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو بھول کر اپنے لوگوں کی طرف بھاگے۔

☼☼☼☼☼☼☼

مدینہ میں جب خطرے کا نعرہ بلند ہوا تو نبی اکرم ﷺ کے جانثار آپ ﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے پاس حضرت مقداد بن اسودؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**عزجہ**" پر سوار تھے۔

اس کے بعد حضرت عباد بن بشرؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**لماع**" پر سوار تھے۔

پھر حضرت سعید بن زیدؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے " **لاحق** " پر سوار تھے۔

اُن کے بعد حضرت عکاشہ بن محصنؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**ذلمہ**" پر سوار تھے۔

اُن کے بعد حضرت ابوقتادہؓ پہنچے جن کے گھوڑے کا نام " **حزوہ** " تھا۔

پھر حضرت اسید بن حضیرؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**مسنون**" پر سوار تھے۔

اِن کے بعد حضرت ابوعیاشؓ آئے جن کے پاس " **جلوہ** " نامی گھوڑا تھا[*19]۔ حضرت محرز بن نضلہؓ جو اخیرم کے نام سے جانے جاتے تھے نے جب مدینہ میں شور سنا تو وہ اپنے ہتھیار لگا کر گھر سے نکلے تو انھوں نے دیکھا کہ قریبی باغ میں ایک گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سن کے بے قرار ہو رہا تھا اور اُس کھجور کے گرد چکر کاٹ رہا تھا جس کے ساتھ اُس کو باندھا گیا تھا اور کچھ عورتیں تھیں جو اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جب ان عورتوں نے حضرت اخیرم کو دیکھا تو کہا اگر تم اس گھوڑے پر سوار ہو کے جہاد کے لیے نکلنا چاہتے ہو تو اسے لے جاؤ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔ چنانچہ حضرت اخیرم آگے بڑھے اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئے جو انھیں لے کر ہوا ہو گیا اس گھوڑے کا نام امام سہیلی نے " **جناح** " لکھا ہے۔

وہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے اِن آٹھ سواروں پر حضرت سعید بن زیدؓ کو امیر مقرر کیا اور اُن سے کہا تم لوگ دشمن کے تعاقب میں نکلو میں تھوڑی دیر بعد دوسرے لوگوں کے ساتھ تم سے آملوں گا۔

چنانچہ مسلمان شہسوار تیزی سے دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

راستے میں اُن کا سامنا دشمن سے ہوا تو حضرت ابوقتادہؓ نے عینیہ بن حصن کے بیٹے حبیب کو قتل کر دیا اور اُس کے اوپر اپنی چادر ڈال دی۔

جب نبی اکرم ﷺ اپنے دیگر صحابہ کے ساتھ مدینے سے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اُس مقام پر پہنچے جہاں عینیہ کے بیٹے حبیب کی لاش پڑی تھی جس کے اوپر حضرت ابوقتادہؓ کی چادر تھی۔

صحابہ نے حضرت ابوقتادہؓ کی چادر دیکھی تو گھبرا گئے اور اُن میں سے بعض نے انا اللہ پڑھا کہ حضرت ابوقتادہؓ شہید ہو گئے ہیں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا؛

ٹھیرو! یہ ابوقتادہؓ کی لاش نہیں ہے بلکہ اُس مشرک کی لاش ہے جسے حضرت ابوقتادہؓ نے قتل کیا ہے۔

صحابہ میں سے حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور لاش کے چہرے سے چادر اٹھائی پھر زور سے تکبیر کہی اور صحابہ کو بتایا کہ اللہ کے رسول سچے ہیں یہ تو عینیہ بن حصن فزاری کے بیٹے حبیب کی لاش ہے جسے یقیناً حضرت ابوقتادہؓ نے قتل کیا ہے۔

مسلمان شہسواروں کے دستے میں سے سب سے پہلے حضرت اخیرمؓ دشمن تک پہنچے تو حضرت سلمہؓ بن اکوع نے اُن کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا؛

تھوڑی دیر انتظار کر لو دیگر صحابہ کو پہنچنے دو پھر ہم دشمن سے نمٹ لیں گے۔

مگر حضرت اخیرمؓ نے اُن سے کہا؛

اے ابن اکوع، اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو، جنت اور دوزخ کو حق جانتے ہو تو بخدا میرا راستہ نہ روکو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے اُن کے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور وہ دشمن پر حملہ آور ہو گئے اُن کا مقابلہ عینیہ کے بیٹے عبدالرحمان سے ہوا جس نے اپنے نیزے سے حضرت اخیرمؓ کو شہید کر دیا اور ابھی وہ اپنے نیزے سے حضرت اخیرمؓ کا خون بھی صاف نہ کر پایا تھا کہ مسلمان سوار اُس کے سر پر پہنچ گئے اور حضرت ابوقتادہؓ نے اُس دشمن خدا کو اپنے نیزے میں پرو لیا اور ایک لمحے میں ہی حضرت اخیرمؓ کی شہادت کا بدلہ لے لیا۔

علامہ برہان الدین حلبیؒ نے حضرت محرز بن نضلہؓ یعنی اخیرم کی شہادت کے معاملے میں بیتابی کے

بارے میں لکھا ہے کہ ایک رات قبل ہی انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے اُن کے لیے کھل گئے ہیں اور وہ ان میں داخل ہو گئے ہیں۔

تب وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے جو مہاجرین میں سب سے بہتر خواب کی تعبیر بیان کرتے تھے۔انھوں نے اخیرم کا خواب سنا اور اسی لمحے اُن کو شہادت کی خوشخبری سنائی اور مبارک باد دی اس کے اگلے ہی روز حضرت اخیرم شہید ہو گئے۔

حضرت اخیرم کی شہادت کے بعد مسلمان شہ سواروں نے دشمن پر ہلہ بول دیا حضرت عکاشہ بن محصنؓ پوری رفتار سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور انھوں نے اوبار اور اس کے بیٹے دونوں کو اپنے نیزے میں پرودیا۔کئی دیگر دشمن قتل ہوئے باقی بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے اُن سے رسول اللہ ﷺ کی تمام اونٹنیاں چھین لی تھیں۔

نبی اکرم ﷺ بھی دیگر صحابہ کے ساتھ منزل کی طرف رواں تھے تب انھوں نے حضرت ابوقتادہؓ کو دیکھا جو اُن کی اونٹنیوں کو آگے لگائے باقی شہسواروں کے ساتھ واپس آرہے تھے۔نبی اکرم ﷺ نے اُسی مقام پر پڑاؤ کا حکم دیا جس کا نام ذی قرد تھا۔اس لیے اس معرکے کو غزوہ ذی قرد کہا گیا۔اگرچہ بعض مورخین نے رسول اللہ ﷺ کی چراگاہ کی نسبت سے اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی لکھا ہے۔

جنگ کے دوران حضرت قتادہؓ کے ماتھے پر ایک تیر لگا تھا جسے انھوں نے مصروفیت کی وجہ سے نہ کھینچا۔حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے نبی اکرم ﷺ نے نہایت نرمی سے اُس تیر کو حضرت ابوقتادہؓ کے ماتھے سے کھینچ لیا اور اُن کے ماتھے کا بوسہ لیا۔انھوں نے اس مہم میں حضرت قتادہؓ کو مسلمانوں کے بہترین سوار کے خطاب سے نوازا۔جبکہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو سب سے بہترین تیز انداز قرار دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا مجاہدین کے لیے اونٹ ذبح کیا جائے چنانچہ انھوں نے اپنا اونٹ ذبح کیا جس سے مسلمان مجاہدین کی تواضع کی گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے یہاں ایک رات اور ایک دن قیام فرمایا۔

رات کو حضرت سلمہؓ بن اکوع نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے سو سوار عطا فرمادیں تاکہ میں دشمن کا پیچھا کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ایک تو دشمن محفوظ ہو چکا ہے یعنی اپنے علاقے میں پہنچ چکا ہے دوسرا یہ کہ جب دشمن پر قابو پالیا کرو تو اس کے بعد اُن سے نرمی کا رویہ اختیار کیا کرو۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

کئی دن بعد لوگوں نے دیکھا کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہے اور مدینہ میں داخل ہوئی ہے۔

بیان کیا گیا کہ وہ عورت وہی تھی جسے بنوغطفان کے لوگ نبی اکرم ﷺ کی چراگاہ سے اٹھالے گئے تھے۔

اس کے بعد کی روایت خود اُس عورت کی زبان سے بیان کی جاتی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی لے کر بنوغطفان کی قید سے بھاگ نکلی تھی۔

اُس نے کہا؛ وہ لوگ مجھے اٹھالے گئے اور وہاں قید کر دیا اور کافی دن قید رکھا۔

ایک رات کو میں نے اُس رسی کو کھول لیا جس سے میرے ہاتھ بندھے تھے اس کے بعد میں اونٹوں کی طرف گئی۔ مگر جس اونٹ کی طرف بھی گئی اُس نے شور کرنا شروع کر دیا مگر یہ اونٹنی جس پر میں سوار ہو کے آئی ہوں اس نے بالکل شور نہ مچایا میں اس پر سوار ہوئی اور تنہا اپنے وطن کو روانہ ہوگئی۔

میں نے منت مانی کہ اگر میں صحیح سلامت مدینہ پہنچ گئی تو اس اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کروں گی۔ اُس عورت کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

اُس عورت نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی نذر کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا؛

تم نے اس اونٹنی کو بہت برا بدلہ دیا ہے جس نے تمھیں دشمن سے نجات دی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا؛

نذر اُس چیز پر ہوتی ہے جو تمھاری ملکیت ہو اور یہ اونٹنی تو میری ہے اسے میرے صحابہ کے حوالے کر دو اور اللہ کا نام لے کر اپنے گھر چلی جاؤ۔

خیبر و اہل خیبر

خیبر اُن فتنہ گروں کی بستی تھی جن کی قساوتِ قلبی سے تاریخ کے اوراق بوجھل ہیں۔اُن کے دل مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد کے آتش فشاں بن چکے تھے اور اُن کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی ریاست کو نابود کر دیا جائے۔خیبر کا علاقہ مدینہ سے ایک سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پہ واقع یہودیوں کی ایک آزاد اور مستحکم ریاست بنتا جا رہا تھا۔اس ریاست کو بنو قینقاع اور بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد مزید استحکام حاصل ہوا اس لیے کہ وہ اپنا بے شمار مال لے کر وہاں پہنچے تھے۔مورخین نے خیبر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودی عبرانی زبان میں قلعے کو خیبر کہتے تھے چونکہ اس علاقے میں اُن کے بہت سے قلعے تھے اس لیے اس پورے علاقے کو خیبر کہا جانے لگا۔البتہ امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ خیبر یثرب کے بھائی کا نام تھا اور یثرب وہ پہلا شخص تھا جو اِن علاقوں میں اترا۔پورے خطہ عرب میں اہل یہود کو اور کسی علاقے میں اس قدر استحکام اور قوت حاصل نہ تھی جو اُن کو خیبر میں حاصل تھی اس لیے کہ خیبر میں اُن کے نخلستان بے پناہ پیداوار دیتے تھے اور خیبر کی زرخیز وادیاں کھجور، انگور، انجیر، لیموں اور

ترنج کی وافر پیداوار کے لیے بھی مشہور تھیں۔ یہی پیداوار اِن کے معاشی استحکام کی ضمانت تھی۔ خیبر کی جغرافیائی حقیقتیں بھی اُن کے لیے مدد ومعاون تھیں۔ خیبر تقریباً پچیس مربع میل پہ محیط ایک ایسا علاقہ تھا جہاں زرخیز وادیاں تھیں، پہاڑی چشمے تھے، انگوروں کے باغ اور کھجوروں کے نخلستان تھے۔ بلند و بالا اور سنگلاخ پہاڑی چٹانیں اُن کے لیے شہر پناہ کا کام دیتی تھیں۔ وہاں ٹھنڈے لاوے کے نوکیلے پہاڑ تھے جن کے درمیان سے اترتے بیشمار پہاڑی چشمے اُن کی پانی کی ضروریات کے لیے کافی ہوجاتے اور یہی پہاڑی چشمے اُن کے پھلوں کی پیداوار کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتے تھے۔

خیبر دراصل کسی خاص قلعے یا بستی کا نام نہ تھا بلکہ اُس تمام علاقے کو خیبر کہا جاتا تھا جس میں یہودیوں کے قلعے جابجا پھیلے ہوئے تھے۔ یہودی اپنے قلعوں کی فصلیں اونچی رکھتے تھے اور قلعے کے اندر ہی اپنی ضرورت کی ہر چیز موجود رکھا کرتے۔ اس کے علاوہ اِن علاقوں میں یہودیوں کے بیس ہزار جوان حربی صلاحیت سے مزین تھے جس کی وجہ سے عرب خیال کیا کرتے کہ خیبر کی وادیوں کو فتح کرنا ناممکن ہے۔ خیبر کے علاقے میں یہودیوں کے جو قلعے تھے۔ مورخین نے اُن کی تعداد مختلف بیان کی ہے تاہم اُن کی بیان کردہ معلومات کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو انھوں نے ستر ہ قلعوں کی نشاندہی کی ہے جو تین بڑے حصاروں میں منقسم تھے جن کو نطاۃ، شق اور کتیبہ کہا جاتا تھا۔

اُن کے قلعوں کے نام اس طرح بیان کیے گئے ہیں۔

الواطیح، السلالم، الصعب، النطاۃ، الزبیر، الشق، احصن ابی، المنازل، النعیم، السمران، النظار، الکتیبہ، القصوہ، المریط اور القموص۔

خیبر کے علاقے میں اگر چہ عرب بھی آباد تھے مگر اُن کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ مورخین نے اُن کا ذکر اس لیے حذف کیا ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں اُن کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی وہ مزدور لوگ تھے جو روزانہ کی اجرت پہ یہودیوں کے ملازم تھے اور اُن کے کھیتوں وغیرہ میں کام کرتے تھے۔ تاہم اہلِ خیبر کے بنو غطفان سے نہایت عمدہ تعلقات تھے جو ایک طاقتور عرب قبیلہ تھا جو نہ صرف یہودیوں کے مفادات کا تحفظ کرتا تھا بلکہ اب تک مسلمانوں کا بدترین دشمن بھی ثابت ہوا تھا۔ اس لیے کہ اہلِ یہود کی پشت پناہی میں اُس کے مالی مفادات پوشیدہ تھے اور اس لیے بھی کہ بنو غطفان صحرائے عرب کے باسی تھے اور اُن کی

معاشی حالت دیگر عرب قبائل کی طرح دِگرگوں ہی تھی۔ وہ غارت گر تھے اور اُن کی معاش کا دار و مدار صرف لوٹ مار پہ ہی تھا مگر اس کے باوجود وہ سیاسی سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے اور جس طرف سے بھی انھیں مال و دولت کا لالچ دیا جائے وہ اسی طرف ہو جاتے تھے۔ اسی لیے تو جب انھوں نے قریش اور یہودیوں کے ساتھ مل کر غزوہ خندق میں مسلمانوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو ذرا سے لالچ سے انھوں نے قریش اور یہودیوں سے دغا بازی پہ آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورے کے بعد بنو غطفان کو دی گئی پیش کش واپس لے لی تھی اس طرح یہ معاہدہ نہ ہو سکا تاہم اس سے بنو غطفان کے ذہنی رجحان کا سراغ ضرور مل جاتا ہے۔

اور وہ بنو غطفان ہی تھے جو اہل خیبر کی تجارت کو تحفظ اور سہارا فراہم کیے ہوئے تھے اہل خیبر کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تو اُن کے ہاں پیدا ہونے والی اجناس سے حاصل ہوتا تھا تاہم وہ سود کا کاروبار بھی کرتے تھے اور سونے چاندی کے زیورات بنانے میں بھی اُن کو مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ قریش مکہ تک شادی بیاہ میں زیورات انھی سے حاصل کیا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے بنو قینقاع اور پھر بعد میں بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو اُن کی اکثریت خیبر میں ہی پہنچی جہاں اُن کے باغات تھے اور دیگر جائیدادیں پہلے سے موجود تھیں اس لیے اب خیبر کی سیاسی اور حربی حیثیت میں کافی حد تک اضافہ ہو چکا تھا۔ مدینہ سے جلاوطن ہونے والے یہودی ہوں یا خیبر کے قدیمی یہودی اُن سب میں بنو نضیر سب سے اعلیٰ نسب والے تھے اور دیگر یہودی قبائل اُن کی تکریم کرتے تھے۔

اس لیے جب بنو نضیر مدینہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر پہنچے تو اہل خیبر نے انھیں بغیر کسی تردد کے اپنا حاکم اور سربراہ مان لیا۔ چنانچہ اب عملاً خیبر کی قیادت بنو نضیر ہی کر رہے تھے اور وہی بنو غطفان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نابود کر دینے کی تمنا دل میں لیے طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہودیوں کی فطری کج روی نے اُن کو وہ دن بھی دکھایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غزوہ خندق کے موقع پر میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے بنو قریظہ کے تمام یہودیوں کو قتل کرا دیا تو اس کے بعد اہل خیبر کے دلوں میں انتقام کے مزید آلاؤ سلگنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ اہل خیبر کی تمام حرکات و خواہشات سے آگاہ تھے اور ایک لمحہ کے لیے اِن سے غافل نہ تھے یہی وجہ ہے کہ بنو قریظہ کے قتل عام کے بعد جب خیبر کے سربراہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق جس کا تعلق بنو نضیر سے تھا نے عرب بدوؤں سے ساز باز شروع

کی اور اُن کو مدینے پہ حملہ کرنے کے عوض خیبر کی نصف پیداوار دینے کا لالچ دیا تو اس سے قبل کہ وہ اپنے منصوبے کو عملی جامعہ پہناتے نبی اکرم ﷺ کے حکم پر آپ ﷺ کے جاں نثاروں نے اُسے اُس کے قلعے میں گھس کر قتل کر دیا تھا جس کے بعد کچھ روز تو یہودی سہمے رہے اس کے بعد پھر اپنی پرانی روش پہ آ گئے اور یہودیوں کے ایک اہم سردار اسیرم بن رزام نے سر اٹھایا اور اہل نجد کے بدو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کرنے میں مصروف ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی قیادت میں تیس سواروں کا ایک لشکر خیبر کی طرف روانہ کیا جنھوں نے اپنی چالاکی کی بنا پر اسیرم بن رزام کو خیبر کے قلعوں سے نکال لیا اور بعد میں اُس کی غداری کی بنا پہ اسے قتل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ کی انتہائی کمزور اسلامی ریاست کو تین بڑے دشمنوں کا سامنا تھا جن میں اول تو اہل قریش تھے جو ہر سال دو سال بعد مدینے پہ چڑھائی کر دیتے دوم مدینہ اور خیبر کے یہودی تھے جنھیں منافقین کی حمایت بھی حاصل تھی اور وہ کافی طاقتور بھی تھے مسلمانوں کے خلاف صف آرا تیسری بڑی قوت اہل نجد کے وہ بدوی قبائل تھے جن کی عمومی حیثیت کرائے کے قاتلوں جیسی تھی اور وہ ایک بہت بڑی قوت تھے جو بنوغطفان کی سربراہی میں دور صحرائے عرب تک پھیلے ہوئے تھے۔ چھ ہجری کو جب نبی اکرم ﷺ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور اہل قریش نے آپ ﷺ کا راستہ روکا تب مسلمان تو چونکہ جنگ کی نیت سے مکہ کی طرف گئے ہی نہ تھے مگر قریش کو بھی ان کی کمزور حربی قوت نے جنگ سے گریز پہ مجبور کیا اور یوں اُن کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک معاہدہ کرنا پڑا گیا جس کو صلح حدیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور قرآن حکیم میں اس کو فتح مبین قرار دیا گیا۔ یہ بشارت چونکہ اللہ رب العزت کی طرف کتاب فرقان میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے اتاری گئی تھی اس لیے وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی اور صلح حدیبیہ کے بعد دشمن ایک ایک کر کے مغلوب ہو گئے اور سارا عرب اسلام کی مسحور کن خوشبوؤں سے مہکنے لگا۔

صلح حدیبیہ کے بعد قریش کے بازو بندھ گئے تھے اور مسلمانوں کے دشمنوں کی تعداد تین سے کم ہو کر دو رہ گئی تھی۔ بنوغطفان بغیر کسی بڑے لالچ کے محض عقیدے کے اختلاف کی بنا پہ مسلمانوں سے الجھنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے جب بھی یہودیوں نے اُن کو مدینے پہ حملے کے لیے اکسانا چاہا انھوں نے اہل خیبر

کے سامنے بھاری شرائط پیش کیں مگر اہل خیبر فی الحال اُن کی شرائط ماننے کو تیار نہ تھے۔تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس بات کا امکان بہت روشن تھا کہ بنوغطفان اور خیبر کے یہودی کسی بھی وقت کسی معاہدے تک پہنچ سکتے تھے اور مسلمانوں کی نوزائیدہ ریاست کے لیے انتہائی شدید خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔

چنانچہ مورخین نے بتایا کہ بالآخر اہل خیبر اور بنوغطفان کے مابین خیبر کی نصف پیداوار دینے کے عوض معاہدہ ہو گیا اور اس سے قبل کے کہ وہ اس معاہدے پہ عمل درآمد کرتے اور متحد ہو کر مدینے پہ چڑھائی کر دیتے نبی اکرم ﷺ نے اُن کو یہ موقع نہ دیا اور مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک رات جب یہودی اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے اپنے قلعوں سے باہر آئے تو مسلمانوں کے لشکر کو اپنے عین سامنے دیکھ کر ششدر رہ گئے اور یہ پکارتے ہوئے اپنے قلعوں کی طرف دوڑے کہ ہائے خیبر اجڑ گیا۔

21 محرم 7 ہجری، بمطابق جون 628ء

غزوہ خیبر

یہودیوں کی تاریخ میں ایک اور سیاہ دن کا اضافہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ سولہ سو صحابیوں کے ہمراہ اُن کی کج روی درست کرنے کے لیے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے جس شدت سے اسلام سے انکار کیا تھا اور جس رعونت سے اسلام کی بیخ کنی پہ تلے بیٹھے تھے وہ کسی بھی اہل کتاب قوم کے لیے زیبا نہ تھا۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کے ہر مرحلے میں اُن کے اندر یہ احساس زندہ رہا کہ نبوت و رسالت بنی اسرائیل سے بنو اسماعیل کو منتقل ہو گئی ہے اور اسی احساس نے اُن کے اندر ردِعمل کے اُس سلسلے کو جنم دیا جس کے نتیجے میں وہ اسلام کے خلاف خم ٹھوک کر میدانِ عمل میں اتر آئے اور آخرت کے ساتھ ساتھ انھیں دنیا میں بھی ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑا کہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب سے یہی نتیجہ نکلنے والا تھا۔ اگرچہ جنگ احزاب (غزوہ خندق) کا واقعہ اُن کے لیے عبرت کے بے پناہ سامان لیے ہوئے تھا مگر اُن کی قساوت قلبی نے اُن کے دل مردہ کر دیئے تھے اور مردہ دلوں سے خیر و حسنہ کے چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور ناعاقبت اندیشی اُن کا شیوہ ٹھیرتی ہے لہٰذا انھوں نے اسلام دشمنی کی روش کو جاری رکھا اور سات

ہجری میں جنگ کی چنگاریاں سلگانے کے لیے بنوغطفان اور دیگر کئی بدوی عرب قبائل کو طرح طرح کے لالچ دے کے اکسایا اور مدینہ پہ حملہ کرنے کی منصوبہ بندی شروع کردی۔ تاہم مدینہ کی اسلامی ریاست بھی اُن کی ہر حرکت سے آگاہ تھی اور اُن پہ کڑی نگاہ رکھی ہوئی تھی اس لیے مسلمانوں نے حسب سابق پہل کرنا مناسب جانا اور آنحضرت محمد ﷺ نے صحابہ کو جہاد پہ نکلنے کے لیے تیاری کا حکم دے دیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

یہ مئی جون کے گرم ترین دن تھے جب مسلمان چپکے چپکے جہاد کی تیاریوں میں مشغول تھے اور منافقین کی نظروں سے بچ کر ہر ممکن تیاری کر رہے تھے دراصل اُن کے سالارِ اعظم ﷺ نے اُن کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ احتیاط سے تیاری کریں کیونکہ وہ دشمن کو اُس کی بے خبری میں جا دبوچنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ صحابہ عزم و جوش کے ساتھ جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے ضروری تیاریوں میں مگن تھے اور زادِ راہ اکٹھا کر رہے تھے کیونکہ انھیں ایک کٹھن سفر درپیش تھا۔ اعلان جنگ کے بعد بہت سے وہ لوگ بھی جنگ پہ نکلنے کے لیے تیار ہو گئے جنھوں نے غزوہ حدیبیہ پر نکلنے سے گریز کیا تھا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک تو کچھ لوگوں کے دلوں پہ اہل قریش کا خوف تھا دوسرے اس مہم سے مال غنیمت ہاتھ آنے کی امید کم ہی تھی اس لیے لوگوں کی ایک تعداد جن کا ایمان کمزور تھا یا وہ منافقین کی باتوں میں آ گئے تھے اور اُن میں ایک بڑی تعداد اُن بدوی عربوں کی تھی جن کو اسلام قبول کیے ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی۔ غزوہ حدیبیہ کے بعد قرآن میں کئی ایسی آیات اتریں تھیں جن میں مسلمانوں کو وسیع مال غنیمت کی بشارت عطا کی گئی تھی۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

میرے ساتھ صرف وہی لوگ نکلیں جو حدیبیہ کے روز ہمارے ساتھ تھے اور جو لوگ مال غنیمت کے لالچ میں ہمارے ساتھ نکلیں گے مال غنیمت میں سے انھیں کچھ عطا نہ کیا جائے گا اور صلح حدیبیہ میں جن آیات میں مسلمانوں کو مال میں کشادگی کی بشارت دی گئی تھی وہ یہ ہیں۔

" وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ

النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○
وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا
○

القرآن الحکیم (سورۃ الفتح 48 ؛ آیات 19,20)

ترجمہ:

''اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنھیں تم حاصل کرو گے فوری طور پہ تو یہ فتح اس نے تمھیں عطا کر دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تمھارے خلاف اٹھنے سے روک دیئے ہیں تا کہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمھیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور **غنیمتوں** کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پہ تم ابھی قادر نہیں ہوئے اور اللہ نے اُن کو گھیر رکھا ہے کہ اللہ ہر بات پہ قادر ہے''۔

☼☼☼☼☼☼☼

چنانچہ نبی اکرم ﷺ محرم سات ہجری کو خیبر کی طرف روانہ ہوئے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ محرم کے بیس دن گزر چکے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے کوچ کیا۔ [*20]

نبی اکرم ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ [*21]

اُمہات المومنین میں سے حضرت اُم سلمیٰؓ ہمراہ تھیں۔

لشکر اسلام خیبر کی طرف روانہ تھا اور ایک حدی خواں کی پرسوز آواز سے اونٹ مسرور ہو رہے تھے اُن کی گردنیں لمبی ہو چکیں تھیں اور اُن کے قدم دور پڑتے تھے۔

چاندنی رات کا سحر اور حدی خواں کے سوز نے ایک سماں باندھ دیا تھا نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا؟

یہ کون ہے؟

لوگوں نے جواب دیا!

یارسول اللہ ﷺ یہ عامر بن اکوع ہیں۔

حضرت عامر بن اکوع رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا

وَ لَا تَصَدَّقْنَا و لَا صَلَّیْنَا

اللہ کی قسم ! اگر اللہ تعالیٰ کا کرم نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ ہی نمازیں پڑھتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّا اِذَا قَوْمٌ بَغَوا عَلَیْنَا

وَ اِنْ اَرَدُوْا فِتْنَۃً أَبَیْنَا

جب کوئی قوم ہم پہ سرکش ہو اور ہم پر جنگ مسلط کر دے تو ہم اس کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَنْزَلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا

وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قَیْنَا

اے اللہ! ہم پہ سکینہ نازل فرما۔ اور اگر ہمارا سامنا دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

[*22]

❁❁❁❁❁❁❁❁

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عامر بن اکوع کے اِن عمدہ اشعار کو پسند کیا اور اُن کے لیے مغفرت کی دُعا کی۔

حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

جب انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی یہ دُعا سنی تو جان گئے کہ حضرت عامر بن اکوع جلد ہی شہادت کی خلعت اوڑھ لیں گے کیونکہ صحابہ جانتے تھے کہ جنگ کے دوران جب نبی اکرم ﷺ کسی کے لیے مغفرت کی دُعا کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کو منصب شہادت پہ فائز کر دیتا ہے چنانچہ حضرت عمر نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ

آپ نے اُن کے لیے مغفرت کی دُعا فرما دی ہے آپ نے ہمیں اِن سے مزید مستفیذ کیوں نہ ہونے دیا۔

حضرت عامر بن اکوع کے چچا حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں:[*23]

پھر جلد ہی جنگ کا آغاز ہو گیا اور حضرت عامر بن اکوع غزوہ خیبر میں شہید ہو گئے۔ انھوں نے اپنی تلوار سے دشمن پہ ایک زور دار وار کیا مگر تلوار اچٹ کر خود انھیں ہی لگ گئی جس کی بنا پہ وہ شہید ہو گئے۔ چونکہ وہ اپنی ہی تلوار کی زد میں آ گئے تھے اس لیے صحابہ نے اُن کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ انھوں نے کہا کہ عامر بن اکوع شہید نہیں ہوئے اور نہ وہ جنت میں جائیں گے۔ میں اُن کی باتوں سے بہت افسردہ تھا جو انھوں نے میرے بھتیجے کے بارے میں کیں تھیں چنانچہ میں اُن کی شکایت لے کر آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اُن سے عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ!

لوگ عامر بن اکوع کے بارے میں یوں اور یوں کہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے دلاسا دیا پھر فرمایا؛

وہ تو اسلام کی خاطر بہت ہی جدوجہد کرنے والا جوان تھا چونکہ وہ اپنی ہی تلوار کے زخم سے شہید ہوا ہے اس لیے اُس کے لیے تو دو شہیدوں کا اجر ہے اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں جوڑ رکھیں تھیں اور اُن سے اشارہ کر کے مجھے عامر بن اکوع کے دوہرے اجر کے بارے میں بتا رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ خیبر کی طرف رواں تھے اور حدی خوانوں کے نغمے سفر کی صعوبت کو کم کرتے تھے۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ جب جہاد کے لیے تشریف لے جایا کرتے تو حضرت براء ابن عازب حدی خوانی کیا کرتے جس سے اونٹ مست ہو جاتے اور سفر تیز رفتاری سے طے ہونے لگتا انھوں نے مزید لکھا ہے کہ خاص ازواج مطہرات اور دیگر اُن خواتین کے لیے جو اِن قافلوں کے ہمراہ ہوتیں الگ سے حدی خواں ہوا کرتا جو خواتین کو رجزیہ اشعار سناتا اور اُن کا خیال رکھتا۔

انھوں نے لکھا کہ براء ابن عازب مردوں کو اشعار سنایا کرتے اور حضرت **انجشہ** خواتین کے لیے حدی خوانی کیا کرتے تھے۔ [*24]

اس سے قبل بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمان جب دین اسلام کی حفاظت کے لیے اہل کفار سے جنگ کے لیے نکلا کرتے تھے تب اُن کے ہمراہ مختصر تعداد میں خواتین بھی ہوتیں تھیں جو جذبہ جہاد سے سرشار ہوتیں تھیں اور مسلمانوں کے زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتیں اور اُن کو پانی پلایا کرتیں تھیں۔ چنانچہ غزوہ خیبر میں بھی سولہ سترہ خواتین مسلمانوں کے ہمراہ تھیں جو جذبہ جہاد سے سرشار تھیں ہم یہاں اُن خواتین کے نام درج کر رہے ہیں جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ساتھ تھیں۔

آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ اُن کی زوجہ حضرت اُم سلمیٰ بھی اُن کے ساتھ تھیں، صفیہ دختر عبدالمطلب، سلمیٰ نبی اکرم ﷺ کی خادمہ، اُم عمارہ نصیبہ بنت کعب، اُم منیع، اُم مطاوع الاسلمیہ، اُم سلمیٰ بنت ملحان، اُم ضحاک بنت مسعود الحارثیہ، ہند بنت عمرو بن حرام، اُم العلاء الانصاریہ، اُم عامر الاشہلیہ، اُم عطیہ الانصاریہ، اُم سلیط، امیہ بنت قیس الغفاریہ، کعیبہ بنت الاسلمیہ رضی اللہ عنہ عاصم بن عدی کی زوجہ بھی مجاہدین اسلام کے ساتھ تھیں جن کے ہاں قیام خیبر کے دوران ہی ایک بیٹی نے جنم لیا۔

اُم عطیہ انصاری کی یہ روایت امام حلبی نے درج کی ہے:

کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کو نکلیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سربلند کیا اور ایک ایک کر کے تمام قلعے سرنگوں ہو گئے اور مسلمان خیبر کے حاکم بن گئے جنگ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ہمیں

بھی مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ مجھے آنحضرت ﷺ نے ایک قیمتی ہار عطا فرمایا۔
خدا کی قسم! تب سے وہ ہار میرے ہی پاس ہے اور میں نے اسے اپنے گلے سے کبھی جدا نہیں کیا اور میں نے اپنے ورثا کو وصیت کر رکھی ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرے گلے سے یہ ہار نہ اتارا جائے بلکہ اسے میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے اس لیے کہ یہ ہار نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے میرے گلے میں ڈالا تھا۔

چاندنی رات میں اللہ کی توحید کی سربلندی کے لیے اللہ کے بزرگ و برتر بندوں کا یہ قافلہ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ تب نبی اکرم ﷺ نے ایک شترسوار کو دیکھا جس کا اونٹ سب سے آگے جا رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا؛

اس کو روکو!

اور صحابہ نے آگے بڑھ کر اُس صحابی کو روکا جن کا نام حضرت عبس بن جبرؓ تھا۔

نبی اکرم ﷺ اُن تک پہنچے اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبس بن جبرؓ سے پوچھا؟

تم سب سے الگ اور سب سے آگے کیوں چل رہے ہو؟

انھوں نے جواب دیا۔

یا رسول اللہ ﷺ!

میری اونٹنی بہت سرکش ہے اور قابو میں ہی نہیں آتی۔

اب نبی اکرم ﷺ حضرت عبس بن جبر کے ساتھ ساتھ ہی چل رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبس بن جبر سے سوال کیا؟

وہ چادر کیا ہوئی جو میں نے تمھیں کچھ روز قبل دی تھی؟

حضرت عبس بن جبر نے جواب دیا!

یا رسول اللہ ﷺ!

وہ ایک قیمتی چادر تھی جسے میں نے اوڑھنا چاہا مگر پھر مجھے اس مہم کا علم ہوا تو میں نے اُسے فروخت کر دیا کیونکہ میرے پاس زادِ راہ نہ تھا۔ میں نے وہ چادر آٹھ درہم میں فروخت کی دو درہم اپنی بیوی کو

دیئے کہ وہ میری غیر موجودی میں اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرے دو درہم میں نے زادِ راہ کے طور پہ اپنے ساتھ رکھ لیے اور چار درہم سے یہ چادر خرید لی جس کو میں اوڑھے ہوئے ہوں۔

نبی اکرم ﷺ اُس چادر کی تفصیلات سن کے مسکرا دیئے اور فرمایا!

اے عبس!

اگر تم کچھ دن اور جیئے تو تم دیکھو گے کہ تمھارے مال میں کشادگی آجائے گی تمھارے پاس زادِ راہ کی کوئی کمی نہ ہوگی تمھارے پاس کثیر مال ودولت ہوگی اور بہت سے غلام ہوں گے مگر یاد رکھو سیم وزر کی اس کثرت میں تمھارے لیے بھلائی کم ہی ہوگی۔

مدینے سے نکلنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلا پڑاؤ صہبا کے مقام پہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے استفار کیا؟

تمھارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے۔

صحابہ کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کی کمی تھی اس لیے چند صحابہ کے پاس محض کچھ ستو تھے اور انھوں نے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دستر خوان بچھایا اور یہ تھوڑے سے ستو اُس پہ ڈال دیئے پھر ہاتھ اٹھا کر اِن میں برکت کے لیے دُعا کی اور اس کے بعد ہم سب نے جو کہ سولہ سو تھے اسی دستر خوان سے کھایا اور سیر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں اسی مقام پہ ادا کیں اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا؛

حسیل بن خارجہ کو پیش کرو۔

حسیل بن خارجہ کے ذمے اس سفر میں اسلامی لشکر کی راہبری کا فریضہ تھا کہ وہ اِن علاقوں سے اچھی طرح واقف تھے۔

حضرت حسیل بن خارجہ حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

حسیل ہمیں ایسی جگہ لے چلو جہاں ہم اہل خیبر اور بنوغطفان کے بیچ میں حائل ہو جائیں۔ اور حسیل لشکر اسلام کو ایک ایسے مقام پہ لے گئے جہاں اسلامی لشکر اہل خیبر اور بنوغطفان کے مابین حائل ہو

گیااوراس مقام کانام رجیع تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو پڑاؤ کا حکم دیا۔

تاہم حدودِ خیبر میں داخل ہونے سے قبل نبی اکرم ﷺ نے لشکرِ اسلام کو رُک جانے کا حکم دیا اور بارگاہ ربّ العزت میں یہ دُعا فرمائی۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ،
وَرَبَّ الْأَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ،
وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضْلَلْنَ ،
وَرَبَّ الرِّحِ أَذْرَيْنَ ، فَإِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ أَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا ،
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔

ترجمہ:

"اے اللہ! تو آسمانوں کا بھی پروردگار ہے اور وہ جن چیزوں پہ سایہ فگن ہیں اُن کا بھی تو ہی مالک ہے۔

اے رب! تو ہی اِن سات زمینوں کا رب ہے اور جو کچھ انھوں نے اپنے اوپر اٹھایا ہوا ہے اُن بھی تو ہی رب ہے۔

اے رب! تو ہی شیطانوں کا پروردگار ہے اور جن کو شیاطین نے بہکایا ہے اُن کا بھی تو ہی رب ہے۔

اے رب! تو ہی ہواؤں کا رب ہے اور جن کو وہ اٹھائے لیے جا رہی ہیں اُن کا بھی تو ہی رب ہے۔

اے ان سب کے رب! ہم تجھ سے اس بستی کی خیر مانگتے ہیں، اس کے مکینوں کی خیر مانگتے ہیں اس کے مال ومتاع کی خیر مانگتے ہیں۔

اے ہمارے رب! ہم تجھ سے اس بستی کے شر سے پناہ مانگتے ہیں، اس بستی کے مکینوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور تجھ سے ہی اس کے مکینوں اور سامان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ [*25]

نبی اکرم ﷺ رات کے وقت خیبر کی بستیوں میں پہنچے تھے اور نبی اکرم ﷺ رات کو دشمن پہ حملہ کرنا پسند نہ کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کو پڑاؤ کا حکم دیا اور صبح صادق طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔خیبر کے یہودیوں کو اگرچہ خبریں مل رہی تھیں کہ مسلمان اُن پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں مگر وہ اپنی حربی قوت سے اتنے مطمئن تھے اور اُن کا خیال تھا مسلمان اس کی کبھی جرأت نہ کریں گے۔مگر اُن کی یہ رعونت اُن کو بہت بھاری پڑی اور اُس دن جب معمول کے مطابق انھوں نے اپنے کھیتی باڑی کے ہتھیار اٹھائے اور اپنے نخلستانوں کی جانب جانے کے لیے اپنے قلعوں اور گڑھیوں سے باہر نکلے تو انھیں اس منظر پہ یقین ہی نہ آیا جو اُن کے سامنے پھیلا تھا۔

وہ ششدر رہ گئے اور دور دور تک پھیلے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھنے لگے پھر اُن لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینکے اور اپنے قلعوں کی طرف بھاگ نکلے اور اندر داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔اُن کے اس طرح فرار سے پُر مسلمان مسرور ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر اجڑ گیا ۔جب ہم کسی قوم کے میدان میں خیمہ زن ہوتے ہیں تو جن کو ڈرایا جاتا ہے اُن کی صبح خوفناک ہو جاتی ہے۔

یہودی مسلمانوں کے اس اچانک حملے سے گھبرا اٹھے تھے۔چنانچہ انھوں نے اپنی عورتوں بچوں اور اموال کو کتیبہ کے قلعوں میں منتقل کر دیا اور اپنے لڑنے والے لوگوں اور اسلحہ کو ناعم کے قلعے میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔مسلمان خیبر کے دروازوں کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تب حضرت حباب بن المنذر نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ

آپ جس جگہ ٹھہرے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہے یا محض ایک جنگی چال؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں! یہ تو محض ایک جنگی چال ہے۔

تب حضرت حباب بن منذر رنے فرمایا؛

یا رسول اللہ ﷺ

اس جگہ پڑاؤ کرنے سے لشکر اسلام کو کئی خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے میں نطاۃ قلعے کے جنگجوؤں سے خوب واقف ہوں اُن کے تیر دور تک جاتے ہیں اور اُن کا نشانہ پختہ ہے اور اس وقت لشکر اسلام جہاں قیام پذیر ہے وہ اُن کے تیز اندازوں کی زد میں ہے۔ پھر وہ لوگ بلندی پر ہیں اس لیے اُن کے تیر دور تک آئیں گے اور مسلمان لشکر کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی قوی اندیشہ ہے کہ لشکر اسلام کے بائیں جانب درختوں کے جو جھنڈ ہیں یہودی اُن کی آڑ لے کر مسلمانوں پہ شب خون ماریں گے اور یا رسول اللہ ﷺ یہاں ہم پانی سے بھی قدرے فاصلے پر ہیں اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ لشکر اسلام کو یہاں سے کوچ کا حکم دیا جائے اور مناسب جگہ کی تلاش کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حباب بن المنذر ر کے مشورے کو قبول کیا اور اُن کے دلائل کی تعریف فرمائی ساتھ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ محمد بن مسلمہ کو پیش کریں۔

حضرت محمد بن مسلمہ کے تشریف لانے پر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

مسلمانوں کے لشکر کے لیے مناسب جگہ کی تلاش کرو۔

حضرت محمد بن مسلمہ تشریف لے گئے اور جب دوپہر ڈھلنے کے قریب تھی تب وہ تشریف لائے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ میں نے لشکر اسلام کے لیے مناسب جگہ تلاش کر لی ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کوچ کا حکم دیا اور مقام رجیع سے کوچ فرمایا اور مقام صخرہ پر اتر آئے۔

صاحب عیون الاثر نے لکھا ہے کہ مقام صخرہ پہ پڑاؤ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا کیونکہ اس مقام پہ پڑاؤ کرنے سے مسلمان لشکر یہودیوں اور بنو غطفان دونوں پہ بہ یک وقت نظر رکھ سکتا تھا۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

پھر جب تک نبی اکرم ﷺ نے خیبر میں قیام فرمایا یہیں مقیم رہے صحابہ نے یہاں ایک مسجد بنا دی تھی جہاں نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔

جہاں تک بنو غطفان کا تعلق ہے تو اُن کے متعلق دو روائتیں ہیں۔

پہلی تو یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے خیبر کے لیے کوچ کیا تو معاہدے کے مطابق بنو غطفان یہودیوں کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہوئے مگر جب وہ اپنے مسکن سے ایک ہی منزل دور ہوئے ہوں گے کہ انھوں نے اپنے پیچھے شور سنا اور اُن کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن کی غیر موجودگی میں مسلمانوں نے اُن کی خواتین اور بچوں پہ حملہ کر دیا ہے اس لیے وہ فوراً ہی واپس پلٹے اور اپنے ٹھکانے پہ پہنچے مگر وہاں کچھ بھی تھا یہ ایک خوف تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے دلوں میں ڈال دیا گیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب بنو غطفان یہودیوں کی مدد کے ارادے سے نکلے تو اُن کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کے ایک دستے نے جو تین سواروں پہ مشتمل تھا اُن کے ٹھکانوں پہ حملہ کر دیا جہاں اب صرف عورتیں اور بچے ہی تھے مسلمانوں نے اگر چہ عورتوں اور بچوں پہ حملہ تو نہیں کیا مگر وہ خوفزدہ ضرور ہو گئیں اور اُن کے شور کو سن کے ہی بنو غطفان کے جنگجو واپس پلٹے تھے اور اس کے بعد اُن کو پھر خیبر کی طرف نکلنے کی ہمت نہ ہوئی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خیبر فتح کرا دیا۔

جنگ کا آغاز؛

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ خیبر کے دروازوں پہ تشریف فرماتھے جنگ کا باقاعدہ آغاز نطاۃ کے قلعے ناعم سے ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے لشکر کو ترتیب دیا اور اُن کو جھنڈے عطا فرمائے ۔[*26]

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت حباب بن المنذ راور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمائے گئے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا شعار ''**یا منصور امت**'' تھا۔

پہلے دن جب جنگ کا آغاز ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے آغاز جنگ سے قبل اللہ رب العزت سے یہ دُعا فرمائی اور صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

" لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوْا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ مَا تُبْتَلُوْنَ بِهٖ مِنْهُمْ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا وَ رَبُّهُمْ نَوَاصِيْنَا وَنَوَا صِيهِمْ بِيَدِكَ اِنَّمَا تَقْتُلُهُمْ اَنْتَ ثُمَّ أَلْزِمُوْاالْأَرْضَ جُلُوْسًا فَاِذَا غَشُوْكُمْ فَا نْهَضُوْا وَكَبِّرُوْا

ترجمہ؛

''دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ دشمن کے مقابلے میں تمھیں کس طرح آزمایا جائے گا لیکن جب دشمن سے مقابلے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے اور آمنا سامنا ہو جائے تو یہ دُعا مانگو۔ اے اللہ ہمارا بھی تو ہی رب ہے اور اُن کا بھی تو ہی رب ہے ہماری پیشانیاں بھی تیرے ہاتھ میں ہیں اور اُن کی پیشانیاں بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تو ہی اُن کو موت کے گھاٹ

اتارنے والا ہے''۔

☼☼☼☼☼☼☼

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛
یہ دُعا مانگنے کے بعد زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ اور دشمن پہ نظریں جمائے رکھو جب وہ تمھارے قریب آئے اور تم پہ حملہ کرنا چاہے تو نعرہ تکبیر لگا کر کھڑے ہو جاؤ اور دشمن پہ حملہ آور ہو جاؤ۔
امام حلبی نے بیان کیا ہے کہ!
جنگ کے ابتدائی ایام میں نبی اکرم ﷺ خود اس جنگ میں شریک رہے آپ ﷺ الظرب نامی گھوڑے پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔تاہم جنگ کے تیسرے یا چوتھے روز نبی اکرم ﷺ سر میں شدید درد کی وجہ سے اپنے مستقر میں واپس تشریف لے آئے تھے جو مقام صحرہ میں تھا۔مورخین نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ کبھی کبھار نبی اکرم ﷺ کو درد شقیقہ یعنی آدھے سر کا درد ہو جایا کرتا تھا۔دوسری طرف ناعم قلعہ کا محاصرہ جاری تھا اور یہودی قلعہ بند ہو جانے کی بجائے قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں کا سامنا کر رہے تھے۔
یہ جنگ کئی روز سے جاری تھی۔
اس دوران حضرت ابوبکر صدیق،حضرت عمر مسلمانوں کی راہبری کرتے رہے دونوں اطراف سے خون بہہ رہا تھا مگر آٹھ روز گزرے جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا۔مسلمان اب تک بہت سے یہودیوں کو قتل کر چکے تھے اور کئی مسلمان یہودیوں کے تیروں سے زخمی ہوئے تھے۔مسلمان جب قلعہ کی فصیل کے قریب جاتے تو یہودی اُن پہ بے پناہ تیر اندازی کرتے جس سے مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑتا۔تاہم مسلمان جانتے تھے کہ اگر انھوں نے خیبر کو فتح کرنا ہے تو قلعہ ناعم کو فتح کرنا انتہائی ضروری ہے اس لیے کہ یہ قلعہ فتح ہو جانے کے بعد نطاۃ کے باقی قلعے آسانی سے فتح ہو جاتے کیونکہ یہودی اپنی بھرپور طاقت کے ساتھ قلعہ ناعم کا دفاع کر رہے تھے نطاۃ کے علاقے میں جو قلعے تھے اُن کے اندر چالیس ہزار کھجور کے نخلستان تھے جو یہودیوں کی امارت کا باعث تھے۔یہودیوں کے بہت بڑے جنگجو مرحب اور اُس کے بھائی اسی قلعے میں رہتے تھے۔اور یہودی مرحب کو ہزار سواروں کے

برابر جانتے تھے۔

یہ شاید قلعہ ناعم کے محاصرے کا پانچواں روز تھا جب شدید لڑائی کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ کے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ شدید تھکاوٹ کے بعد قلعہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھے تو اوپر سے ابو کنانہ بن الربیع نے چکی کا پاٹ اُن پہ گرا دیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ اپنے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ کی شہادت سے بہت اداس تھے تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دلاسا دیا اور فرمایا؛

عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اُن پہ غلبہ عطا فرمائیں گے۔

جنگ کے انھی ایام میں یہودیوں کے ایک سیاہ فام شخص نے اسلام قبول کیا۔

امام برہان الدین حلبی نے اُن کا نام اسودراعیؓ لکھا ہے۔

وہ اہل یہود کی بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ایک دن وہ اپنا ریوڑ لے کر نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل کو بدل دیا اور وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔

اُس نے اپنے لوگوں سے سُن رکھا تھا کہ وہ ایک ایسے شخص سے لڑنے جا رہے ہیں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ اُس سیاہ فام یہودی غلام حضرت اسودراعیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟

میں نے سنا ہے کہ آپ ؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ ؐ پہ کتاب اتاری جا رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا اور اُس کو ابدی کامیابی اور اُن انعاموں کی طرف بلایا جو اسلام قبول کرنے کی صورت میں اُس کا مقدر بننے والے تھے۔

یہودی سیاہ چرواہا یہ سب سن کر رونے لگا اور کہا؛

اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسا شخص ہوں جسے زندگی سے کوئی حصہ نہیں ملا میں نہایت بدصورت اور بدبودار شخص ہوں میں مال و زر اور عزت سے دور ایک ایسا شخص ہوں جس کو معاشرے میں ذرا بھی وقار حاصل نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا؛

اسلام قبول کر لے تجھے دنیا میں بھی عزت حاصل ہو جائے گی اور آخرت میں تیرا شمار عزت دار لوگوں

میں ہوگا۔

اُس شخص نے اسلام قبول کرلیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ

میں اب واپس یہودیوں کے پاس نہیں جانا چاہتا اس لیے مجھے بتایئے کہ میں اِن بکریوں کا کیا کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اِن کا منہ قلعہ کی طرف کرو اور انھیں ہانک دو بکریاں اُن کے مالکوں تک پہنچ جائیں گی۔اُس شخص نے ایسا ہی کیا اور اُس کی بکریاں یہودیوں کے قلعے میں داخل ہوگئیں۔اس کے بعد وہ شخص مسلمانوں کے اُس لشکر میں شامل ہوگیا جو قلعہ ناعم کی فصیل کے باہر یہودیوں سے نبرد آزما تھا۔جلد ہی اُسے شہادت کی خلعت عطا کر دی گئی کہ قلعے کی فصیل سے آتا ہوا ایک تیر اُس کے سینے میں گھس گیا تھا۔صحابہ اُسے نہ پہچانتے تھے اس کے باوجود وہ اسے اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آئے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا ہم اس شخص کو نہیں جانتے مگر یہ مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہا تھا اس لیے ہم اسے اٹھا لائے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو اُس کے اسلام لانے کا پورا واقعہ بیان کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کی خاک آلود نعش کو دیکھا اور اس نعش کو ہی پکارتے ہوئے فرمایا! اے حبشی غلام! کیا تو نے اللہ کے رسول کے وعدے کو سچا پایا ہے بخدا اُس نے تیرے بدصورت چہرے کو حسین چہرے سے بدل دیا ہے اور تیرے بدن سے اٹھتی بدبو کو خوشبو سے بدل دیا ہے اور تیرے مال کو بے تحاشا بڑھا دیا ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنا رخ صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا؛

میں نے دیکھا کہ!

دو حوریں اس کے چہرے پہ لگی راکھ کو صاف کر رہیں تھیں اور کہہ رہی تھیں اے اللہ اُن ہاتھوں کو خاک آلود کر دے جنھوں نے تیرے اس نیک بندے کے چہرے کو خاک آلود کیا ہے۔

آٹھ دن جنگ ہوتی رہی مگر اس کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

کل میں اُس شخص کو پرچم عطا کروں گا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس قلعے پہ فتح عطا فرمائے گا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا اور اللہ کا رسول اور اللہ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں اور وہ کبھی فرار ہونے والوں میں شامل نہیں رہا۔ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک سنا اور بے چین ہوا ٹھے اس لیے کہ اُن میں سے ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ یہ عزت و تکریم اُسی کے حصے میں آئے۔

حضرت عمر فاروق اس واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ!

بخدا! اُس رات کے سوا مجھے کبھی اس بات کی خواہش نہیں رہی کہ مجھے مسلمانوں کا سربراہ بنایا جائے"۔

پھر صبح ہوئی اور مسلمانوں کی بے چینی عروج پہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے دریافت کیا؟

علی ابن طالب کہاں ہیں؟

لوگوں نے بیان کیا کہ اُن کی آنکھیں خراب ہیں اس لیے وہ اپنے خیمے میں آرام کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور علی کو میرے پاس لے کر آؤ۔

حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں جب میں حضرت علی کو لے کر آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچا تو حضرت علی کی آنکھیں اتنی سوجی ہوئی تھیں کہ انھیں کچھ بھی نظر نہ آتا تھا اور میں اُن کا بازو پکڑے انھیں راستہ بتا رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد کا ہاتھ پکڑ لیا اور دریافت کیا؟

علی تمھیں کیا ہوا ہے؟

حضرت علی نے آنحضرت محمد ﷺ کو بتایا کہ اُن کو آشوب چشم ہے جس کی وجہ سے اُن کی آنکھیں سوجی ہوئی ہیں اور اُن سے بے پناہ پانی بہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کا سر اپنی گود میں رکھا اور اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا کچھ لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ حضرت علی کو اس بیماری سے نجات مل گئی جس میں وہ کئی روز سے مبتلا تھے اور وہ خیبر میں بھی لشکر اسلام کے بعد پہنچے

تھے جس کی وجہ اُن کی یہی بیماری تھی ۔اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے ایک بڑا سا جھنڈا حضرت علی کے حوالے کیا اور اُن کو مسلمانوں پہ امیر مقرر کر دیا۔

حضرت علی نے علم سنبھالا اور آنحضرت محمد ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ میں اُن سے کس بات پہ لڑائی کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

تو جا اور پہلے اُن کو اسلام لانے کی دعوت دے بخدا اگر تیری دعوت پہ اُن میں سے ایک شخص بھی اسلام لے آئے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تجھے سرخ اونٹ ملیں۔

اور وہ دن قلعہ ناعم کی جنگ کا فیصلہ کن دن ثابت ہوا۔اُس دن مسلمان جب یہودیوں کے اس قلعے کے سامنے پہنچے تو حضرت علی سب سے آگے تھے کہ پرچم اُن کے پاس تھا وہ قلعہ ناعم کی فصیل کے پاس پہنچے اور اپنے جھنڈے کو یہودیوں کے دروازے کے سامنے گاڑ دیا۔

یہودیوں کی ایک ٹولی قلعے سے نکلی اور اُن کا سربراہ حارث نامی یہودی تھا جس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ وہ مرحب کا بھائی تھا اُس نے مسلمانوں سے مبازر طلب کیا تو حضرت علی نے اُس سے کہا!

میری طرف آ میں تجھے نظر نہیں آیا۔

چنانچہ حارث اور حضرت علی کے درمیان مقابلہ ہوا مگر ایک مختصر جھڑپ کے بعد ہی حضرت علی نے اسے قتل کر دیا اور حارث کے قتل ہوتے ہی اس کے ساتھ آئے ہوئے جنگ آزما واپس قلعے کی طرف بھاگ گئے ۔اس کے بعد یہودیوں کا ایک طویل القامت شخص قلعے سے باہر آیا اور آتے ہی حضرت علی پہ حملہ آور ہوا حضرت علی نے اُس کا وار اپنی ڈھال پہ لیا اور اپنی تلوار اُس کی پنڈلی پہ ماری سے جس سے وہ لنگڑا گیا اور نیچے گر گیا اگلے ہی لمحے حضرت علی نے اُس کا سر بھی کاٹ دیا۔اس کے معاً بعد ایک اور جنگ آزما یہودی قلعے سے باہر آیا جس کا نام یاسر تھا بعض مورخین نے لکھا کہ حقیقت میں یہ مرحب کا بھائی تھا۔یاسر نے مبازر کو پکارا اور اُس میں رعونت بہت تھی کہ وہ ایک طاقتور سانڈھ کی طرح تھا مورخین نے لکھا ہے کہ مرحب کی طرح وہ بھی پہلوان تھا اور بہت طاقتور تھا۔

اُس نے مسلمانوں سے مبازرت کے لیے کسی کو پکارا تو حضرت علی آگے بڑھے مگر حضرت زبیر بن

عوام اُن سے بھی زیادہ تیزی سے نکلے اور اُن سے کہا!

اے علی! اسے میرے لیے چھوڑ دو!

حضرت علی رُک گئے اور حضرت زبیر بن عوام یاسر کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آنحضرت محمد ﷺ اس معرکے کا جائزہ لے رہے تھے اُن کے ساتھ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ بھی کھڑی تھیں حضرت صفیہ اس معرکے سے کچھ گھبرائیں اور نبی اکرم ﷺ سے کہا!

یارسول اللہ ﷺ

یہ یہودی کہیں میرے زبیر کو شہید نہ کر دے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

نہیں! صفیہ بلکہ زبیر اُس کو قتل کرے گا۔

اُدھر زیادہ مقابلے کی نوبت ہی نہ آئی یاسر حضرت زبیر کے دو وار بھی نہ سہہ سکا اور قتل ہو گیا۔ قلعہ ناعم کے یہودی اپنے نامور سالاروں سے محروم ہو رہے تھے اس لیے اُن کے جوش و خروش میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہوئے مرحب کے قتل کی روداد کچھ یوں بیان کی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں:

کہ پھر مرحب نکلا جس کو یہودی اپنا فخر جانتے تھے وہ ایک نہایت ہی طاقتور پہلوان تھا اور ساتھ ہی بہت بہادر اور ماہر جنگجو تھا اس لیے یہودی اُس پہ بجا طور پہ فخر کرتے تھے۔ مرحب اِک شان کے ساتھ قلعے سے باہر آیا اور اُس کے ساتھ بہت سے دوسرے جنگجو بھی تھے۔

مرحب آگے بڑھا اور رجز کے یہ اشعار کہے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّى مَرْحَبُ
شَاكِى السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا اللُّيُوْثُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

سارا خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح اور بہادر ہوں میں کہنہ مشق

جنگجو ہوں جب شیر مجھ پہ حملہ کرتے ہیں تو میں جوش میں بھڑک اٹھتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

مسلمانوں میں سے حضرت عامر بن اکوع مرحب کے مقابلے کے لیے نکلے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے!

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّيْ عَامِرُ
شَاكِيْ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

خیبر جانتا ہے کہ میرا نام عامر ہے میں مسلح ہوں بہادر ہوں اور خطروں میں کود جانے کا فن جانتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

چنانچہ حضرت عامر بن اکوع اور مرحب آمنے سامنے ہوئے اور مقابلہ شروع ہو گیا۔
دونوں نے ایک دوسرے پہ خوب وار کیے اور دادِ شجاعت دی۔
مرحب کا ایک شدید وار حضرت عامر نے اپنی ڈھال پہ روکا اور اپنی تلوار سے مرحب پہ وار کیا حضرت عامر کے پاس جو تلوار تھی اُس کی لمبائی کم تھی یعنی وہ ایک چھوٹی تلوار تھی اس لیے جب حضرت عامر بن اکوع نے مرحب پہ وار کیا تو مرحب طرح دے گیا اور تلوار اپنے ہی روز پہ لہراتی ہوئی خود حضرت عامر بن اکوع کے گھٹنے پہ لگی اور اسے کاٹ دیا جس سے اُن کا خون تیزی سے بہنے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہ شہید ہو گئے۔لوگ انھیں اٹھا کر پیچھے لے آئے اور انھوں نے اپنے پیاروں کے ہاتھوں میں جان دی۔
مرحب اس دوران پیچھے اپنے لشکر کے پاس واپس چلا گیا تھا مگر تھوڑی دیر بعد وہ کسی شیر کی طرح دھاڑتا ہوا واپس آیا اور مسلمانوں سے مبازر طلب کیا۔

اب حضرت علی اُس کی طرف بڑھے اور رجز کے یہ اشعار کہے۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرًا
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرِ
أُوْفِیْهِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ

میں وہ ہوں جس کا نام اُس کی ماں نے حیدر رکھا ہے میں جنگل کے شیروں کی طرح نڈر اور خوفناک ہوں، میں اُن کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے سے ماپ کر دوں گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت علی آگے بڑھے اور مرحب کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

مرحب نے حضرت علی پہ وار کیا حضرت علی طرح دے گئے مگر حضرت علی کا وار مرحب نہ روک سکا اور حضرت علی کی تلوار اُس کے سر کے خود کو کاٹتی ہوئی اور اُس کی گردن تک جا پہنچی۔حضرت علی نے اُس دشمن اسلام کا سرتن سے جدا کیا اور بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی مسلمانوں نے بہت سے یہودیوں کو قتل کیا اور اُن کے زخمیوں سے میدان جنگ اٹ گیا تھا ستر سے زیادہ یہودی قتل ہوئے تھے مسلمان شہدا کی تعداد نہایت ہی کم تھی اس لیے کہ مرحب یاسر اور حارث جیسے سرداروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرانے کے بعد یہودی اب بے دلی سے لڑ رہے تھے جلد ہی انھوں نے قلعے کی طرف پسپا ہونا شروع کر دیا مگر آج مسلمان انھیں قلعے میں محفوظ ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے مسلمانوں نے اُن کو دروازے کی طرف دبایا اور ساتھ ہی خود بھی قلعہ ناعم میں داخل ہو گئے۔قلعے کے اندر داخلے کے بعد مسلمانوں کو خاطر خواہ مدافعت کے آثار نظر نہ آئے اس لیے کہ یہودی اس قلعے کے پچھلے دروازوں سے صعب نامی قلعے کی طرف فرار ہو رہے تھے۔جلد ہی مسلمانوں کو قلعے پہ مکمل قبضہ حاصل ہو گیا اور ایک بڑی جنگ کے بعد نطاۃ حصار کا یہ اہم قلعہ ناعم مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا خیبر میں یہ مسلمانوں کی پہلی فتح تھی مگر یہ فتح اس حوالے سے نہایت اہم تھی کہ اس سے مسلمانوں کو یہودیوں کی حقیقی قوت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

یہودی اگرچہ بہادری سے لڑے تھے مگر ذلت اب اُن کا مقدر بن چکی تھی اور اللہ کا فیصلہ آخر پورا ہو کے رہنا تھا اس لیے ناعم کی فتح کے بعد مسلمانوں نے بہت کم وقت ضائع کیا اور قلعہ صعب کا محاصرہ کرلیا جہاں اب بہت سے یہودی جنگجوا کھٹے ہو چکے تھے اور نئے جوش وخروش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل اترنے کی تیاری کر رہے تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡

صعب کا محاصرہ :

قلعہ ناعم کی فتح کے بعد مسلمانوں نے قلعہ صعب کا محاصرہ کیا جہاں یہودیوں نے بے پناہ ہتھیار ذخیرہ کیے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ہی اس قلعے میں انھوں نے بہت سا سامان خورونوش بھی چھپا رکھا تھا۔ اس قلعے کا سردار ایک معروف یہودی سردار صعب بن معاذ تھا۔ یہودی اس قلعے کی اہمیت سے خوب آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ مسلمانوں کو شق اور کتیبہ کے قلعوں تک پہنچنے کے لیے سب سے پہلے قلعہ صعب فتح کرنا ہوگا۔ اس لیے یہودی متحدہ طور پہ اس قلعے کا دفاع کر رہے تھے وہ اس لیے بھی اس قلعے کی حفاظت کرنا چاہتے تھے کہ اُن کے بہت سے نخلستان اسی علاقے میں تھے اور اگر مسلمان قلعہ صعب پہ قابض ہو جاتے تو اُن کی کھجوروں کے یہ تمام نخلستان مسلمانوں کے ہاتھ میں چلے جاتے۔ مسلمانوں کو اس قلعہ کا محاصرہ کیے دوروز ہوئے تھے اور سوائے اِکا دوکا جھڑپوں کے جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا۔ ناعم کی طرح صعب والے کھل کر قلعے سے باہر نہ آتے تھے اور نہ ہی زیادہ دیر مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے بلکہ شاید وہ اس جنگ کو لمبا کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ اُن کے قلعے میں سامان وخورونوش اور ہتھیاروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ جبکہ دوسری طرف صورت حال الٹ تھی اور مسلمانوں کے پاس سامان خورونوش کی انتہائی کمی تھی۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

بنی اسلم کے کچھ لوگ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں اس لیے لوگوں نے ہمیں آپؐ کے پاس اپنے نمائندہ کے طور پہ بھیجا ہے اور وہ حضرت اسماء ابن حارثہ اور اُن کی بیوی تھیں۔

لوگوں نے انھیں ملامت کی اور کہا؛

تم عرب ہو کر بھوک کی شکایت کرتے ہو حالانکہ عرب مر جاتا ہے مگر بھوک کی شکایت کسی سے نہیں کرتا۔

حضرت اسماء کی بیوی لوگوں کی یہ بات سن کے مسکرا دیں اور اُن سے کہا؛

بخدا! یہ بھوک کی شکایت نہیں ہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت سے ہمارے لیے دُعا فرمائیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے اٹھے ہاتھ واپس نہیں لوٹائے جاتے اس لیے تم کہہ سکتے ہو کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کی رحمت اور محبت سمیٹنے آئے ہیں اپنی بھوک کی شکایت کرنے نہیں۔ دوسری طرف خود آنحضرت محمد ﷺ بہت نرم دل تھے اور لوگوں کی پریشانی پہ خود بھی پریشان ہو جاتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے فوراً اپنے ہاتھ دُعا کے لیے اٹھا لیے اور بارگاہ رب العزت میں درخواست کی۔

”اے میرے اللہ! تجھے اپنے بندوں کے حال کا پتا ہے اور تو جانتا ہے کہ اُن کے پاس قوت و استعداد نہیں ہے اور اس وقت میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو میں اِن کو دوں۔ اے اللہ مسلمانوں کو یہودیوں کے ایسے قلعے پہ فتح حاصل فرما جس میں وافر سامانِ خورونوش موجود ہو۔“

☼☼☼☼☼☼☼

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ پھر اُسی دن شام سے پہلے قلعہ صعب فتح ہو گیا اور مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت حاصل ہوا جس میں کھانے پینے کی بے شمار اشیاء شامل تھیں۔ بنی اسلم کے لوگوں کی اس شکایت پر کہ وہ بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں نبی اکرم ﷺ نے پہلے اللہ سے دُعا کی اس کے بعد مسلمانوں کا جھنڈا حضرت حباب ابن منذر کو عطا فرمایا جو اسے لے کر روانہ ہوئے اور مسلمانوں کو

جنگ پر برانگیختہ کیا۔

وہ یہودیوں کے سامنے پہنچے اورانھیں للکارا؛

یہودی قلعے سے باہر نکلے اور جنگ شروع ہوگئی نبی اکرم ﷺ خود اس معرکے میں شریک تھے۔

پہلے قلعہ صعب سے اُن کے بہادر جنگجو نکلے اور مسلمانوں کو للکارا؛

سب سے پہلے یوشع نامی ایک شخص باہر نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے مبازر کو پکارا۔

حضرت حباب بن منذر آگے بڑھے اور اُس کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد ذیال نامی یہودی قلعے سے نیچے اترا اور مسلمانوں کو مبازرت کے لیے پکارا تو حضرت عمارہ بن عقبہ غفاری نکلے۔

وہ انصار کے ایک نوجوان تھے انھوں نے اُس یہودی کو پکارا اور بجلی کی طرح اُس کی طرف لپکے اور کہا؛

میں ایک غفاری نوجوان ہوں لے میرا وار سنبھال!

مگر یہودی اُن کے شدید وار کی تاب نہ لا سکا اور حضرت عمارہ نے ذیال کو قتل کر کے اس ہتھیار اتار لیے۔

اس کے بعد یہودیوں کا ایک ہجوم قلعے سے اترا صحابہ نے روایت کی ہے کہ وہ پانچ سو سے زیادہ ہی تھے۔

اب گھمسان کا رن پڑا اور یہودیوں نے مسلمانوں پہ ایک شدید حملہ کیا مسلمانوں نے خوب مقابلہ کیا مگر پھر وہ پسپا ہونے لگے کیونکہ یہودی نہ صرف میدان جنگ میں اُن سے لڑ رہے تھے بلکہ اُن کی فصیل سے بے پنا تیراندازی اور پتھراؤ بھی جاری تھا۔

اس لیے مسلمان وقتی طور پہ پیچھے ہٹ آئے تاہم جب نبی اکرم ﷺ نے گھوڑے سے اتر کر انصار و مہاجرین کو پکارا تو وہ فوراً ہی اس طرح اکٹھا ہو گئے جس طرح روشن شمع کے گرد پروانے آناً فاناً اکٹھا ہو جاتے ہیں۔

حضرت حباب بن منذر اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے اور پسپا ہونے ہونے سے انکاری تھے جلد ہی مسلمان اُن کی مدد کو پہنچے اور انھوں نے دشمن کو دور تک پیچھے ہٹا

دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب یہودیوں نے واپس قلعے کی طرف جانا چاہا تو مسلمانوں نے اُن کا راستہ روک لیا گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور ابھی سورج ڈوبنے میں کافی وقت باقی تھا جب مسلمانوں نے قلعہ صعب پہ قبضہ کر لیا۔

اس جنگ میں تین صحابہ شہید ہوئے اور بہت سے یہودی قتل ہوئے مورخین نے اُن کی تعداد نہیں لکھی تاہم اغلب یہی ہے کہ اُن کے بہت سے لوگ قتل ہوئے اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔

خاص طور پہ اس قلعے سے کھانے پینے کی اشیاء کے بہت سے ذخائر مسلمانوں کے ہاتھ لگے جن کی اِن کے ہاں شدید کمی پائی جاتی تھی۔

اسی جنگ کے دوران ایک دن نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ یہودیوں کا ایک چرواہا اپنی بکریاں سمیٹے قلعے کی طرف جا رہا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو اِن میں سے اللہ کے سپاہیوں کے لیے دو بکریاں اٹھا لائے۔

حضرت کعب بن عمر اٹھے اور فرمایا؛

یہ کام میں کروں گا۔

وہ دبے پاؤں اُس ریوڑ کی طرف لپکے جس کا اگلا حصہ قلعے کے دروازوں سے اندر داخل ہو رہا تھا انھوں نے دو بکریاں اپنی بغل میں دبائیں اور اس طرح دوڑے جیسے انھوں نے کوئی بھی بوجھ نہ اٹھا رکھا ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم سے انھیں ذبح کیا گیا اور اس کا گوشت پکایا گیا جسے سب مجاہدین نے کھایا۔

بعد میں جب وہ یہ واقعہ سنایا کرتے تو صحابہ اُن سے پوچھتے تم اُس وقت کتنے لوگ تھے تو حضرت کعب بن عمرو مسکرا کر جواب دیتے۔

ہم بہت تھے مگر اس کے باوجود اُن دو بکریوں کا گوشت ہم کو کافی ہو گیا تھا۔

امام حلبی نے تحریر کیا ہے کہ!

صعب کے قلعے میں گیہوں، کھجور، گھی، زیتون کا تیل، چربی اور بہت سے مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے جس سے اُن کی فوری ضرورت پوری ہوگئی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے:

''کہ جب تک بنی قمہ کی حویلی فتح نہیں ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ نے نہ گیہوں کی روٹی سے پیٹ بھرا اور نہ ہی کھجور سے''

قلعہ صعب سے مسلمانوں کے ہاتھ بہت سے جنگی ہتھیار بھی لگے اس لیے کہ جب مسلمانوں نے قلعہ پہ قبضہ کرلیا اور یہودیوں کے اموال پہ قبضہ جما لیا تو ایک چرواہے نے جان بخشی کے عوض مسلمانوں کو بتایا کہ اس قلعے میں ایک تہہ خانہ ہے جس کا راستہ میں جانتا ہوں اور جہاں یہودیوں نے اپنے ہتھیار چھپا رکھے ہیں۔

مسلمان اُس چرواہے کی راہنمائی میں قلعے کے تہہ خانے میں داخل ہوئے جہاں انھوں دیکھا کہ ایک بہت بڑے کمرے میں تلواریں زرہیں تیر کمانیں اور دیگر جنگی سامان موجود تھا جس پہ مسلمانوں نے قبضہ لیا اسی جنگ میں پہلی بار مسلمانوں کے ہاتھ منجنیق اور دبابے بھی لگے۔

اسی قلعہ سے مسلمانوں کو یمنی کپڑے کی بیس گھانٹھیں بھی ملیں اور شراب کے بہت سے مٹکے تھے جنھیں صحابہ نے توڑ دیا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ!

اُس روز یہودیوں کی بہت سی شراب مسلمانوں کے ہاتھ لگی ایک صحابی جن کا نام حضرت عبداللہ الحمار نے اُس یہودیوں کے اس ذخیرے سے شراب پی لی نبی اکرم ﷺ نے جوتوں سے اس کی مرمت کی اور صحابہ کو بھی حکم دیا کہ وہ اسے جوتے ماریں۔

حضرت عمر جب اُسے جوتا مارنے کے لیے آگے بڑھے تو فرمایا؛

تم پہ خدا کی لعنت ہو۔

تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں منع فرمایا اور کہا؛

''عمر اس پہ لعنت نہ بھیجو کیونکہ اس خطا کے باوجود یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''

قلعہ صعب کی فتح مسلمانوں کے لیے بہت اہم تھی دوسری طرف یہودی اب صعب سے متصل قلعے

قلہ کی طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان اُن کے تعاقب میں تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

قلعہ قلہ ؛

نطاۃ کے سلسلہ کا یہ آخری قلعہ تھا جس کو مورخین نے " **حصن قلہ الزبیر**" کا نام دیا ہے۔

قلہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

عبرانی میں پہاڑ کی چوٹی کو قلہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پہ واقعہ تھا اس لیے اس کا نام قلہ پڑ گیا اور اس قلعہ کو حضرت زبیر کے نام سے اس لیے منسوب کیا جاتا ہے کہ فتح حاصل ہونے کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے یہ قلعہ اُن کو عطا فرما دیا تھا۔نطاۃ کے قلعوں ناعم اور صعب سے فرار ہونے والے یہودی بھی اس قلعے میں موجود تھے اور اس کی قلعے کی جغرافیائی حیثیت قلعے والوں کے لیے مدد ومعاون ثابت ہو رہی تھی مسلمانوں نے اگرچہ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا مگر وہ جانتے تھے کہ یہ قلعہ آسانی سے فتح نہیں ہوگا تاہم مسلمانوں کو اللہ کی مدد حاصل تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے قلعے کی فتح کا سبب پیدا کر دیا۔

قلعہ سے یہودیوں کا چرواہا نکلا اور اپنے جانوروں کو چھوڑ کر سیدھا آنحضرت محمد ﷺ کے خیمے کی طرف آیا مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔

تاہم اُس نے اصرار کیا کہ وہ مسلمانوں کے سردار سے ملنا چاہتا ہے تو مسلمانوں نے اسے آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اُس نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا؛

اے مسلمانوں کے سردار!

خدا کی قسم! اگر آپ مہینوں بھی اس قلعے کا محاصرہ کیے رکھیں مگر اس کو فتح نہیں کر سکیں گے تاہم اگر آپ میری اور میرے اہل وعیال کی جان بخشی کا وعدہ کریں تو میں آپ کو یہودیوں کے ایک ایسے راز سے آگاہ کر دوں گا کہ وہ قلعے سے باہر آنے پہ مجبور ہو جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس چرواہے سے جان بخشی کا وعدہ کیا جس کا نام مورخین نے غزال لکھا ہے اور اُس سے دریافت کیا اب ہمیں اُس راز سے آگاہ کر دو جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔

غزال نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ یہودیوں کے اس قلعے میں زمین دوز نہریں ہیں جب رات کو مسلمان سو جاتے ہیں تو وہ چپکے سے باہر آتے ہیں اور پانی بھر کے قلعے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے چند صحابہ کو غزال کے ساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ یہودیوں کا پانی کاٹ دیا جائے۔

چنانچہ غزال کی نشاندہی کے بعد مسلمانوں نے یہودیوں کا پانی کاٹ دیا اور دو دن بعد ہی یہودی اس بات پہ مجبور ہوئے کہ وہ قلعے سے باہر کر مسلمانوں کا سامنا کریں۔

چنانچہ وہ قلعے سے باہر آئے اور مسلمانوں سے گھمسان کی جنگ کی۔

جنگ دن کے کئی پہر چلتی رہی یہودیوں نے مسلمانوں کا خوب جم کے مقابلہ کیا مگر مسلمانوں کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی۔

دس یہودیوں کو قتل کرانے کے بعد وہ پسپا ہو گئے وہ چاہتے تھے کہ واپس قلعے میں گھس جائیں مگر مسلمان اُن کے ساتھ ہی اُن کے قلعے میں داخل ہو گئے مسلمانوں نے یہودیوں کے اموال پہ قبضہ کر لیا اور یہودی قلعے سے فرار ہونے لگے۔

خیبر کے یہودیوں نے یہ عادت اپنائی تھی کہ جب اُن کا کوئی قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں سرنگوں ہوتا تو اُن کے قابل جنگ افراد اپنے اموال اور بیوی بچوں کی پرواہ کیے بغیر بھاگ کر کسی اور قلعے میں پناہ گزیں ہو جاتے۔

قلہ کی فتح کے بعد نطاۃ کے حصار کے سب قلعے فتح ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے حوصلے بہت بلند ہو چکے تھے چنانچہ صورت حال یوں تھی کہ یہودی آگے آگے بھاگ رہے تھے اور مسلمان بدستور اُن کے تعاقب میں تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

حصن ابی کا محاصرہ ؛

نطاۃ کے تمام قلعے ناعم، صعب اور قلہ کی فتح کے بعد اب سلسلہ شق کے قلعوں کی باری تھی اس لیے مسلمانوں نے شق کے ایک قلعے ابی کا محاصرہ کر لیا تھا۔شق کے اس سلسلے میں دو ہی قلعے تھے جن میں ایک نام حصن ابی تھا اور دوسرے کا نام بری تھا۔ابی مسلمانوں کے محاصرے میں تھا اور بری اس امر کا منتظر تھا کہ مسلمان کسی قہر کی طرح اس کی زمینوں کو بھی روند ڈالیں۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ قلعہ ابی کے باہر خوب جنگ ہوئی تھی اور مسلمانوں نے یہودیوں کا قتل عام کیا تھا۔ہم اس معرکے کی تفصیلات امام برہان الدین حلبی کی مشہور زمانہ سیرت **"سیرت حلبیہ"** سے تحریر کرتے ہیں۔انھوں نے لکھا کہ یہودی بہت پر عزم تھے اور اُن کے بہادر مسلمانوں کو للکار رہے تھے۔سب سے پہلے اُن کا مشہور پہلوان غزوال نکلا اور مسلمانوں کے لشکر سے مبازر کو طلب کیا حضرت حباب ابن منذرؓ اُس کے سامنے گئے اور اِن دونوں بہادروں میں معرکہ شروع گیا۔غزوال نے حملہ کیا تو حضرت حبابؓ جھک کر طرح دے گئے مگر وہ حضرت حبابؓ کے جوابی وار کو نہ سہار سکا اور حضرت حباب بن منذرؓ نے اُس کا ایک ہاتھ کلائی سے کاٹ کر الگ کر دیا۔

غزوال کا ہاتھ نیچے گرنے کو تھا کہ اُس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کٹے ہوئے ہاتھ کو تھاما اور واپس قلعے کی طرف بھاگا مگر حضرت حباب ابن منذرؓ اب اس کو فرار کا موقع نہ دینا چاہتے تھے اس لیے وہ بھی اس کے تعاقب میں بھاگے اور شہر پناہ کے نیچے اُس کی ٹانگ کاٹ دی جس کے بعد غزوال گر گیا۔

غزوال کے قتل کے بعد یہودیوں کی طرف سے ایک اور جنگجو نکلا اور مسلمانوں سے مبازرت کے لیے پکارا ایک صحابی آگے بڑھے مگر اس یہودی نے اُن کو شہید کر دیا اور وہیں کھڑے ہو کر مسلمانوں سے کسی اور بہادر کو مقابلے کی دعوت دی اس دوران حضرت ابو دجانہؓ خود کو تیار کر رہے تھے کیونکہ جب تک وہ اپنے سر پہ سرخ پٹہ نہ باندھ لیں اس وقت تک وہ جنگ کے لیے نہ نکلا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے سر پہ سرخ پٹی باندھی اور ایک شان سے چلتے ہوئے اُس یہودی کے سامنے گئے اور لمحوں میں ہی اسے کاٹ کر رکھ دیا جس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی۔

مسلمانوں نے دشمن کو دباؤ میں رکھا اور اُن کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

جنگ کی چکی چلی مگر یہودی اب بھاگنا چاہتے تھے اس لیے اُن کا رخ قلعے کے دروازے کی طرف تھا اور مسلمان حضرت ابودجانہؓ کی قیادت میں اُن کے تعاقب میں تھے چنانچہ یہودی پسپا ہوتے ہوئے اپنے قلعے کے دروازوں سے اندر کی طرف بھاگے اور مسلمان اُن کے ساتھ ہی اس قلعے میں داخل ہو گئے۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کو خاطر خواہ مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا اور اس طرح خیبر کا چوتھا قلعہ بھی سرنگوں ہوا۔ قلعہ ابی میں بھی مسلمانوں کے لیے بہت کچھ تھا اُن کے ہاتھ بہت سی بکریاں لگیں اور مال و دولت کے انبار تھے جنھیں مسلمان سمیٹ رہے تھے اور یہودی جنگجو شق کے دوسرے قلعے بری کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اس قلعے میں بھی یہودیوں نے سامان وخوردونوش کا کافی ذخیرہ محفوظ کر رکھا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

✿✿✿✿✿✿✿

بری پہ یلغار:

بری شق کے سلسلے کا دوسرا قلعہ تھا جہاں بہت سے یہودی جمع ہو رہے تھے اور انھوں نے اس قلعے کی حفاظت کا بھرپور اہتمام کر رکھا تھا۔ اس لیے جب مسلمان اُن کے قلعے کے سامنے کھلی زمین میں اکٹھے ہوئے تو قلعے سے یہودیوں نے بے پناہ تیر اندازی اور سنگ باری کی حتیٰ کہ اُن کے تیر وہاں تک پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ کے اپنے اصحاب کے ساتھ کھڑے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں کے پھینکے ہوئے کچھ تیر نبی اکرم ﷺ کے لباس میں الجھ کے رہ گئے تھے۔ تب نبی اکرم ﷺ جھکے اور زمین سے سنگریزوں اور مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اسے اہل یہود کی طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد تو یوں لگا جیسے اُس قلعے کی دیواریں لرزنے لگی ہوں۔ مسلمان تیزی سے قلعے کے دروازے کی طرف بھاگے اور شہر میں داخل ہو گئے۔ یہودی اب تیز اندازی بھول چکے تھے اور کتیبہ کے قلعوں کی طرف فرار ہو رہے تھے۔ صحابہ کے ہاتھ جو کچھ بھی لگا انھوں نے اس پہ قبضہ جما لیا۔ بیان کیا گیا ہے اس قلعے میں بھی بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔[*27]

اس طرح شق کے سلسلہ کے تمام قلعے بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سرنگوں ہوئے اور مسلمان اب کتیبہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہوئے۔[28*]

☼☼☼☼☼☼☼

قموص پر حملہ ؛

قموص خیبر کے سلسلہ کتیبہ کا ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خیبر میں یہودیوں کے جتنے بھی قلعے تھے قموص اُن سے بڑا تھا یہ حُیّ بن اخطب اور کنانہ بن الربیع کا قلعہ تھا۔ اسی قلعے سے حیئ بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ بن الربیع کی بیوی زینب کو گرفتار کیا گیا۔ انھیں ہم حضرت صفیہ کے نام سے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت عطا فرمائی اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اِن کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ قموص چونکہ یہودیوں کا بہت بڑا اور مضبوط قلعہ تھا اس لیے یہودیوں نے اسے بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ وہ قلعے سے اترتے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے بعد واپس قلعہ میں چلے جاتے۔ قلعہ کے دروازے انتہائی مضبوط اور دیواریں بہت پختہ تھیں اس لیے بیس روز تک مسلمانوں نے اُس کا محاصرہ کیے رکھا مگر اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا حتیٰ کہ بیس روز بعد اللہ تعالیٰ نے یہ عزت حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے حصے میں لکھی کہ اُن کے ہاتھوں یہ قلعہ سرنگوں ہوا۔

اس قلعے سے مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

یہودیوں کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کیا گیا اور اُن کے مال و دولت پہ قبضہ کر لیا گیا۔ یہودیوں کی یہ وسیع اور مستحکم ریاست اب تاریخ کے صفحوں سے مٹنے والی تھی کیونکہ مسلمانوں کی راہ میں اب اُن کے دو چھوٹے چھوٹے اور غیر اہم قلعے ہی رہ گئے تھے جن کو وطیح اور سلالم کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد خیبر کے علاقوں سے یہودیوں کی اجارہ داری ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والی تھی اور مسلمانوں کو اُن کے سازشی ذہن سے نجات ملنے والی تھی کیونکہ وہ ہر دم اسلام دشمنی میں سرگرم رہتے اور مسلمانوں کو جنگ

میں الجھانے میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

سالم اور وطیع ؛

یہ وہ آخری حصار تھا جس کے بعد حجاز سے یہودیوں کا نام ونشان تک مٹ کے رہ جانے والا تھا۔ قموص پہ مسلمانوں کے قبضے کے بعد یہودی اب بددل ہو چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ آخر انھیں بھی جھکنا پڑے گا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اس قلعے کا محاصرہ کیا تو فصیل شہر پہ کوئی آدمی دکھائی نہ دیا شاید یہودی جنگ سے اکتا چکے تھے اور جانتے تھے کہ مسلمانوں سے جنگ اُن کے بس کی بات نہیں رہی۔ حالانکہ اس قلعے میں اُن کے ساتھ بنی حقیق جیسا بڑا یہودی راہنما موجود تھا۔ وطیح کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ [*29] اس قلعے کو صدیوں پہلے وطیع ابن مازن نامی ایک شخص نے تعمیر کرایا جو قوم ثمود کا ایک فرد تھا۔ اور سلالم [*30] نامی قلعہ بھی اس سے ملحق ہی تھا مگر قموص جیسے قلعہ کے فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں میں اب پہلے جیسا جوش وخروش دکھائی نہ دیتا تھا شاید وہ ذہنی طور پہ شکست کو تسلیم کر چکے تھے۔ مسلمانوں کو اس قلعہ کا محاصرہ کیے چودہ روز گزر چکے تھے مگر قلعہ سے نہ تو اُن کا کوئی جنگجو اترا جو مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دیتا اور نہ ہی انھوں نے قلعے تیراندازی یا پتھراؤ کیا جس سے اندازہ ہونے لگا کہ وہ جنگ پہ آمادہ نہیں مگر مسلمانوں نے آخر اس قلعے کو فتح کرنا تھا اس لیے باہم مشاورت سے یہ فیصلہ ہوا کہ منجنیق نصب کی جائے اور اُن کی شہر پناہ پہ پتھراؤ کیا جائے۔

یہودی قلعے کی دیوار سے مسلمانوں کو منجنیق نصب کرتے دیکھ رہے تھے اور اب انھیں اپنی بربادی کا یقین ہو چکا تھا اس لیے رات کی تاریکی میں اُن کی طرف سے ایک قاصد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام شماخ تھا اور عرض کی اے اللہ کے رسول (ﷺ) ہمارا سردار کنانہ بن ابی الحقیق کہتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے اس لیے ہمیں اجازت عطا فرمائی جائے کہ ہم اپنے بدن کے دو کپڑوں سمیت اپنی اولادوں کو لے کر قلعے سے نکل جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس قاصد سے کہا؛

ہمیں تمھاری یہ شرط منظور ہے مگر یاد رکھنا جس نے بد دیانتی کی اور اپنا مال اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی اُس کی سزا موت ہوگی۔شاخ نے رسول اللہ ﷺ کی اس شرط کو قبول کیا اور کہا ہم صرف اُن کپڑوں میں قلعے سے نکلیں گے جو ہم نے پہن رکھیں ہوں گے اس کے علاوہ قلعے میں جو کچھ بھی ہے وہ مسلمانوں کا ہے۔شاخ واپس چلا گیا اور قلعے کے دروازے کھول دیئے گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم سے صحابہ آگے بڑھے اور اِن دونوں قلعوں پہ جنگ کے بغیر ہی قبضہ کر لیا اور اُن کے اموال اپنی حفاظت میں لے لیے اس کے بعد یہودی ایک ذلت آمیز قوم کی طرح وہاں سے رخصت ہوگئے حجاز میں اُن کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا تھا اور اب وہ ہمیشہ کے لیے اِن زمینوں سے بے دخل کر دیئے گئے تھے۔

بہت سا مال غنیمت تھا جو اس قلعے میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا اُس کی تفصیل ہم برہان الدین حلبی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

انھوں نے لکھا ہے کہ!

چونکہ یہ قلعے ایک معاہدے کے تحت سر ہوئے تھے اس لیے مسلمانوں کے ہاتھ اس قلعے سے لونڈی غلام تو نہ آئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام یہودیوں کی جان بخش دی تھی مگر بہت سا سامان حرب ضرور مسلمانوں کے ہاتھ لگا جس میں سو زرہیں، چار سو عمدہ قسم کی تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں مع ترکشوں کے شامل تھیں۔

مال غنیمت میں مسلمانوں کو تورات کے بہت سے صحیفے بھی ملے تھے آنحضرت محمد ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ توراۃ کے یہ نسخے یہودیوں کو واپس کر دیئے جائیں

یہودی ایک ایک کر کے قلعے سے رخصت ہو رہے تھے۔

مسلمانوں نے دیکھا کہ بنو نضیر کے سردار کنانہ اور ربیع بھی دبے پاؤں نکل رہے ہیں تو انھوں نے اِن دونوں کو روک لیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے بد ترین دشمن تھے۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کی توجہ اس امر کی طرف مرکوز کی کہ جب بنی نضیر کو مدینہ سے بے دخل کیا

گیا تھا تو سلام بن ابی الحقیق نے ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا اور لوگوں کو بتا تا جاتا تھا کہ اس میں اُس کا خزانہ ہے جس کو اسلام کی دشمنی کے لیے ہی خرچ کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے کنانہ بن ابوالحقیق سے اُس خزانے کے متعلق دریافت کیا تو اُس نے کہا!

وہ تو سارا مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں خرچ ہو چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یاد رکھو اگر وہ خزانہ دستیاب ہو گیا تو تمھاری زندگیوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم ہو جائے ہوگی اور تمھارے اموال کا مالک میں ہو جاؤں گا اور جو کچھ میں تمھارے مال میں سے لوں گا وہ میرے لیے حلال ہوگا

انھوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔

صحابہ یہودیوں کے اس خزانے کے متعلق تحقیقات کر رہے تھے کہ انھیں ایک یہودی نے بتایا کہ انھوں نے کنانہ کو ایک ویرانے کے گرد چکر لگاتے ہوئے کئی بار دیکھا تھا۔

صحابہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کی۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اُس جگہ کا جائزہ لو۔

صحابہ اُس جگہ پہنچے جس کی طرف اُس یہودی نے راہنمائی کی تھی۔

وہاں جب ایک درخت کی جڑ کو کھودا گیا تو وہاں سے سلام بن ابی الحقیق کا گمشدہ خزانہ دریافت ہو گیا جس میں جڑاؤ کنگن، جڑاؤ بازو بند، پہنچیاں، جڑاؤ پازیب، گلو بند، بندے بالیاں، سونے کی انگوٹھیاں، جواہرات اور زمرد کے ہار شامل تھے اِن زیورات کی کل مالیت دس ہزار دینار بیان کی گئی ہے [31*]۔

خزانے کی دریافت کے بعد کنانہ اور ربیع کو طلب کیا گیا جو مسلمانوں کی حراست میں تھے اور اُن کو قتل کرا دیا گیا۔ کنانہ کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہؓ کے قتل کے بدلے قتل کیا۔

✪✪✪✪✪✪✪

مال غنیمت کی تقسیم ؛

جنگ کے بعد غزوہ خیبر سے حاصل ہونے والے بے پناہ مال غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو سب سے پہلے خمس نکالا گیا جس کے بعد مال غنیمت کو مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔یادرہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں سے صرف اُن افراد کو حصہ دیا تھا جو حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نکلے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اس امر سے مدینہ سے نکلنے سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو اس طرح تقسیم کیا گیا کہ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے ادا کیے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں اُن افراد کا حصہ بھی لگایا تھا جو حدیبیہ کے سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے مگر غزوہ خیبر سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔

غزوہ خیبر کے اختتام پہ یہودیوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

اللہ نے آپ کے مقدر میں جو عزت لکھی تھی وہ آپ کو حاصل ہو چکی آپ نے خیبر کی تمام زمینیں فتح کر لی ہیں جن کے لیے آپ کو مزارعوں کی ضرورت ہوگی۔تو اگر آپ ہم پہ احسان فرمائیں تو ہمیں ہی اِن زمینوں کی مزارعت عطا فرما دیں۔اس لیے کہ کسی اور شخص کے مقابلے میں ہم اِن زمینوں کے مزاج سے زیادہ آشنا ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی اس رائے کو تسلیم کیا کیونکہ آپؐ کے پاس لوگوں کی اتنی تعداد نہ تھی جو اتنے بڑے علاقے کی زرعی پیداوار کی دیکھ بھال کر سکے۔چنانچہ نبی

اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا' میں تمھاری یہ بات اس شرط پہ قبول کرسکتا ہوں کہ مسلمان جب چاہیں تمھیں اس مزارعت سے بے دخل کر دیں۔ یہودیوں نے اس شرط پہ آمادگی ظاہر کر دی تو نبی اکرم ﷺ نے نصف پیداوار پہ خیبر کی مزارعت یہودیوں کے سپرد کر دی اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اُن پہ نگراں مقرر کر دیا۔

ربیع الثانی 7 ھجری، بمطابق ستمبر 628ء

غزوہ ذات الرقاع

رجیع کے چشمے اور معونہ کے کنویں پہ مسلمان مبلغین کے قتل کے بعد بدوی عربوں خاص طور پہ اہلِ نجد کے قبائل کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اُن کے دلوں میں مدینہ پہ غارت ڈالنے کا خیال جنم لینے لگا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی قوت کم ہو چکی ہے اس لیے یہ مناسب موقع ہے کہ مدینہ پہ حملہ کر دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو فلاح اور رشد و ہدایت کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ مگر بت پرستی کے شیدائی اپنے دلوں میں مسلمانوں کی تباہی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ نجد کی طرف سے آنے والے تجارتی قافلوں نے مسلمانوں کو اس امر سے آگاہ کیا کہ بنو غطفان کے قبیلے بنو ثعلبہ اور بنو محارب مدینے پہ غارت ڈالنے کے لیے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اہلِ مدینہ جانتے تھے کہ بنو غطفان نہایت خونخوار اور وحشی قسم کے جنگجو ہیں۔ اس لیے اگر اُن کو مدینہ پہ غارت گری کا موقع فراہم کیا گیا تو بڑے پیمانے پہ خونریزی ہو گی۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اِن قبائل پہ چڑھائی کرنے کا ارادہ فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں حضرت عثمانؓ [32*] کو اپنا نائب مقرر کیا اور چار سو مجاہدین کے ساتھ بنو غطفان کی سرکوبی کے لیے نکل کھڑے

ہوئے۔اہل نجد نے بئیر معونہ کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ کے ستر مبلغین کو شہید کر دیا تھا اس لیے طفیل بن عمرو اور دیگر کئی سرداروں کے حوصلے بہت بڑھ چکے تھے۔چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ اِن کے خلاف طاقت کا استعمال کریں۔تا کہ اُن کے دل میں مسلمانوں کے خلاف جو خواہشات جنم لے رہیں تھیں اُن کو عملی جامع پہنانے سے قبل ہی اِن کی سرکوبی کر دی جائے۔اِن کی کمر توڑ دی جائے۔

نبی اکرم ﷺ اچانک ہی دشمن کے سر پہ جا پہنچے تھے اس لیے دشمن حیران رہ گیا اور مقابلہ کرنے کی بجائے تتر بتر ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مقام نخل پہ قیام کیا۔[33*]

اگلے روز محارب قبائل جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف اچھا خاصہ لشکر جمع کیا ہوا تھا پہاڑیوں سے نیچے اتر آئے اور مسلمانوں کے لشکر کے سامنے قیام کیا اگر چہ اُن کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی مگر انھیں مسلمانوں پہ حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔مورخین نے اس غزوہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کئی روایات بیان کی ہیں جس کی وجہ سے اصل بات کا تعین قدرے مشکل ہو گیا ہے۔

بعض صحابہ نے کہا!

کہ مقام نخل پر ہی ایک پہاڑی چوٹی کا نام ذات الرقاع تھا۔

کسی نے کہا کہ وادیٔ نخل میں ایک پرانے درخت کا نام ذات الرقاع تھا۔

اس وادیٔ میں کئی رنگوں کے پہاڑ تھے دور سے دیکھنے سے محسوس ہوتا جیسے مختلف رنگوں کے کپڑے ہوں اس لیے ہم نے اس وادیٔ کو ذات الرقاع کا نام دیا۔

بعض صحابہ نے بیان کیا ہے کہ چونکہ اس سفر کے دوران اکثر صحابہ پیدل تھے۔زمین سنگلاخ چٹانوں اور ریتیلے صحراؤں پہ مبنی تھی اس لیے بہت سے صحابہ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور اُن سے خون بہنے لگا۔تب کئی صحابہ نے کپڑوں کے چیتھڑے اپنے پاؤں پہ لپیٹ لیے تا کہ انھیں زیادہ تکلیف نہ ہو اس لیے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا گیا [34*]۔

اگلے روز جب اہل نجد کا لشکر مسلمانوں کے سامنے کھڑا تھا اور اس بات کا امکان موجود تھا کہ وہ مسلمانوں پہ حملہ کر دیں گے۔تب پہلی دفعہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو صلواۃ الخوف پڑھائی۔

امام سہیلی نے لکھا کہ اسی دوران بنی محارب کے ایک شخص نے اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ اگر تم کہو تو

میں تمھیں اس مصیبت سے نجات دلا دوں۔

لوگوں نے سوال کیا کیسے؟

غورث بن حارث نے کہا!

میں نیچے جاتا ہوں اور موقع پا کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا ہوں اس طرح تمھیں مسلمانوں سے نجات مل جائے گی۔

لوگوں نے کہا! اچھا تم کوشش کر دیکھو۔

غورث بن حارث پہاڑی سے نیچے آیا اور مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گیا اُس نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک جگہ اکیلے ہی تشریف فرما ہیں۔

وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا!

اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ ﷺ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں۔ [*35]

نبی اکرم ﷺ نے اُس کو اجازت دے دی۔

پھر اچانک ہی اُس نے تلوار کو نیام سے باہر نکالا اور کھڑا ہو گیا وہ تلوار کو لہرانے لگا۔

اور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا؟

کیا آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا کہ میں آپ کو قتل کر دوں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں مجھے تم سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا میرا اللہ مجھ کو تیرے شر سے محفوظ رکھے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ غورث بن حارث کا دل بیٹھ گیا اور وہ کانپنے لگا۔ پھر اُس نے ادب کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی تلوار واپس کی اور جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ گیا۔ کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ دونوں نے خونریزی سے گریز کیا اس کے بعد اہل نجد کی تعداد کم ہونے لگی اور آہستہ آہستہ وہ منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ واپس مدینے کو روانہ ہوئے۔

واپسی کے سفر کے دوران ایک جگہ جب مسلمانوں کے لشکر نے قیام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے

خیمے سے چہرہ مبارک باہر نکالا اور فرمایا؛

کون ہے جو آج کی شب دشمن سے ہماری حفاظت کرے اور ہمیں اُن سے بے نیاز کر دے۔ایک انصاری حضرت عباد بن بشرؓ اور ایک مہاجر حضرت عمار بن یاسرؓ اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ بے فکر ہو کر آرام فرمائیں ہم آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔

علامہ ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے؛

کہ مسلمانوں کا لشکر جب ذات الرقاع کی جانب رواں تھا تب کسی شخص نے ایک مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا۔اُس مشرک کو شک تھا کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے۔اس لیے اُس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ مسلمانوں سے اپنی بیوی کے قتل کا بدلہ نہیں لے لیتا چین سے نہیں بیٹھے گا۔

اور وہ مسلمانوں کے لشکر کے تعاقب میں رہا۔

اُس رات جب حضرت عباد بن بشرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نبی اکرم ﷺ کے خیمے کے باہر پہرہ دے رہے تھے تب وہ لشکر پہ حملے کے ارادے سے آ پہنچا اُس نے جب دیکھا کہ مسلمان پہرے پر چوکنا ہیں تو وہ دور ہی رُک گیا اُس نے اپنی کمان نکالی اور دور سے ہی تیر چلا دیا۔

حضرت عباد بن بشرؓ نے رات کے پہلے حصے میں نگرانی کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ سو جائے آدھی رات کے بعد میں تمھیں جگا لوں گا۔اس کے بعد وہ خاصی دیر تک پہرہ دیتے رہے مگر جب انھوں نے حالات کو معمول کے مطابق پایا تو نفل نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔جب اُس مشرک نے حضرت عبادؓ کو تیر مارا تب اُنہوں نے قرآن کی ایک لمبی سورۃ شروع کر رکھی تھی۔اُن کو تیر لگا تو انھوں نے چاہا کہ نماز توڑ دیں پھر قرآن پڑھنے کی لذت سے کنارہ کش ہونا پسند نہ کیا اور نماز کو جاری رکھا۔

دشمن نے دوسرا تیر مارا۔

حضرت عباد بن بشرؓ نے پھر بھی نماز کو قائم رکھا اور قرآن پڑھنے سے ملنے والی لذت میں محو رہے۔

انھوں نے سوچا کہ تھوڑی سی سورت رہ گئی ہے اس کو مکمل کر لیں۔

دشمن نے تیسرا تیر چلایا اور وہ بھی حضرت عباد بن بشرؓ کے جسم میں مقیم ہوا۔

حضرت عبادؓ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور اُن کے جسم سے بے پناہ بہنے والے خون

سے ہونے والی کمزوری کی وجہ سے جب اُن کو پہلا چکر آیا تو انھوں نے اپنی ٹانگ سے اپنے ساتھی عمار بن یاسرؓ کو ہلایا۔

حضرت عمار بن یاسرؓ اُٹھے اور دیکھا کہ اُن کے ساتھی کا بے پناہ خون بہہ رہا ہے حضرت عمار بن یاسرؓ نے اُن سے کہا!

بھائی تم مجھے اُس وقت جگا دیتے جب تمھیں پہلا تیر لگا تھا۔

حضرت عباد بن بشرؓ نے جواب دیا؛

میرا ارادہ تو یہی تھا مگر قرآن کی جو سورت میں نے شروع کر رکھی تھی میں نے اُس کو نامکمل چھوڑ ناپسند نہ کیا۔مگر جب میں گرنے لگا تب میں نے سوچا کہ کہیں دشمن نبی اکرم ﷺ کے خیمے پہ حملہ نہ کر دے اس لیے میں نے تمھیں جگا دیا۔

غزوہ ذات الرقاع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے امام عبداللہ سہیلیؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے وہب بن کیسانؒ نے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ جب ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس غزوہ سے واپس ہوئے تو میرا اونٹ بار بار پیچھے رہ جاتا اس لیے کہ وہ کمزور اور عمر رسیدہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے جب کئی بار دیکھا کہ میں سب سے پیچھے رہ گیا ہوں تو آپ ﷺ پیچھے تشریف لائے اور فرمایا؛

جابرؓ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

میں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ یہ اونٹ قدم اٹھانے کا نام ہی نہیں لیتا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا اِس کو نیچے بٹھاؤ۔

میں نے اونٹ کو بٹھایا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی درخت کی ٹہنی سے میرے اونٹ کو کئی کچو کے دیئے پھر مجھ سے کہا؛

جابرؓ! اب اِس پہ سوار ہو جاؤ۔

اور اب وہی لاغر اونٹ نبی اکرم ﷺ کی اعلیٰ نسل کی اونٹنی کے سر کے ساتھ سر ملا کے چل رہا تھا اور

نبی اکرم ﷺ مجھ سے باتیں کررہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

جابر کیا تم یہ اونٹ مجھے بیچو گے۔

میں نے کہا! یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ اونٹ آپ کو ویسے ہی دیا۔

نہیں میں بغیر قیمت کے نہ لوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم مجھ سے اِس اونٹ کا ایک درہم لے لو!

نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

مگر یہ تو گھاٹے کا سودا ہے۔ میں نے جواب دیا۔

نبی اکرم ﷺ میرے اونٹ کی قیمت بڑھاتے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک اوقیہ سونے کے عوض یہ اونٹ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ فروخت کردیا۔

اونٹ کا سودا طے پا جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

جابر! تم نے شادی کر لی ہے؟

میں نے کہا! ہاں یارسول اللہ ﷺ

باکرہ سے کی ہے یا ثیبہ سے؟

نبی اکرم ﷺ نے پھر سوال کیا؟

میں نے کہا! ثیبہ سے ۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

کیا تمھیں کوئی کنواری لڑکی نہ ملی کہ تم اُس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ

دراصل غزوہ احد میں جب میرا باپ شہید ہوا تو انھوں نے اپنے پیچھے سات بیٹیاں چھوڑیں اس لیے میں چاہتا تھا کہ گھر میں کوئی ایسی عورت ہو جو اِن بچیوں کی دیکھ بھال کرے اور انھیں دنیا کی اونچ نیچ سمجھائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم نے بالکل ٹھیک کیا۔

اگلے روز جب ہم مدینہ پہنچے تو صبح صبح ہی میں وہ اونٹ مسجد نبوی کے باہر باندھ آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اِس اونٹ کو دیکھا تو صحابہ سے دریافت کیا یہ کس کا اونٹ ہے؟

صحابہ نے عرض کی یہ اونٹ تو حضرت جابر یہاں باندھ گئے ہیں۔

تب نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور کہا؛

جابر کو بلاؤ!

صحابہ حضرت جابر کو بلا لائے تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ جابر کو ایک اوقیہ سونا دو میں نے اُن سے یہ اونٹ خریدا ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب میں ایک اوقیہ سونا لے کر خوشی خوشی واپس ہونے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے پکارا!

بھتیجے یہ اونٹ بھی تم لے جاؤ یہ تمھارا ہی ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ بخدا!

جب تک سونے کی وہ ڈلی میرے پاس رہی میرے گھر پہ خیر و برکت برستی رہی حتیٰ کہ واقعہ حرہ کے دوران سونے کی وہ ڈلی مجھ سے کھو گئی۔

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ کے واقعے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ عمدہ اخلاق دراصل اسلام کا مقصودِ اعلیٰ ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو آپ ﷺ غصے اور درشت روئی سے بہت دور دکھائی دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق اس بات کے غماز ہیں کہ اعلیٰ اخلاق شرف انسانی کا خاصا ہے۔ پھر وہ احکامات ہیں جو امت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اخلاق کے بارے میں دیئے۔ صرف اس قدر یاد رکھیں کہ غصہ ور اور درشت رو شخص کو رسول اللہ ﷺ بہت ناپسند کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا جو عمدہ اخلاق سے محروم رہا گویا اُس سے ساری خیر چھین لی گئی۔

شعبان 7 ھجری، بمطابق جنوری 629ء

غزوہ بنوفزارہ

ریاست مدینہ کو اپنے داخلی استحکام کے لیے ابھی تک بدوی عرب قبائل سے نمٹنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ آئے روز اُن کی طرف سے کوئی نہ کوئی شرارت ہوتی رہتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے مقرر کردہ جاسوس آپ ﷺ کو اندرون عرب سے بدوی قبائل کے منصوبوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ اکثر و بیشتر صحابہ کے مختلف گروہوں کو اِن عرب جنگجوؤں کی سرکوبی کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ بنوفزارہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیق کو مسلمان سواروں کا امیر بنا کر روانہ کیا گیا۔ بنوفزارہ کی طرف سے بغاوت اور مدینہ پہ حملہ کرنے کی اطلاعات موصول ہو رہی تھیں اور اُن کی بروقت سرکوبی بہت ضروری تھی۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صحابہ کے ایک دستے پہ کمانڈار مقرر کیا اور وہ بنوفزارہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں حضرت سلمہ بن اکوع کی وہ روایت بیان کی ہے جس میں اس سریہ کے متعلق کچھ تفصیلات مذکور ہیں۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع نے فرمایا؛

کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی قیادت میں بنوفزارہ کی گوشمالی کے لیے جو دستہ بنوفزارہ کے چشموں کی طرف روانہ ہوا میں اُس دستے میں شامل تھا۔ہم مدینہ سے روانہ ہوئے مگر راستے میں ہم کو دیر ہوگئی جس کی وجہ سے ہم رات گئے بنوفزارہ کے چشموں پہ پہنچے تو ہمارے امیر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ہمیں سونے کی اجازت دے دی اور ہم رات بھر آرام سے سوتے رہے۔صبح کی نماز کے بعد ہم نے بنوفزارہ کے قبیلے کو للکارا اور اُن پہ حملہ کر دیا۔دشمن میں ہمارے مقابلے کی سکت نہ تھی اس لیے تھوڑی دیر مقابلے کے بعد وہ فرار ہونے لگے اور ہم اُن کا تعاقب کرنے لگے اُن میں جو بھی ہمارے قابو آیا ہم نے اُسے قتل کیا اور جو بھاگ گئے اُن کا پیچھا کیا۔میں بھی اُن لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے بنو فزارہ کے بھاگتے لوگوں کا تعاقب کیا میں نے اُن کے دو لوگوں کو قتل کیا اور اِس کے بعد واپس لوٹ آیا جب میں واپس آ رہا تھا تو میں نے بنوفزاہ کی عورتوں اور بچوں کو ایک پہاڑ کی کھو میں چھپتے دیکھا۔میں اُن کی طرف لپکا اور میرا خیال تھا کہ اُن کی حفاظت کے لیے اُن کے ساتھ کچھ مرد ہوں گے اس لیے میں نے اُن کو للکارا۔مگر وہاں صرف عورتیں اور بچے تھے جو میری للکار سے سہم گئے تھے میں اُن سب کو ہانک کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔اُن میں ایک عورت بھی تھی جس کے ساتھ اُس کی نوجوان بیٹی تھی جو بہت حسین تھی میں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ یہ لڑکی مجھے بخش دیں انھوں نے یہ لڑکی مجھے عطا کر دی اور میں اُسے لے کر مدینے چلا آیا۔چونکہ وہ لڑکی بہت حسین وجمیل تھی اس لیے میں نے اُسے ہاتھ تک نہ لگایا تا کہ اُسے بھاری قیمت پہ کسی کے ہاتھ فروخت کر سکوں۔

جب آنحضرت محمد ﷺ کو اس لڑکی کا علم ہوا تو آپ ﷺ مجھے بازار میں ملے اور مجھ سے فرمایا! سلمہ وہ لڑکی مجھے دے دو! مگر میں نے آنحضرت محمد ﷺ سے معذرت کر لی۔اس سے اگلے روز بھی نبی اکرم ﷺ مجھے بازار میں ملے تو آپ ﷺ نے مجھ سے پھر وہی مطالبہ کیا مگر میں نے پہلے کی طرح معذرت کر لی۔

میں نے دو دفعہ رسول اللہ ﷺ کو انکار کیا تھا جس کا میرے دل میں رنج تھا چنانچہ تیسرے روز میں خود آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ کی زیارت کر سکوں اور اگر آپ ﷺ مجھ سے پھر اُس لڑکی کا مطالبہ کریں تو میں اسے رسول اللہ ﷺ کو سونپ دوں۔تب

آپ ﷺ نے پھر مجھ سے وہی مطالبہ کیا اور اب میرے دل کی خوشی بھی یہی تھی چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے کہا میں نے وہ لڑکی آپ ﷺ کو دی۔

آپ ﷺ نے میرے لیے دُعا فرمائی۔ جب میں اُس لڑکی کو لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے اسے دو صحابہ کے ساتھ مکہ بھیج دیا اور اس کے بدلے مکہ میں اہل قریش کی قید میں مقید کئی نادار اور غریب مسلمانوں کو رہا کرالیا۔

جمادی الاول 8 ھجری، بمطابق ، ستمبر 629ء

غزوہ موتہ

اس بات کو ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ لوگ اسلام کے پیغام اور نام تک سے آشنا نہ تھے۔ مسلمان بہت مختصر تعداد میں تھے اور اُن کے مقابلے میں قریش کی مہیب قوت تھی کہ وہ سارے عربوں کے روحانی اور مذہبی پیشوا تھے۔ اس پہ سوا اُن کی وہ دولت تھی جو انھوں نے تجارت سے کمائی تھی۔ اہل عرب صرف اتنی سی بات سے آگاہ تھے کہ خاندان قریش کے کسی شخص نے اُن میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور خاندان قریش نے اُن کا انکار کیا ہے۔ مگر پھر شعب ابی طالب کی محصوری سے لے کر غزوہ خندق تک اور اس کے بعد صلح حدیبیہ تک پورا عرب نبی اکرم ﷺ کے پیغام اور نبوت ورسالت سے آگاہ ہو چکا تھا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش پیہم کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے مقابل میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے تھے۔ اور ملک عرب میں صرف اُسی قبیلے یا گروہ کی تکریم کی جاتی تھی جس کے مردانِ حرب میدان جنگ میں قائم رہیں۔ اس لیے کئی میدانوں میں قریش کی شکست اور اُن کے بعد یہودیوں کی عبرت ناک شکست عربوں کے لیے کسی ڈراؤنے خواب سے کم نہ تھی۔ اسی لیے اب اُن کو اس بات کا ادراک حاصل ہو چکا تھا کہ

مسلمان ایک طاقت ہیں اور ایک مسلمہ حقیقت ہیں جن سے نظریں چرانا معاملے کا حل نہیں ہے۔ ریاست مدینہ کو داخلی اور خارجی طور پہ استحکام حاصل ہو چکا تھا اور مسلمان اب ایک حربی اور انقلابی قوت کے طور پہ عرب بھر میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ نبی آخرالزماں ﷺ ایک عظیم مدبر اور زیرک حکمران کے طور پہ ابھرے تھے اس سے قبل عربوں کے سامنے ایسی کوئی مثال نہ تھی کہ ایک ہی حکمران کے جھنڈے تلے بہت سے عرب قبائل جمع ہوئے ہوں اس لیے مسلمانوں کی شہرت کا تذکرہ اب قیصر و کسریٰ جیسے طاقتور حکمرانوں کے دربار میں بھی ہونے لگا تھا اور انھیں اس بات کا گمان پیدا ہو گیا تھا کہ صدیوں سے قائم اُن کی تجارتی شاہراہیں اب مسلمانوں کے قبضے میں جانے لگیں تھیں اور وہ اس بات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ چنانچہ مملکت رومہ نے تو اپنے ماتحت عرب قبیلوں کو مسلمانوں سے نمٹنے کے احکامات تک جاری کر دیئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ایک قاصد حضرت حارث بن عمیر کو قبیلہ غسان کے سردار شرجیل بن عمرو غسانی نے قتل کرا دیا جو نبی اکرم ﷺ کا خط لے کر بصریٰ کے حاکم حارث بن شمر الغسانی کی طرف جا رہے تھے جن کے قصاص کے لیے مسلمانوں کو ایک بڑی فوجی مہم بھیجنا پڑی اور اسی فوجی مہم کو غزوہ موتہ کہا جاتا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ موتہ شام کا ایک مشہور شہر تھا جو تلوار سازی کی صنعت میں اپنی مثال آپ تھا۔ موتہ میں بنی ہوئی تلواروں کو مشرفی تلوار کہا جاتا تھا آج کل یہ علاقہ اردن میں شامل ہے اور اس کو بلقاء کہا جاتا ہے۔

مدینہ سے موتہ کا فاصلہ گیارہ سو کلومیٹر بیان کیا گیا ہے۔

مورخین نے غزوہ موتہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ جب عمرہ قضاۃ سے واپس مکہ پہنچے تو آنحضرت محمد ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ موتہ میں مسلمانوں کے قاصد کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ عہد جاہلیت میں بھی قاصدوں کو قتل کرنے کا کوئی رواج نہ تھا اور قاصد کا قتل اعلان جنگ کے مترادف خیال کیا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو اپنے قاصد کے قتل سے نہایت دکھ پہنچا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جنگ پہ نکلنے کا حکم دیا اور اپنے حلیف قبائل کو بھی بلا لیا مسلمانوں کا لشکر مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام جرف پہ اکٹھا ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کا لشکر مقام جرف میں اکٹھا ہو گیا وہ تعداد میں تین ہزار تھے اور اُن میں اکابر صحابہ

کی اکثریت تھی اسی لیے اس معرکہ کو امام بخاری نے غزوات میں شمار کیا ہے حالانکہ اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ نے خود شرکت نہ کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو مطلع فرمایا گیا کہ جرف کے مقام پہ مسلمان اہل روم سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تیاری مکمل کر چکے ہیں تو نبی اکرم ﷺ اپنے لشکر کو رخصت کرنے کے لیے مقام جرف پر پہنچے جہاں سب سے پہلے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے اس لشکر کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی اس کے بعد مجاہدین اسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

مسلمانو!

اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو اور جب تم لوگ اُس جگہ پہ پہنچو جہاں میرے قاصد کو قتل کیا گیا تو اس کے لیے مغفرت کی دعا کرو اس کے بعد وہاں موجود لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو اُن سے اپنا ہاتھ روک لو دوسری صورت میں صبر کرنا اور اللہ کی راہ میں استقامت اختیار کرنا دشمن سے جنگ کرنا اور پیٹھ مت دکھانا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک سفید جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کیا اور لوگوں سے کہا میں نے زید ابن حارثہ کو تم پہ امیر مقرر کیا ہے اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ تمھارا امیر ہوگا۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمھارا امیر ہوگا اور اگر رواحہ بھی شہادت کے درجہ کو پالیں تو تم اپنا امیر چن لینا اور یاد رکھو متفرق مت ہونا میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جو مسلمان تمھارے ساتھ ہیں اُن سے بھلائی کی تاکید کرتا ہوں یاد رکھو جب تم دشمن کے علاقے میں اترو تو وہاں تمھیں کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے اور خانہ نشین ہیں۔ یاد رکھو کسی خانقاہ پہ حملہ مت کرنا، گوشہ نشین لوگوں سے تعرض مت کرنا، عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل مت کرنا، کسی کے ساتھ دھوکا نہ کرنا نہ کسی کے ساتھ بددیانتی کرنا، کھجور کے درخت مت کاٹنا نہ کوئی اور درخت کاٹنا، دشمنوں کے مکانات مسمار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمھارا ساتھی ہو وہ ہر تکلیف کو تم سے دور رکھے اور تمھیں صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لائے۔

☼☼☼☼☼☼☼

صحابہ نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہوئے اور اُس منزل کی طرف روانہ ہوئے جو بہت دور دراز کی

منزل تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر کی روانگی کے وقت وہیں موجود تھے تاہم انھوں نے لشکر کو روانہ کر دیا اور خود روانہ نہ ہوئے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد رخصت ہونا چاہتے تھے۔

چنانچہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز جمع ادا کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو سوال کیا؟

تم لشکر کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَیں اس بات کا خواہش مند تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کروں اس کے بعد رخصت ہوں میں بس نکلنے ہی والا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا؛

اے عبداللہ اگر تو اللہ کی راہ میں زمین کی ساری دولت بھی خرچ دے تب بھی تو اس درجہ کو نہیں پاسکتا جو تیرے ساتھیوں نے صبح سویرے اللہ کی راہ میں نکل کے پایا ہے۔

یا یوں کہا!

اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

وہ اپنے تیز رفتار گھوڑے پہ سوار ہوئے اور جلد ہی انھوں نے اپنے ساتھیوں کو پالیا۔ لشکرِ اسلام کے لیے یہ جنگ کئی حوالوں سے اہم تھی مسلمان پہلی بار عربوں کے علاوہ کسی دشمن سے ٹکرانے کے لیے نکلے تھے۔ روم کے خلاف نکلنا اہل عرب کے لیے حیرت کا باعث تھا وہ سمجھتے تھے کہ روم جیسی مہیب طاقت سے ٹکر لینا ایک پاگل پن تھا خودکشی تھی۔ تاہم مسلمان اپنے نبی کے ہر حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی دشمن سے کبھی خوفزدہ نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ اگست کی شدید گرمی تھی اور صحرائے عرب کی بسیط وسعتیں تھیں مگر لشکرِ اسلام کے قدموں میں کوئی لغزش نہ تھی۔ ریاست مدینہ کی مالی حالت ابھی اس قدر مستحکم نہ ہوئی تھی کہ وہ تین ہزار لشکریوں کے لیے الگ الگ سواری کا اہتمام کرتی اس لیے سواریاں ہزار سے بھی کم تھیں اور لشکرِ اسلام کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی صحابہ اپنی باری پہ سوار ہوتے اور دیگر ساتھی صحرا کی تپتی ریت پر پیدل ہی رواں رہتے اس لیے کہ وہ اُس ارفع مقصد

کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ یہ زندگی تو اصل زندگی کا محض سایہ ہے اور اصل زندگی تو وہی ہے جو موت کے بعد اُن پہ وارد کی جاتی ہے۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کی زبان سے جہاد کے اشعار سنے تو میں اُن کی یہ آرزو جان کے رونے لگا تب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مسکرائے اور اپنے کوڑے سے مجھے ہلکا سا مارا اور کہا!

ارے اوست لڑکے! اگر اللہ مجھے شہادت سے نواز دے تو تیرا کیا جاتا ہے تو میرے اس اونٹ کے کجاوے پہ بیٹھ کے واپس چلے جانا۔ مسلمانوں کا یہ لشکر ایک بڑا لشکر تھا اس سے قبل مسلمان کم ہی اتنے بڑے لشکر کے ساتھ کسی مہم پر نکلے ہوں گے اس لیے اُن کے ملک شام پہنچنے سے قبل ہی نہ صرف قیصر روم کو مسلمانوں کے اس لشکر کی اطلاع مل چکی تھی بلکہ عرب قبائل بھی مسلمانوں سے جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو چکے تھے۔ رومی سرحدوں سے متصل عرب قبائل نے مسلمانوں کے استقبال کی خوب تیاری کر لی تھی۔ چنانچہ قبیلہ غسان کے علاوہ اس لشکر میں لخم، جذام، قیس، بہراء اور بلی قبائل کے ایک لاکھ کے قریب جنگجو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ دوسری طرف ہرقل ایک لاکھ فوج کے ساتھ بلقاء میں اترا تھا جب کہ عرب قبائل بلقاء ہی کے ایک علاقے مشارف میں جمع ہو چکے تھے۔ مسلمان ملک شام کے ایک قصبے معان میں اترے اور جب اُن کو اس بات کی خبر ہوئی کہ اُن کا مقابلہ دو لاکھ کے مہیب عرب اور رومی لشکر سے ہے تو وہ معان ہی میں رُک گئے اور باہم مشاورت کی۔

چند صحابہ کا خیال تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر سے آگاہ کیا جائے تا کہ یا تو وہ ہمیں کمک پہنچائیں یا اُن کی طرف سے کوئی اور حکم ہم تک پہنچے۔ صحابہ دو روز تک معان ہی میں رکے رہے اور باہم مشاورت جاری رہی۔ تیسرے دن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اُن کو جنگ پہ ابھارا انھوں نے کہا؛

اے میری قوم! تم کس چیز سے ہراساں ہو بخدا جس سعادت کی تلاش میں ہم نے اپنے گھروں کو چھوڑا ہے وہ ہماری منتظر ہے جہاں تک کفار کی مہیب طاقت اور افرادی برتری کا تعلق ہے تو اس سے پہلے ہم نے کون سی جنگ لڑی ہے جس میں ہماری تعداد دشمن سے زیادہ رہی ہو بخدا ہم تو کبھی تعداد

اور ہتھیاروں کی بنیاد پہ نہیں لڑے بلکہ ہم تو ہمیشہ اللہ کا نام بلند کرنے کی خاطر ہی لڑے ہیں ساتھیو اٹھو اور نکلو بخدا دو میں سے ایک سعادت تو یقینی ہے کامیابی یا شہادت۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی اس ایمان افروز تقریر اور اشعار کے بعد صحابہ اُن سے متفق ہو گئے اور سب نے جنگ کرنے پہ اتفاق کر لیا مسلمانوں کا لشکر وہاں سے موتہ کی طرف روانہ ہوا اور موتہ ہی میں مسلمانوں کا سامنا دشمن سے ہوا جہاں ایک خونریز جنگ ہوئی۔

مورخین نے اُس روز کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ؛

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کے مہیب لشکروں کے سامنے اپنے مختصر لشکر کو ترتیب دیا انھوں نے میمنہ کی قیادت قبیلہ بنی عذرہ کے ایک نوجوان حضرت قطبہ بن قتادہ کو سونپی جنھوں نے جنگ کے دوران اہل عرب کے مجتمع لشکروں کے سردار مالک بن زافلہ کو قتل کیا تھا۔

میسرہ پہ انھوں نے عبایہ بن مالک انصاری کو مقرر کیا۔

مسلمان پہلی دفعہ کسی ایسی فوج کے خلاف اترے تھے جو کسی ملک کی منظم فوج تھی اُن کے ہتھیار عمدہ تھے اُن کی وردیاں اور سواریاں عمدہ تھیں اور وہ زرہ پوش تھے اس لیے مسلمان اگرچہ اُن سے خوفزدہ نہ تھے مگر وہ انھیں حیرت سے ضرور دیکھتے تھے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قیصر روم ہرقل کی افواج کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا!

تم روز بدر ہمارے ساتھ نہ تھے ہم کبھی دشمن کی عددی برتری سے نہیں گھبرائے۔

پھر جنگ شروع ہو گئی۔ رومی قدرے بلندی پہ تھے اس لیے میدان جنگ کی صورت حال بھی انھی کے لیے معاون تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اس کا توڑ نکال لیا وہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو دشمن کی طرف بھیجتے وہ اُن کو جنگ میں الجھاتے اور بلندی سے پستی کی طرف لے آتے جہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی اوٹ میں چھپے مسلمان اُن پہ بے پناہ تیراندازی کرتے اس طرح جنگ کی ابتدا میں ہی رومیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا یاد رہے کہ مسلمان تین ہزار اور رومی عرب قبائل سمیت دو لاکھ کے قریب تھے۔

مسلمان جانبازوں کے دستے رومیوں پہ حملہ کرتے اور پسپا ہو کر صحرا کی وسعتوں میں پھیل جاتے اور چند ہی لمحوں کے بعد کسی اور سمت سے نمودار ہو کر اسی عمل کو دہراتے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن پہاڑی

سے اتر آیا اور مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کرلیا اُن پہ بے پناہ تیراندازی کی جارہی تھی مگر یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ تین ہزار اور دو لاکھ کا کوئی مقابلہ نہیں ہوا کرتا اس کے باوجود مسلمان اُن کو ناکوں چنے چبوا رہے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کا نقشہ کچھ اس طرح سے ترتیب دیا تھا کہ رومی افواج کی کثرت ہی اُن کے لیے مصیبت بن کے رہ گئی تھی اُن میں کچھ واپس جانا چاہتے تھے مگر وہ اپنے ہی ساتھیوں کے مابین پھنس کے رہ گئے تھے اس سے قبل رومی صرف مسلمانوں کے قلب سے نبرد آزما تھے اس موقع پر مسلمانوں نے دائیں اور بائیں سے یعنی اُن کے میمنہ اور میسرہ نے بھی رومی افواج پہ حملہ کر دیا تھا۔ رومی بے دریغ قتل ہو رہے تھے اُن کی تعداد کی کثرت اُن کے کسی کام نہ آرہی تھی اب جنگ کی چکی پوری قوت کے ساتھ چل رہی تھی مسلمانوں کا پرچم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے مگر گزشتہ ایک گھنٹے میں انھیں بے شمار زخم لگ چکے تھے جن سے خون رستا رہا تھا پھر دشمن کا ایک نیزہ آیا اور اُن کے سینے میں پیوست ہو گیا وہ اپنا فرض ادا کر چکے تھے اور اس سے قبل کہ مسلمانوں کا پرچم زمین پہ گرتا اُسے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالنے کے کچھ دیر بعد تک تو اپنے گھوڑے پہ بیٹھ کے ہی جنگ کی مگر انھوں نے محسوس کیا کہ اس طرح وہ دشمن کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا رہے جس قدر اُن کے دل میں امنگ تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور اُس کے منہ پہ اپنی تلوار دے ماری اپنے گھوڑے کو انھوں نے اس لیے ناکارہ کیا تھا تاکہ وہ دشمن کے کام نہ آسکے اس کے بعد وہ کھل کے دشمن کے سامنے آگئے اور خوب دادِ شجاعت دی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمان خوب جی داری سے لڑ رہے تھے اور دشمن اُن کی شجاعت کے سامنے ششدر سا تھا۔ مگر دشمن کو اس قدر عددی برتری حاصل تھی کہ رومیوں کے بے شمار لوگ قتل ہو جانے کے باوجود اُن کی طاقت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ جنگ بدستور جاری تھی مسلمان دشمن پہ تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ ایک دشمن نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اُس ہاتھ پہ وار کیا جس میں انھوں نے مسلمانوں کا علم تھام رکھا تھا اُن کا ہاتھ کٹ کے دور جا گرا مگر مسلمانوں کے علم کو انھوں نے گرنے نہ

دیا بلکہ اُسے دوسرے ہاتھ سے تھام لیا وہ دشمن کے نرغے میں آ چکے تھے اس لیے دشمن نے اُن کے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دیا تو انھوں نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے مسلمانوں کا علم سنبھالے رکھا۔ پھر ایک رومی آگے بڑھا اور اُس نے اپنی تلوار سے حضرت جعفر پر اس قدر زوردار وار کیا کہ اُن کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا۔ تب مسلمانوں کا علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی تھا۔ جنگ کے بعد جب مسلمان شہدا کی لاشوں کو اکٹھا کیا گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پہ لگنے والے زخموں کو گنا تو وہ ستر سے زائد تھے اور سارے زخم اُن کے جسم کے سامنے حصے پہ آئے تھے اُن کی پشت پہ کوئی زخم نہ تھا۔ شہادت کے وقت حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عمر انتالیس سال تھی۔

مسلمانوں کا پرچم اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا انھوں نے نظر اٹھائی اور دشمن کے بے انت ہجوم کو دیکھا تو اُن کے نفس نے انھیں کسی قدر ورغلایا تو وہ فوراً ہی شیطان کی اس چال کو سمجھ گئے اور اپنے نفس کو ڈانٹا اور گوشت کا وہ ایک ٹکڑا جو انھیں اُن کے چچازاد نے پکڑایا تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اسے کھا رہے تھے۔ اسی اثناء میں انھیں ایک طرف سے جنگ کا غلغلہ بلند ہونے کی آواز سنائی دی تو انھوں نے گوشت کا وہ ٹکڑا اپنے ہاتھ سے دور پھینکا اور جنگ کی بھٹی میں کود گئے۔ مسلمان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شجاعت کے خوب مظاہرے پیش کر رہے تھے دشمن کی دو لاکھ فوج کو تین ہزار مسلمانوں نے زچ کر رکھا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ اُن کا سردار دشمن کے ہجوم میں داخل ہو گیا ہے اور اسے اپنے تن بدن کا کوئی ہوش نہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ایک صائقہ بنی چمک رہی تھی اور وہ جس طرف کو یلغار کرتے دشمن پیچھے ہٹ جاتا وہ دشمن کو زخم لگاتے رہے اور دشمن اُن کو زخم لگاتا رہا، دشمن کی تعداد اس قدر بسیط تھی کہ جلد ہی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو شکست دینے کے بعد اپنی منزل کو پا گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان قدرے بے دلی سے لڑ رہے تھے اور وہ رفتہ رفتہ پسپا ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کا علم بنوعجلان کے ایک شخص حضرت ثابت بن قیس بن ارقم نے اٹھا لیا تھا علم اٹھانے کے بعد انھوں نے مسلمانوں سے کہا؛

اسلام کے جانبازوں لشکر کا امیر چُن لو۔

لوگوں نے جواب دیا ہم تمھیں ہی امیر مانتے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا؛

نہیں! میں خود کو اس قابل نہیں پاتا۔

اُن کے بالکل سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کھڑے تھے انھوں نے حضرت خالد کو پکارا!

اے ابوسلیمان! میں تمھیں لشکر اسلام کا امیر کرتا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا؛

آپ مجھ سے زیادہ اس منصب کے اہل ہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شامل تھے۔حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا! میں نے تو یہ جھنڈا اٹھایا ہی اس لیے تھا تا کہ اسے آپ کے حوالے کروں۔ پھر انھوں نے دیگر صحابہ کی طرف تصدیق طلب نظروں سے دیکھا تو تمام صحابہ نے متفقہ طور پہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر چن لیا۔اور آخر وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر کیوں نہ چنتے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُن کے لیے کوئی اجنبی تو نہ تھے وہ اُن کی جنگی مہارت سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ معاملات حرب کو جس قدر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جانتے ہیں شاید اُن میں سے کوئی بھی نہ جانتا ہو۔فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آج تک اہل اسلام کے خلاف لڑتے آئے تھے اور آج پہلا موقع تھا کہ وہ اہل اسلام کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے۔ یہ جنگ کا وہ موقع تھا جب مسلمان کسی حد تک بددل ہو چکے تھے اور وہ پسپا ہونا شروع ہو گئے تھے بلکہ اُن کے کچھ ساتھی تو جنگ سے بالکل ہی پیچھے ہٹ آئے تھے اور انھوں نے مدینہ پہنچنے سے پہلے رکنا بھی پسند نہ کیا تاہم اُن کی تعداد نہایت قلیل تھی۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اس جنگ کی کمان سنبھالی تو اُن کے دائیں اور بائیں سے مسلمان پسپا ہو رہے تھے تب اُن کے میمنہ کے سربراہ حضرت قطبہ بن عامر نے مسلمانوں کو للکارا اور کہا!

لوگوں کہاں بھاگے جا رہے ہو کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو جانا اس سے لاکھ گنا بہتر ہے کہ دشمن تمھیں بھاگتے ہوئے پائے اور تمھارے تعاقب میں آ کے تمھیں قتل کر دے۔

حضرت قطبہ بن عامر کی اس للکار سے مسلمانوں کے دل سے وہ ڈر اور خوف قدرے دور ہو گیا جس

کا وہ شکار ہو چکے تھے اور وہ لوٹنے لگے کچھ ہی دیر بعد مسلمانوں کے قدم پھر سے جم گئے اور وہ اپنی روایتی شجاعت کے جوہر دکھانے لگے اسی دوران شام کے سائے قدرے گہرے ہوئے تو مسلمانوں کے سالار حضرت خالد بن ولید نے اپنی افواج کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور وہ دشمن سے جنگ کرتے کرتے پیچھے ہٹنے لگے۔ رومی بھی سارے دن کی جنگ سے اکتائے ہوئے تھے اس لیے وہ بھی اپنے مستقر کی طرف لوٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید اپنی فوج کو ساتھ لیے حفاظت کے ساتھ اپنے مستقر کو لوٹ آئے جب مسلمان اپنے کیمپ میں پہنچے واپس پہنچے تو حضرت خالد نے بن ولید نے پہلے تو مسلمانوں کو جہاد پہ اکسایا اُن کو جنگ کی ترغیب دی اس کے بعد مسلمانوں کو اپنے اگلے حربی منصوبے سے آگاہ کیا۔

سب سے پہلے تو انھوں نے مسلم فوج کی ترتیب کو بدلا۔ میمنہ کو میسرہ کر دیا اور میسرہ کو میمنہ سے بدل دیا۔ اس کے بعد انھوں نے سات سو افواج پہ مشتمل ایک لشکر کو حکم دیا کہ تم لوگ یہاں سے چند میل پیچھے چلے جاؤ اور کل صبح جب جنگ کی چکی چلے تو تم لوگ پھیل کے اس طرح آنا کہ دشمن کو یوں محسوس ہو کہ ہمیں مرکز سے کمک حاصل ہو گئی ہے۔

کچھ صحابہ کی انھوں نے یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ رومی لشکر کے اطراف اپنے گھڑسوار دستوں کو لے کر تیزی سے گزرتے ہوئے اور نعرے لگاتے ہوئے اسلامی مستقر تک اس طرح پہنچیں کہ دشمن یہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے وہ سوار ہیں جو اب جنگ میں شامل ہونے کے لیے مدینہ سے پہنچ رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں تاریخ عالم نے حضرت خالد بن ولید کی حربی صلاحیتوں کو جو خراج تحسین پیش کیا وہ اس کے حقیقی حقدار تھے غزوہ موتہ کے اس معرکے ہی کو لے لیں دشمن اُن کی جنگی چالوں کو سمجھنے میں قطعی طور پہ ناکام رہا اور اگلے روز جب وہ مسلمانوں کے مقابل اترے تو انھیں باوجود اپنی مہیب عددی برتری کے انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ موتہ کا ساتواں دن تھا اس سے قبل چھ دن تک مسلمان اور رومی ایک دوسرے کے مقابل رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کی کمان سنبھالی اور اگلی صبح جب رومی میدان جنگ میں اترے تو اُن کے سامنے جنگ کا نقشہ بدلا ہوا تھا اُن کے سامنے مسلمانوں کے نئے اور چاق و چوبند دستے تھے۔ رومی ساری رات اپنے خیموں کے اردگرد

مسلمانوں کے نعرے اور آتے جاتے سواروں کی آواز سنتے رہے تھے اس لیے انھیں پہلے ہی اس بات کا شک تھا کہ مسلمانوں کو تازہ کمک پہنچ گئی ہے۔

میمنہ پر بھی اُن کے سامنے نئے لوگ تھے اور میسرہ میں بھی اُن کے سامنے نئے لوگ تھے۔قلب کی صورت حال بھی بدلی ہوئی تھی اور مسلمانوں کا عزم شہادت نئے معرکے دکھانے کے لیے بیتاب نظر آتا تھا اور رومی جن کا خیال تھا کہ وہ اپنی کثیر تعداد کے بل بوتے پر بہت جلد مسلمانوں کی مٹھی بھر تعداد کو تہہ تیغ کر دیں گے اُن کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی تھی اس لیے کہ اب تک وہ اُن افواج سے لڑتے رہے تھے جن کا مقصد ملک گیری یا اپنے بادشاہ سے وفاداری ہوا کرتی تھی پہلی بار رومی لشکر کا سامنا اللہ کے سپاہیوں سے ہو رہا تھا اور وہ اپنی شجاعت اور عزم راسخ کی بنا پر اُن کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہوئے تھے۔

اس روز جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمان نئے جوش و عزم کے ساتھ لڑ رہے تھے وہ یہ بھول چکے تھے کہ دشمن کی تعداد اُن سے چالیس گنا زیادہ ہے اُن کو بس اتنا یاد تھا کہ شہادت یا فتح اِن دو میں سے ایک مقصد کو وہ بہر صورت حاصل کر سکتے ہیں اس لیے اُس روز مسلمان صبح ہی سے پر عزم تھے اور رومی اپنی مہیب قوت کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہو سکنے کی وجہ سے قدرے مایوس تھے اس لیے جلد ہی مسلمانوں نے دشمن کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا۔مگر رومیوں کی بے پناہ افرادی قوت اُن کو پسپا ہونے کا موقع بھی نہ دے رہی تھی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں بے دریغ قتل ہو رہے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ کے بعد بتایا کہ اُس روز اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ صرف میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں اور آخر میں میرے پاس صرف ایک سیدھی اور چھوٹی یمنی تلوار رہ گئی تھی جس نے رومیوں کو خوب کاٹا اور آخر تک میرا ساتھ نبھایا۔رومی اب اذیت میں تھے اور اُن کی عددی برتری بھی اُن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہی تھی اس لیے کہ وہ کھل کے لڑنے کے لیے جگہ تلاش کرتے مگر اُن کی تعداد اتنی تھی کہ وہ تلوار لہرانے سے بھی عاری نظر آنے لگے تھے کیونکہ جب وہ اپنی تلوار کو لہراتے تو اس کی زد میں اُن کا کوئی اپنا شخص ہی آتا۔بازوؤں کی طرف سے وہ مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ کے شدید حملوں کی زد میں تھے اس لیے اب وہ ایک ایسے انسانی ہجوم کی شکل اختیار کر چکے تھے جو جنگ کی بجائے اس جہد و سعی میں تھا کہ وہ کسی کھلی جگہ جا نکلے۔

اسی دوران رومیوں نے جب دیکھا کہ دور سے گرد و غبار کا ایک انبار اُن کی طرف بجلی کی رفتار سے چلا آ رہا ہے تو وہ جان گئے کہ مسلمانوں کو مزید کمک حاصل ہو چکی ہے۔ حضرت ابو عامرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے ملک شام کی طرف روانہ کیا جب وہ واپس ہوئے تو موتہ کے مقام پہ انھوں نے دو لشکروں کو آمنے سامنے پایا تو معرکہ دیکھنے کے لیے رک گئے۔

اُن کا بیان ہے کہ!

جب مسلمانوں کا وہ دستہ پہنچا جسے حضرت خالد کی ہدایت کے مطابق بعد میں اس طرح میدان جنگ میں اترنا تھا کہ دشمن سمجھے کہ مسلمانوں کو نئی کمک پہنچ گئی ہے تو وہ دستہ پہنچا اور اُس نے رومیوں کو اِس بری طرح قتل کیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں اب اہل روم کو ایک بدترین شکست کا سامنا تھا اُن کا دو لاکھ کا لشکر اُن کے کسی کام نہ آیا تھا بلکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فن حرب میں برتری نے مسلمانوں کو فتح کے بہت قریب کر دیا تھا۔ا

ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تب تو مسلمانوں نے جسے چاہا قتل کیا، جہاں چاہا قتل کیا، جیسے چاہا قتل کیا۔ ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے رومی نہتے ہوں اور ہم اُن کے سروں کی فصل کو کاٹ رہے ہوں ۔قتل ہوتے ہوتے بمشکل رومی افواج نے اپنا رخ موڑا اور مسلمانوں کی طرف اپنی پشت کیے بھاگ اٹھے اور مسلمانوں نے بھاگتے دشمن کا بھی خوب قتل عام کیا حتیٰ کہ اُن کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو رومیوں کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔ رومی اپنے پاؤں سر پہ رکھ بھاگے تھے اس اُن کے جنگی مستقر سے مسلمانوں کو کافی مال غنیمت حاصل ہوا تھا جس میں کھانے پینے کی اشیاء کی وافر مقدار تھی اور ہتھیار تھے اور گھوڑے اور اونٹ تھے جنھیں چھوڑ کر رومی بھاگ اٹھے تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

اور وہاں سے دور بہت دور شہر مدینہ تھا جہاں ایک نیا منظر سجا تھا۔

مسجد نبوی کا موذن بے وقت اذان دے رہا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہ جلد از جلد مسجد نبوی میں حاضر ہو جائیں اور صحابہ اُن پروانوں کی مانند تھے جو شمع کے التفات پہ

مر مٹنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، چنانچہ لوگوں کا اِک ہجوم دوڑتا ہوا مسجد نبوی کی طرف جا رہا تھا۔

جب کافی لوگ اکھٹے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔

لوگوں نے اُن کی آنکھوں میں تیرتی نمی کو محسوس کیا اور دہل کے رہ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو جو اللہ پر ایمان لائے ہو کیوں نہ میں تمھیں اُس لشکر کی بابت کچھ خبر دوں جو دشمن سے نبرد آزما ہوا۔

صحابہ نے جواب دیا کیوں نہیں یا رسول ﷺ ضرور فرمایئے۔

مجاہدین اسلام کا سامنا دشمن سے ہوا مسلمان خوب جی جان سے لڑے اور اُن کے سالار حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

اُن کے لیے مغفرت کرو۔

پھر جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا علم اٹھایا اور دشمن پہ شدید حملے کیے حتیٰ کہ میرے چچا کا بیٹا بھی شہید ہو گیا۔

لوگو! اُن کے لیے مغفرت کی دُعا کرو۔

پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اتنا کہنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے توقف فرمایا اور خلا میں کچھ دیر دیکھتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگ سہم کے رہ گئے اُن کو محسوس ہوا کہ اُن کا سانس رکنے لگا ہے انھوں نے سوچا کہ شاید عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے اب وہ مسلمانوں کے سامنے کبھی سر اٹھا کے نہ چل سکیں گے۔

مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی خوب جی داری سے لڑے اور حتیٰ کہ وہ بھی شہادت کے درجے کو پا گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگوں نے لمبا سانس لیا اور اُن کی جان میں جان آئی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے لیے مغفرت کی دُعا کرو۔

اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے۔

اس کے بعد مسلمانوں کا علم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور وہ اللہ کے بہترین بندے اور قبیلے کے عمدہ بھائی ہیں اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے اللہ نے کفار اور منافقین کے لیے عریاں کیا ہے تو آخر اللہ نے اُن کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح سے نوازا۔

اور یہ وہ پہلا موقع تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اللہ کی تلوار کا لقب عطا کیا تھا جس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ سیف اللہ ہی کہہ کے پکارا گیا۔ اب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور مسجد میں کوئی بھی نہ تھا جس کی آنکھیں نم نہ ہوئی ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلے اور سیدھے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں نے اس واقعے کو روایت کرتے ہوئے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں کھالوں کی دباغت سے فارغ ہو کر اپنے بیٹوں کو نہلا کر کپڑے پہنا رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اتری نمی کو دیکھ لیا اور میرے دل میں وسوسے گھر بنانے لگے کہ آخر میرا شوہر ایک جنگ پر گیا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹوں کو اپنی گود میں لے لیا اور اُن سے پیار کرنے لگے میں نے دیکھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں تب میں نے بے تابانہ سوال کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں کیا جعفر اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھیرے سے اپنا سر ہاں میں ہلایا اور فرمایا!

جعفر رضی اللہ عنہ آج شہید ہو گیا ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں یہ سن کے میں اپنی چیخ نہ روک سکی اور میں نے اونچی آواز میں رونا

شروع کردیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

دیکھو اسماء! اپنی زبان سے کوئی بیہودہ لفظ ادا نہ کرنا کیونکہ شہیدوں کا نوحہ نہیں کیا جاتا۔ جب محلے کی عورتیں میری گھر میں جمع ہونی شروع ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ میرے گھر سے رخصت ہوگئے۔

حضرت جعفر کے بڑے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ!

جب ہمارے گھر میں عورتیں جمع ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے اور اپنے اہل خانہ سے کہا!

جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو اس لیے کہ جعفر کی موت کی وجہ سے انھیں کوئی ہوش نہیں۔

چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ کی ایک خادمہ سلمٰی نے ہمارے لیے زیتون سے سالن تیار کیا اور اس کے اوپر سیاہ مرچیں ڈالیں جسے میں نے کھایا ہم تین دن تک رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ہی رہے اس کے بعد ہی ہم اپنے گھر واپس آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں نے اپنے حجرے سے جھانک کر مسجد میں دیکھا اور رسول اللہ ﷺ ے چہرے پہ موجود حزن ہمیں صاف دکھائی دے رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی جعفر کے اہل خانہ نوحہ کررہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

انھیں روکو!

وہ شخص چلا گیا مگر کچھ دیر بعد پھر واپس آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کے کہنے لگا!

یارسول اللہ ﷺ!

ہمیں تو اِن عورتوں نے فتنہ میں ڈال دیا ہے وہ ہماری بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے غصے سے اُس شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا؛

جاؤ اور انھیں روکو!

میں نے اپنے دل میں کہا؛

یہ شخص کس قدر بد بخت ہے جسے رسول اللہ ﷺ کے حزن کا بھی احساس نہیں وہ اُس کام پہ قادر بھی نہیں جس کو وہ کرنا چاہتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی جان بھی نہیں چھوڑتا۔

امام احمد بن حنبل نے یہ روایت اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ!

پہلے دن کے بعد نبی اکرم ﷺ تین روز تک حضرت جعفر کے گھر نہ گئے اس کے بعد آپؐ اُن کے گھر گئے اور حضرت جعفر کے صاحبزادوں کو حکم دیا آج کے بعد تمھیں میرے بھائی پہ رونے کی اجازت نہیں۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کے بیٹوں محمد اور عبداللہ کی حجامت کرائی اور انھیں گود میں اٹھا کر فرمایا' محمد تو میرے چچا ابو طالب پہ گیا ہے تاہم عبداللہ سیرت اور صورت دونوں حوالوں سے میرے مشابہ ہے۔

اُس وقت حضرت اسماء بھی وہاں موجود تھیں اور اپنے شوہر کی شہادت پہ حزن و ملال کا شکار تھیں نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دلاسا یا دیا اور فرمایا!

تو کیا سمجھتی ہے کہ جعفر کے بعد اُس کے بچے مفلس محتاج ہو جائیں گے خدا کی قسم میں اس دنیا میں بھی اِن کا والی ہوں اور آخرت میں بھی۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کے بیٹوں کے لیے برکت کی دُعا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ!

خدا کی قسم! اس کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس قدر برکت سے نوازا کہ میں نے کوئی بھی چیز خریدی تو جب میں نے اسے فروخت کے لیے پیش کیا تو وہ کئی گنا منافع پہ فروخت ہوئی بخدا اس کے بعد مجھے کبھی گھاٹے کا سودا نہ کرنا پڑا۔

☼☼☼☼☼☼☼

اغلب یہی ہے کہ یہ چند دن بعد کی بات ہے جب حضرت یعلی میدان جنگ سے مدینہ پہنچے تا کہ وہ آپؐ سے جنگ کے حالات بیان کرسکیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت یعلیٰؓ سے فرمایا؛

اگر تم چاہو تو جنگ کے حالات بیان کرو ورنہ ہم سے سن لو۔

حضرت یعلی نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی بیان کریں ہم سنیں گے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے جنگ کے تمام واقعات کو بیان کیا۔

حضرت یعلی حیرت سے اچھل پڑے اور کہا؛

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے جنگ کے حالات ایسے بیان کیے ہیں جیسے آپ وہاں موجود تھے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا؛

جب تم یہ معرکہ لڑ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے زمین کے پردے ہٹا دیئے تھے یہاں تک کہ میں میدان جنگ کو دیکھنے لگا۔غزوہ موتہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ، حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، حضرت عباد بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ ،حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقلیب بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ (دونوں سگے بھائی تھے)، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی دونوں سگے بھائی تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے شہید ہوئے۔

☼☼☼☼☼☼☼

جنگ ختم ہوگئی تھی رومی بھاگ گئے تھے اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو مدینہ واپسی کا حکم دیا اور کئی روز کے سفر کے بعد مسلمان مدینہ پہنچے تو آنحضرت محمد ﷺ نے بہت سے صحابہ سمیت لشکر اسلامی کا استقبال کیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ مجاہدین اسلام کی اس سرفروشی پہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل آیات اتاریں۔

”اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰتِهِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O

القرآن الحیکم (سورۃ توبہ۹؛ آیات ۱۱۱)

ترجمہ:

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے اِن کے نفس اوران کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے مرتے اور مارتے ہیں۔ اِن سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو۔ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکالیا ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

خورشید جلوہ افروز

انسان کے شعوری ارتقاء کے ہر پڑاؤ پہ خالق نے وحی کی اس ضوفشانی کا اہتمام کیا ہے جس کی ضیا پاشیوں نے وسوسوں اور توہمات کی تیرگی میں ڈوبی راہوں کو بسیط اجالوں سے مزین کیا۔ خِرد گراں کی موہوم کرنوں میں اگر چہ انسان پندارِ آرزو کے اُن سایوں کے تعاقب میں تو ضرور رہا جو اِسے فلاح و آشتی کے اُن جہانوں سے آشنا کرتے جہاں وہ تکمیل تمنا کی تشنگی سے نجات پا سکے مگر شاید یہ ہدف اس کی حدِ استطاعت سے وراء تھا۔ عقلِ جہاں ساز کی کرشمہ آرائیوں نے اُسے تحیر کے وہ جہاں عطا کیے کہ بالآخر اُس نے خود کو جانوروں سے ممتاز کر لیا۔ شعوری ارتقاء کے اسی تسلسل میں جانے کب وہ حرف سے آشنا ہوا تاہم حرفوں کو جوڑ کر لفظ بنانے کے مرحلے تک بنی نوع انسان کی کئی نسلیں صرف ہو گئیں اور جب اِس نے پہلا لفظ لکھا تو اِس نے جانا کہ یہ تو ایک دستک کی مانند ہے جو اس کے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کیے دیتی ہے۔ اس مرحلے پہ ایک احساس کسی راسخ یقین کی طرح انسانی ذہن کے نہاں خانوں میں اپنی جگہ بنا چکا تھا کہ انسان کائنات کی دیگر مخلوقات سے منفرد و ممتاز ہے تب وہ پہچان کی راہوں کا مسافر ہوا۔ تب اُس نے جانا کہ وہ خرد و نفس کے اختلاف کے حصار میں ہے۔ اب اِسے فیصلہ کرنا تھا مگر اس کی شعوری حیثیت اس

مقام سے قدرے پست تھی۔ چنانچہ اِس کی راہنمائی کا اہتمام کیا گیا اور انبیاء ورسل کے اس سلسلے کا آغاز کیا گیا جس کا اختتام آنحضرت محمد ﷺ کی رسالت پہ ہوا۔ یہ تاریخ کی اُن طویل مسافتوں کا تذکرہ ہے جس کی راہیں صدائے حق کی خنکی، فلسفے کے الجھاوؤں، خرد کے جلوؤں ثبات وتغیر، وحشت وبربریت، علوم ومعارف، اسلوبِ تخیل میں نُدرت، شعروادب کی فسوں کاری اور حرب وضرب کی روایت سے مزین ہیں۔ تاریخ کی طویل راہداریوں میں انسان کسی گردباد کی طرح چکراتا رہا۔ وہ بے شمار منظروں کا شاہد اور بے انت تخیلات کا موجب ہے۔ اہلِ یونان نے جب فلسفے کی بساط بچھائی تب ترسیل وحی کا سلسلہ بھی عروج پہ تھا، انسان ہدایت کا طالب تھا مگر وحی کی سادہ اور فلسفہ کی دقیق موشگافیوں کے مابین امتیاز کرنے سے قاصر تھا۔ جس کی بنیادی وجہ یہ تھی اس کا نفس اسے تمنا کی وادیوں میں لیے پھرتا اور خرد اس کی راہنمائی اُس کٹھن راہ کی طرف کرتی جسے قبول کرنے سے انسانی نفس گریزاں رہتا ہے۔

انسان نے اپنے دکھوں سے نجات پانے کے لیے مختلف علوم میں دسترس حاصل کی، اس نے علم ہیت، علم سائنس، علم نجوم، علم معاشرت، علم طب، علم شعر، علم تاریخ اور فن حرب وضرب کے سائے میں پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی مگر اس کی شعوری تشنگی میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اس پیچ انسانوں کے ایک گروہ نے مختلف ادیان وضع کر لیے جس سے انسانوں کے پیچ تقسیم کی بنیاد پڑی۔ تہذیب نے ایک اور کروٹ لی اور انسان اعلیٰ وادنیٰ میں منقسم ہوا، حالانکہ اس سے قبل ایسا نہ تھا۔ اسی دور کو مادیت کا ابتدائی دور قرار دیا جاسکتا ہے کہ تب پہلی مرتبہ انسان میں ذاتی ملکیت کے احساس نے جنم لیا ملکیت کے اسی احساس اور بھوک کے خدشے سے پریشان انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے لگا۔ اس کے بعد انسانی معاشرے محارب اور متفرق گروہوں میں منقسم ہو گئے اور وہ آتش زرم گاہ معرض وجود میں آئی کہ انسان ہمیشہ کے لیے اس کی حدت کا اسیر ہو کے رہ گیا حتیٰ کہ آج کی متمدن اور مہذب دنیا میں بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ تب انسانوں کے اس انبوہ کو دنیا کی ہوس میں مقید پادریوں، پروہتوں، قوت واقتدار کے نشے میں مدہوش بادشاہوں، نئے اور انوکھے تصورات وتخیلات میں مسحور فلسفیوں نے یرغمال بنا لیا۔ مگر خالق اپنی اس محبوب مخلوق سے کبھی بھی لاپرواہ نہیں رہا اس لیے اُس نے انسان کے ہر شعوری پڑاؤ پہ اُس کی راہنمائی کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ انبیاء ورسل کی آمد کا سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ جاری رہا وہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے اور صالح قلوب اُن کی راہنمائی کو قبول بھی کرتے رہے مگر یہی بادشاہ جھوٹے مذاہب کے یہی

پیرو اور یہی فلسفی انسان اور اللہ کے پیغمبروں کے بیچ دیوار بنتے رہے۔اللہ کے پیامبر اپنا کام کرتے رہے اور اُن کے مقابل بدی کے پجاری بھی اپنا نظامِ زندگی چلاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خطہ ارض کے طول وعرض میں مختلف تخیلات مختلف مذاہب اور مختلف نظریات زیست کے تحت انسانیت تہذیبی ارتقاء کے مراحل طے کرتی رہی۔اس دوران جس تصورِ زیست کو فروغ عام حاصل ہوا وہ مذہب کی پیروی کا رجحان تھا جس نے آگے چل کے ادیان عالم کی وقیع تاریخ رقم کی۔تاریخ کے اس دور میں لوگ چونکہ مختلف مذاہب کے پیرو تھے اس لیے مذاہب کی تقسیم عمل میں آئی اور غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نفرت اور عداوت کی گنجائش پیدا ہوئی۔

لوگوں کے ایک گروہ نے توہمات اور رسومات کو مذہب قرار دے لیا تھا۔ریاست نے جب محسوس کیا کہ مذہبی حلقوں کے پیشوا طاقت حاصل کر رہے ہے تو ریاست نے اُن کو نوازنا شروع کر دیا اُن کے دلوں میں دنیا کی ہوس ڈال دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر سامی مذاہب میں اس تصور نے فروغ پایا کہ اُن کا بادشاہ آسمانی اوتار ہے۔چنانچہ یونان مصر ایران اور ہند میں اس تصورِ زیست کو کافی فروغ حاصل ہوا اور لوگ بادشاہ کے خلاف سوچنا تک گناہ سمجھنے لگے۔تب عام آدمی کی زندگی میں آسودگی کا کوئی شائبہ تک نہ تھا بلکہ اس کے برعکس لوگوں کے ایک کثیر گروہ کو رنگ ونسل کی بنیاد پر غلام قرار دے کر اُن سے عزت نفس کا احساس تک چھین لیا تھا۔چنانچہ حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت مسیح تک انسانی معاشروں نے تہذیبی ارتقاء کا سفر جاری رکھا مگر تب تک الہامی مذاہب کے ساتھ ساتھ سامی مذاہب بھی رواج پا چکے تھے اُس عہد میں ہندوستان میں بت پرستی ایران میں آتش پرستی اور یونان میں فلاسفہ کے افکار کی پیروی مروج تھی۔تاہم مملکت روم اور ارض شام جو فلسطین کے ملحقہ علاقے تھے اِن میں الہامی مذاہب کی پیروی کی جاتی تھی کیونکہ یہ قوم بنی اسرائیل کے علاقے تھے۔اگرچہ وہ بھی یہودیت اور نصرانیت میں منقسم ہو چکے تھے اور ایک دوسرے کا بہت سا خون بہا چکے تھے۔یونان کے فلاسفہ نے اپنے لوگوں کے سامنے آسمانی دیوتاؤں کا جو تصور پیش کیا تھا اُس کو لازوال شہرت حاصل ہوئی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ اقوام عالم میں اہل یونان نے اپنے وجود کو منوالیا تھا۔دوسری طرف مملکت روم اہل یونان کے مقابل قوت حاصل کر رہی تھی۔تاہم جب مملکت روم نے عیسائیت کو اپنا مذہب قرار دے لیا تب یونانی دیوتاؤں کا دور ختم ہو گیا اور عیسائیت رفتہ رفتہ اہل یونان کا مذہب بن گئی۔اگرچہ مملکت روم کے ساتھ اُن کے فروعی اور اعتقادی اختلافات آخر تک

موجود رہے تاہم اب یونان کی حیثیت روم کے ایک صوبے سے زیادہ نہ تھی اور مملکت روم ایران کی پارسی طاقت کے مقابل ایک بڑی قوت کے طور پہ ابھری۔ چھٹی صدی عیسوی میں متمدن دنیا کا خلاصہ یہیں تک محدود تھا اس لیے کہ مملکت روم کی عیسائی اور ایران کی عظیم پارسی ریاست نے اردگرد کی محدود قوتوں کو نگل لیا تھا اور اُن کی باہمی مخاصمت عروج پہ تھی۔

یونانی ہندی رومی اور ایرانی اقوام کے مساکن کے عین بیچ نسبتاً ایک غیر آباد اور تلخ جغرافیائی حقیقتوں کی حامل ایک سرزمین عرب تھی جس کی لق ودق وسعتیں اور موسمی شدائد لوگوں کو اس سے گریزاں رکھتے۔ اور یہ خطہ عرب تھا جہاں ایک قوم بستی تھی جس کو لوگ عربوں کے نام سے جانتے تھے۔ خطہ عرب سے ملحق متمدن اور طاقتور رومی اور ایرانی ریاستیں اِس خطہ کو کوئی اہمیت دینے کے لیے قطعاً تیار نہ تھیں اس لیے کہ وہ صحرا کی اِن وسعتوں میں مقیم عربوں کو وحشی اور غیر مہذب مانتے تھے ایران روم فلسطین اور یونان جیسے ممالک کی سرحدوں پہ ہونے کے باوجود اِن متمدن ریاستوں نے عربوں پہ فوج کشی کے بارے میں کبھی نہ سوچا تھا اس لیے کہ اِن بسیط صحراؤں میں انھیں کسی مفاد کے حاصل ہونے کی کوئی توقع نہ تھی۔ مگر اس متمدن دنیا کی نگاہوں سے شاید یہ حقیقت اوجھل ہی رہی کہ اِنھی سلگتے صحراؤں کے بیچ کہیں اللہ کا وہ گھر ہے جو اس دنیا میں اُس کی واحد عبادت گاہ ہے اور لوگوں کی ایک معقول تعداد کی عقیدتوں کا مرکز ہے اور جس کی طرف تین ہزار سال سے اونٹوں کے قافلے رواں رہے ہیں اور وہ شہر مکہ تھا جہاں اللہ کا برکتوں والا یہ گھر تھا جسے عربوں کے آباء حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا۔ اب عرب اس گھر کے والئی تھے اور انھیں متمدن دنیا اور اُن کے مذاہب سے کوئی سروکار نہ تھا۔

وہ خود کو دین ابراہیم پہ سمجھتے اور اسے فخر کی بات جانتے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ وہ دین ابراہیم کی اساس کو کھو چکے تھے اور اب اُن پر چھائیوں کے تعاقب میں تھے جسے وہ دین ابراہیم کہتے۔ انھوں نے اللہ کی توحید کی جگہ شرک کو اپنا لیا تھا اور بیت اللہ میں سینکڑوں بت سجا لیے تھے۔ وہ ہدایت کا راستہ اگرچہ کھو چکے تھے اس کے باوجود اُن میں بہت سی خصوصیات موجود تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قوم عرب کو اس سعادت کے لیے چن لیا کہ نبوت ورسالت کا اختتام اُن پہ ہو اور آنحضرت محمد ﷺ کو اُن میں مبعوث کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل عرب کو بتایا کہ تم لوگ گمراہ ہو چکے ہو اس لیے تم میری پیروی اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ کتاب اتاری ہے اور مجھے تم لوگوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو مکہ کے سب سے زیادہ اہم

اور سب سے زیادہ امیر خاندان میں پیدا کیا گیا جس کا نام قریش تھا اور قریش نے ہی سب سے زیادہ آنحضرت محمد ﷺ کی مخالفت کی۔ اللہ کے رسول آنحضرت محمد ﷺ نے تیرہ سال تک اپنے خاندان کو راہ حق کی طرف بلایا پھر اُن کی ہدایت سے مایوس ہو کر مکہ سے مدینے چلے گئے جہاں کے لوگ اس سے قبل اُن پہ ایمان لا چکے تھے۔ اہل قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کا تعاقب کیا اور آپ ﷺ کو جنگوں میں الجھا لیا۔ تاہم آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ اللہ کی نصرت تھی اس لیے کسی بھی میدان میں اہل قریش آنحضرت محمد ﷺ کو شکست نہ دے سکے اور رفتہ رفتہ اُن کی قوت اسلام کے مقابل تنزل کا اشکار رہی۔ بدر احد اور غزوہ خندق کے بعد اُن کا زور ٹوٹ چکا تھا اور اُن کے زیادہ شریر لوگ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے۔ تاہم اب بھی وہ کسی صورت اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے اور جب تک اللہ کے گھر کو شرک کی آلودگی سے پاک نہ کیا جاتا تب تک اسلام کی تکمیل نہ ہوتی تھی اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ دین ابراہیمی کے احیا کے لیے تشریف لائے تھے اور حضرت ابراہیم نے جس گھر کو تعمیر کیا تھا وہ آج توحید کی بجائے شرک کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کو اس قدر قوت و استحکام فراہم کر دیا کہ اب وہ گھنے بادلوں اور تاریک رات کی طرح ایک مہیب لشکر کے ساتھ اہل قریش کے شہر مکہ کے باہر تشریف لا چکے تھے تا کہ وہ حرم پاک کو بتوں کی آلودگی سے پاک کر کے دین توحید کا احیا کر سکیں انھی شب و روز کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

13 رمضان 8 ہجری، بمطابق 24 جنوری 630ء

فتح مکہ

اُس تاریک رات کی ظلمت کا اب خاتمہ ہونے والا تھا جس کی تیرگی میں عربوں کو منزل کے سنگ میل نظر نہ آتے تھے، اُن بتوں کی پرستش کا اب دم آخر آ لگا تھا جو بیت اللہ میں عبادت کی غرض سے نصب کیے گئے تھے۔ اُن پروہتوں کی آمدن کل سے بند ہو جانے والی تھی جنھوں نے صدیوں اِن بے جان پتھروں کی کمائی کھائی تھی، قریش عرب کے اُن سرداروں کے سر اب جھکنے والے تھے جنھوں نے مسلمانوں پہ لشکر کے لشکر چڑھائے تھے، بیت اللہ کے دیوار و در کی آہ و حسرت اب صدائے طرب میں بدلنے والی تھی کہ توحید کے علم برداروں کا لشکر شہر مکہ سے باہر پڑاؤ ڈالے بیٹھا تھا۔ مورخین نے فتح مکہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

بنو خزاعہ کی فریاد سننے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جنگ پہ نکلنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ساتھ اپنے حلیف قبائل کی طرف بھی قاصد بھیجے جنھوں نے مسلمان قبائل میں جا کر اعلان کیا کہ تم میں سے جو اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان رکھتا ہو اُس کے لیے لازم ہے کہ وہ رمضان کے روزے مدینے میں

رکھے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

حضرت ابوبکر اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ ستو کا آٹا تیار کر رہی ہیں اور گیہوں اُن کے پاس رکھے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ سے سوال کیا؟

کیا رسول اللہ ﷺ نے تمھیں سفر کی تیاری کا حکم دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا! ہاں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا؟

عائشہ کیا تمھیں کچھ اندازہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہاں کے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔

اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔

تاہم اس کے بعد جلد ہی آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن سے مکہ پہ حملہ کرنے کے بارے میں مشاورت کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ وہ آپ کی اپنی قوم ہیں آپ کا اپنا خاندان ہیں اُن پہ رحم فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ! وہ لوگ مشرک ہیں انھوں نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے انھوں نے بیت اللہ کو بتوں سے بھر دیا ہے اور وہ لوگوں کو بیت اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں، انھوں نے ہمارے ساتھ کیا گیا معاہدہ توڑ دیا ہے اور ہمارے حلیف خاندانوں پہ ظلم کیا ہے یارسول اللہ ﷺ اُن میں کوئی اچھائی نہیں اس لیے آپ ﷺ اُن پہ حملہ کرنے کے ارادہ کو پختہ فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سُن کر مسکرادیئے اور فرمایا؛

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہیں جو اللہ کے معاملے میں موم کی طرح نرم ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ حضرت نوح علیہ السلام کی مثل ہیں جو اللہ کے معاملے میں پتھر سے زیادہ سخت ہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ سنا دیا کہ اہل مکہ پہ حملہ کیا جائے گا۔شہر مدینہ میں باہر سے آنے والے قافلے اترنے لگے تھے اللہ کے مجاہدوں کا لشکر تیار ہو رہا تھا۔بنی اسلم، بنی غفار، بنی مزینہ، بنی اشجع اور بنی جہنیہ کے قبائل مدینہ پہنچنا شروع ہو چکے تھے۔شہر مدینہ کی رونقوں میں اضافہ ہو چکا تھا لوگ جوش وجذبے سے جہاد کی تیاری میں مشغول تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ؛

نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ پہ حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مسلمانوں کے لشکر شہر مدینہ میں جمع ہو رہے تھے نبی اکرم ﷺ کی خواہش تھی کہ وہ قریش کو بے خبری میں جالیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے دُعا فرمائی کہ!

''اے اللہ! قریش کو ہم سے بے خبر رکھ وہ اچانک ہی ہم کو دیکھیں اور اچانک ہی ہمارے بارے میں سنیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے شہر مدینہ سے باہر جانے والے راستوں پہ مسلمان مجاہدین کے دستے مقرر کر دیئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُن کی نگرانی پہ مقرر کیا تھا۔تب رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل قریش کو ایک خط لکھا جس میں اُن کو خبر دار رہنے کی تلقین کی۔انھوں نے یہ خط بنی عبدالمطلب کی ایک لونڈی سارہ کے حوالے کیا اور اسے دس درہم اور ایک نئی چادر دی اور اسے کہا اس خط کو چھپا کر لے جاؤ اور جب تم مکہ پہنچو تو صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو یا عکرمہ بن ابی جہل میں سے جو بھی ملے یہ خط اُس تک پہنچا دینا۔اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی اس حرکت سے آگاہ فرما دیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا! اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور مقام حلیفہ پہ پہنچو وہاں تمھیں ایک شتر سوار عورت ملے گی اُس کے پاس ایک خط ہوگا اُس عورت سے وہ خط لے لینا اور اُس کو جانے دینا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوا اور ہم اُس مقام پہ پہنچے جس کی نشاندہی رسول اکرم ﷺ نے کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہم نے اُس عورت کو بنی ابی احمد کے کنویں پہ پالیا وہ اونٹ پہ سوار تھی ہمیں دیکھ کر وہ رُک گئی ہم نے اسے سواری بٹھانے کا حکم دیا۔

ہم نے اُس کے اونٹ کے کجاوے کو کھوج ڈالا مگر ہمیں وہاں سے کچھ نہ ملا۔

ہم نے اُس عورت سے کہا؛

تمھارے پاس جو خط ہے اسے ہمارے حوالے کردو۔

اُس عورت نے صاف انکار کر دیا اور کہا؛

بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں تم میری سواری کی تلاشی لے چکے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا؛

خدا کی قسم! نہ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا گیا ہے نہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کبھی جھوٹ بولا ہے اس لیے تم وہ خط ہمارے حوالے کردو ورنہ میں تمھارے کپڑے اتار دوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس دھمکی سے وہ عورت گھبرا گئی اور اُس نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی طرف بڑھایا اور اپنا جوڑا کھول کر وہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ خط لے کر آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچے اور خط رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیا۔

اُس خط کا مضمون یہ تھا۔

''رسول اللہ ﷺ تم پہ حملہ کرنے کے لیے متوجہ ہوئے ہیں اُن کے ساتھ رات کی تاریکیوں کی طرح مہیب لشکر ہیں جو کسی سیلاب کی طرح رواں دواں ہیں مگر میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر اللہ کے رسول ﷺ تنہا بھی تمھاری طرف نکلتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد فرماتا اور اپنے وعدے کو پورا کرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبی کا مددگار اور دوست ہے''۔

☼☼☼☼☼☼☼

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ حاطب کو پیش کرو۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ نے وہ خط اُن کے سامنے پیش کیا اور فرمایا؛

تمھیں کس بات نے اس حرکت پہ اکسایا تھا۔

حضرت حاطب اگرچہ وہ خط دیکھ کر حیران و ششدر تھے تاہم انھوں نے حوصلہ کیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ میرے بارے میں جلدی مت کیجئے نہ تو میرا ایمان کمزور ہوا ہے اور نہ ہی میں مرتد ہوا ہوں بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ ﷺ کے اکثر صحابہ یا تو خود خاندان قریش سے ہیں یا اُن کے رشتہ دار اور حلیف شہر مکہ میں موجود ہیں مگر میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کا تعلق نہ تو قریش ہے اور نہ ہی وہاں میرا کوئی حلیف ہے اور میرے اہل و عیال اہل مکہ کے رحم و کرم پہ ہیں اس لیے میں نے چاہا کہ قریش پہ کچھ احسان کر دوں تا کہ وہ میرے اہل و عیال کا کچھ خیال کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

حاطب تم نے سچ کہا؛

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اپنی تلوار میان سے باہر نکالے کھڑے تھے انھوں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! حاطب منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت دیں میں اِن کو قتل کر دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

عمر رضی اللہ عنہ رہنے بھی دو کیا تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارے میں کیا فرمایا تھا کہ اہل بدر اب تم جو چاہو کرو تم پہ کوئی حرف نہیں اور حاطب بدری ہیں۔

اور آنحضرت محمد ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ سورۃ الممتحنہ کی یہ آیات اسی موقع پہ نازل کیں گئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَ قَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ O اِنْ یَّثْقَفُوْکُمْ یَکُوْنُوْا لَکُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ وَاَلْسِنَتَھُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ O لَنْ تَنْفَعَکُمْ اَرْحَامُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَفْصِلُ بَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O“

القرآن الحیکم (سورۃ الممتحنہ۶۰؛ آیات ۱،۳)

ترجمہ؛

”اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم اِن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسول ﷺ کو اور خود تم کو صرف اس قصور پہ جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پہ ایمان لائے ہو۔ تم چھپا کر اُن کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو اعلانیہ ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا ہے اُن کا رویہ تو یہ ہے کہ اگر تم پہ قابو پا جائیں تو تمہارے ساتھ دشمنی کریں اور ہاتھ اور زبان سے تمھیں آزار پہنچائیں وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ قیامت کے دن نہ تمھاری رشتہ داریاں کام آئیں گی اور نہ تمھاری اولاد اُس روز اللہ تمھارے اور اُن کے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہی تمھارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

لشکر اسلام کی روانگی ؛

مدینہ میں لشکرِ اسلام کی تیاری مکمل ہوتے ہی نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔رمضان کی دو تاریخ آٹھ ہجری [*36] کو عصر کی نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنی مسجد میں ادا کی اور اس کے بعد سوار ہو کر باہر تشریف لائے صحابہ نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور لشکرِ اسلام مدینہ سے روانہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا[*37] ازواج مطہرات میں سے حضرت اُم سلمیٰؓ اور حضرت میمونہؓ ہمراہ تھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا بیشتر مسلمان قبائل مدینہ ہی سے آپ ﷺ کے ہمراہ نکلے تاہم جو قبائل رہ گئے تھے وہ راستے میں مسلمان لشکر کے ساتھ آ کر ملتے رہے جیسا کہ بنو اسد اور بنو سلیم راستے میں لشکر اسلامی کے ساتھ شامل ہوئے مہاجرین وانصار میں سے تو کوئی ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو پیچھے رہا ہو۔مہاجرین کی تعداد سات سو تھی جن کے پاس تین سو گھوڑے تھے اور انصار مدینہ چار ہزار تھے اور اُن کے ہمراہ پانچ سو گھوڑے اور باقی اونٹ تھے۔اسی طرح بنو مزینہ کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں سے سو گھڑ سوار تھے بنی سلیم کے مجاہدین کی تعداد چار سو تھی اور اُن میں تیس گھڑ سوار تھے۔

مدینہ سے روانگی کے وقت اکثر مسلمان روزے کی حالت میں تھے تاہم نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے وہ قضاء کرے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ مکہ کی سمت رواں تھے جس کی گلیوں میں نبی اکرم ﷺ اور مہاجرین اسلام کا بچپن اور جوانی کے آیام گزرے تھے۔انھوں نے اپنے دین کی خاطر ہجرت کی تھی مگر اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو قوت سے نواز دیا تھا اور وہ اپنے خوابوں کے شہر کی طرف رواں تھے تب اُن کے جسموں میں ایک انجانا سا احساسِ طرب لہریں لیتا تھا۔

وہ اللہ کے گھر کی طرف رواں تھے اور نغمۂ توحید اُن کے لبوں کی زینت تھا اور دوسری طرف صحن حرم تھا جس کے دیوار و در شرک سے آلودہ تھے اور صدیوں سے اسی نغمۂ توحید کے منتظر تھے جو لشکرِ اسلام کی زبان پہ تھا بس اب چند دنوں کی بات تھی پھر اللہ کے اس گھر میں بھی ہمیشہ کے لیے طریق توحید

مروّج ہونے کو تھا جو اس کی گھر کی اصل حقیقت تھا، اس گھر کی بنیاد تھا، اس گھر کی ضرورت تھا اس گھر کی زینت تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے پہلا پڑاؤ مدینے سے سات میل باہر ایک مقام صلصل پہ کیا جہاں سے آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین کے ساتھ لشکر کے آگے روانہ کیا تا کہ وہ دشمن کی نقل و حرکت پہ نظر رکھیں اور اُن کی سرگرمیوں کی اطلاعات نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتے رہیں۔ اغلب یہ ہے بنو ہوازن کے ایک جاسوس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اسی لشکر نے گرفتار کیا تھا۔ اگلے روز جب نبی اکرم ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملے تو انھوں نے بنو ہوازن کے اس جاسوس کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس جاسوس سے معلومات حاصل کیں۔

اُس نے بتایا کہ بنو ہوازن نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اپنے حلیف قبائل کو جمع کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بنو ہوازن کے اس شخص کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور انھیں ہدایت کی کہ یہ شخص بھاگنے نہ پائے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش کی تھی وہ قریش کو بے خبری میں جالیں اور اُن کے لشکر کی خبر مکہ یا کہیں اور نہ پہنچے۔

اگلے روز جب نبی اکرم مقام عرج پہ پہنچے جو مدینہ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ اُس دن روزے سے تھے اور روزے کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ کبھی اپنے چہرے پہ پانی ڈالتے اور کبھی اپنے سر پہ۔

پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کے لشکر کے عین راستے میں ایک کتیا نے بچے دے رکھے ہیں اور وہ کتیا اپنے بچوں کو لشکر سے بچاتی تھی اور اپنے بچوں کو اپنے جسم کے نیچے کرتی تھی۔ نبی رحمت ﷺ اُس کتیا کی اس تکلیف سے پریشان ہو اٹھے اور اپنے ایک صحابی کو آواز دی وہ حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ہدایت کہ تم یہاں کھڑے ہو جاؤ اور اس کتیا کے بچوں کی حفاظت کرو تا کہ انھیں مسلمانوں کے لشکر سے کوئی اذیت نہ پہنچے۔

چنانچہ حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے حتیٰ کہ اسلامی لشکر کا آخری سوار بھی وہاں سے گزر گیا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کا یہ لشکر جب قدید کے مقام پہ پہنچا تو آپ ﷺ نے عصر کے وقت ہی روزہ افطار کیا تا کہ مجاہدین اسلام بھی اُن کی پیروی میں روزہ افطار کریں۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ قدید یا کراع الغمیم کے مقام پہ پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ جو پیدل آ رہے تھے وہ روزے کی شدت سے بے حال تھے کچھ لوگوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کو روزے کی شدت سے آگاہ فرمایا۔تب نبی اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار رہتے ہوئے اپنے سامنے دودھ یا پانی کا ایک برتن رکھا اور روزہ افطار کیا جس میں حکمت یہ تھی کہ مسلمان جب دشمن سے نبرد آزما ہوں تو طاقتور اور توانا ہوں اور روزہ اُن کے لیے ضعف کا باعث نہ بنے۔

اکثر صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کی پیروی کی تاہم کچھ صحابہ نے توقف کیا نبی اکرم ﷺ کو خبر کی گئی کہ کچھ صحابہ نے روزہ افطار نہیں کیا تو نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ غصے کے آثار نمودار ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا جنھوں نے میری پیروی نہیں کی وہ نافرمان لوگ ہیں۔

مواہب لدنیہ کے شارح علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ!

قدید کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمان لشکر میں جھنڈے تقسیم کیے۔

نبی اکرم ﷺ نے بنی سلیم کو ایک جھنڈا عطا کیا۔

بنی غفار کو ایک جھنڈا دیا۔

بنی کعب کو ایک جھنڈا دیا۔

بنو بکر کو ایک جھنڈا دیا۔

بنی اسلم کو دو پرچم عطا فرمائے۔

بنو اشجع کو دو پرچم عطا فرمائے۔

بنو مزینہ کو تین پرچم عطا فرمائے۔

بنو جہنیہ کو چار پرچم عطا فرمائے۔

اور اِن سعادتوں کو اپنے سینے سے لگائے اُس منزل کی طرف رواں رہے جس کا اختتام خیر پہ ہوا۔

آخری ہجرت ؛

لشکر اپنی منزل کی جانب رواں تھا۔تب اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے قریش کی ڈوبتی کشتی سے چھلانگ لگا دی تھی اور اُن کا تعلق خاص خانوادہ رسول سے تھا اس لیے یہ کہنا تو بجا نہ ہوگا کہ انھوں نے کسی ہزیمت یا شکست کے خوف سے آنخضرت محمدﷺ کی طرف ہجرت کی بلکہ حقیقت یہ تھی کہ اِن میں سے ابوسفیان بن حرث اور عبداللہ بن امیہ کے دل تو اللہ نے بدل دیئے تھے اور وہ اپنے اندر کی آواز سے مجبور ہو کر رسول اکرمﷺ کی طرف نکلے تھے۔جب کہ رسول اللہﷺ کے چچا حضرت عباس کا معاملہ یہ تھا کہ اگرچہ اُنھوں نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا تاہم وہ آنخضرت محمدﷺ کے حکم خاص کی وجہ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اب انھوں نے رسول اللہﷺ کی طرف ہجرت کی تھی جب وہ جحفہ کے مقام پہ آنخضرت محمدﷺ سے ملے تو آنخضرت محمدﷺ کو اُن کے لشکر اسلام کے ساتھ آ ملنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی تھی اور آپﷺ نے اُن سے فرمایا جس طرح مجھ پہ نبوت ختم ہوگئی ہے اسی طرح تجھ پہ ہجرت بھی اختتام کو پہنچی۔امام ابن کثیر اور امام حلبی کی روایات کے مطابق ابوسفیان بن حرث اور عبداللہ بن امیہ حضرت عباس سے پہلے رسول اللہﷺ تک پہنچے۔لشکر اسلام جب مقام ابوا پہ پہنچا تو ابوسفیان بن حرث اور عبداللہ بن امیہ اچانک ہی آپﷺ کی سواری کے سامنے آ پہنچے۔

نبی اکرمﷺ نے اُن سے منہ موڑ لیا۔

ابوسفیان بن حرث دوسری طرف سے آئے تب بھی آپﷺ نے اُن سے منہ موڑ لیا۔ابوسفیان آپﷺ کے سگے تایا حضرت حارث کا بیٹا تھا جو حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ابو سفیان نے بھی حضرت حلیمہ دائی کا دودھ پیا تھا اس لیے وہ آپﷺ کا دودھ شریک بھائی بھی تھا۔جب نبی اکرمﷺ نے اہل قریش کو ہدایت کی دعوت دی تو ابوسفیان بن حرث آپﷺ کا بدترین دشمن ثابت ہوا حالانکہ وہ آپﷺ کے بچپن کا دوست تھا اور انھوں نے بہت سا وقت اکٹھے گزارا تھا۔صورت حال یہ تھی کہ ابوسفیان بن حرث نبی اکرمﷺ کے بغیر ایک پل نہ رہا کرتا تھا اور وہ آنخضرت محمدﷺ کی زوجہ اُم المومنین حضرت سلمٰی کا بھائی بھی تھا۔حرث نبی اکرمﷺ کو مکہ میں اذیتیں

دیا کرتا تھا اور گھٹیا شعروں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔

رہا عبداللہ بن امیہ تو وہ آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا تھا تو وہ بھی مکہ میں آپ ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا یہ وہی عبداللہ تھا جس نے صحنِ حرم میں قریش کی ایک مجلس میں نبی اکرم ﷺ سے کہا تھا اے محمد (ﷺ) میری بات سن!

خدا کی قسم اگر آپ کے لیے ایک سیڑھی لگا دی جائے جس پہ چڑھ کے آپ آسمانوں میں داخل ہو جائیں اور وہاں سے آپ کتاب لے کر اتریں اور آپ کی معیت میں چار فرشتے بھی ہوں تب بھی میں آپ پہ ایمان نہیں لاؤں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے جب پڑاؤ ڈال دیا تو حضرت اُم سلمیٰؓ نے ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن امیہ کی سفارش کی اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ!

اُن کو ملنے کی اجازت عطا فرمایئے آخر وہ آپ کے بھائی ہیں ایک آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اور دوسرا آپؐ کے چچا کا۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

مجھے اُن کی ضرورت نہیں۔

حضرت اُم سلمیٰؓ چپ ہو رہیں تو ابوسفیان بن حارث نے جن کے ساتھ اُن کا کمسن بیٹا بھی تھا کہا خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے شرفِ ملاقات نہ بخشا تو میں اپنے بیٹے کے ساتھ صحرا کی وسعتوں میں اتر جاؤں گا جہاں موت ہمیں آلے۔ نبی اکرم ﷺ کو ابوسفیان بن حارث کے اس عزم کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ کا دل نرم ہو گیا اور آپ ﷺ نے اُن کو ملاقات کی اجازت دے دی۔ جب ابوسفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں داخل ہونے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کا بازو پکڑ لیا اور کہا! رسول اللہ ﷺ کی عادت ہے کہ جب کوئی شخص آپ ﷺ سے کوئی درخواست کرے تو آپ ﷺ ہمیشہ اس کا عمدہ جواب دیتے ہیں اس لیے جب تو رسول کریم ﷺ کے سامنے پہنچے تو اس طرح کہنا؛

چنانچہ ابوسفیان بن حرث نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہا؛

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

کہ بخدا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پہ فضیلت عطا فرمائی ہے اور بے شک ہم ہی خطاکار ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے رُخ مبارک اُن کی طرف کیا اور فرمایا!

لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

آج کے دن تم پہ کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے کہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

القرآن الحکیم (سورۃ یوسف)

☼☼☼☼☼☼☼

اس کے بعد انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا اور ابوسفیان بن حارث شرم کی وجہ سے اپنا سر نہیں اٹھاتے تھے بعد میں وہ بہت ہی اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن امیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام پہ استقامت عطا فرمائی۔

☼☼☼☼☼☼☼

مر الضہران میں پڑاؤ؛

حضرت عباسؓ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے حکم خاص کے تحت مکہ میں رکے ہوئے تھے اور جب بارگاہ رسالت سے اجازت ملی تب انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ میں وہ لوگوں پہ نگاہ رکھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف اہل قریش کی سازشوں پہ نظر رکھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو اس سے آگاہ فرماتے تھے۔ اہل قریش اُن کے اسلام سے ناواقف تھے بیان کیا گیا بدر احد اور خندق کے موقعوں پہ حضرت عباس ہی نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کرتے رہے کہ قریش اتنی تعداد میں مکہ سے نکلے ہیں اور اُن کی منزل مدینہ

ہے۔ جحفہ کے مقام پر جب اُن کی ملاقات آنحضرت محمد ﷺ سے ہوئی تو انھوں نے اپنے بیوی بچوں کو مدینہ روانہ کر دیا اور خود لشکر اسلام کے ہمراہ ہو گئے۔ [38*] حضرت عباس لشکر اسلام کی شان دیکھ رہے تھے اور اُن کے دل میں اہل قریش کا دکھ تھا۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ جب مسلمان لشکر نے مہر الظہر ان میں پڑاؤ ڈالا تو میں رسول اکرم ﷺ کے خچر پہ سوار ہو کے نکلا، میری خواہش تھی کہ مجھے مکہ کی طرف جاتا کوئی چرواہا، کوئی لکڑہارا یا دودھ والا کوئی سوار مل جائے تا کہ میں اہل قریش کو آگاہ کر سکوں کہ جو لشکر رسول اللہ ﷺ لے کر تمھارے سروں پہ آ پہنچے ہیں تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے سے قبل ہی وہ یہاں آ کر امان حاصل کر لیں۔ کیونکہ میں جانتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ طاقت کے زور پہ مکہ میں داخل ہوئے تو قریش تباہ ہو جائیں گے۔ پھر میں نے دور سے تین سواروں کو دیکھا اور قریب جانے پہ میں نے اُن کی آوازوں سے اُن پہچان لیا کہ وہ قریش کا سردار ابوسفیان تھا اس کے ساتھ بدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام تھے۔

دراصل صلح حدیبیہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی قریش اس خدشے کا شکار تھے کہ آنحضرت محمد ﷺ بنوخزاعہ کے خون کو کسی صورت نہ بھولیں گے اور وہ یقیناً مکہ پہ حملہ کریں گے۔ اہل قریش کے دل میں چور تھا اور ابوسفیان گاہے بگاہے مکہ سے باہر نکل کر صورت حال کا جائزہ لیتا رہتا تھا اُس روز بھی وہ اسی مہم پہ تھا جب اُس نے میلوں پھیلی اُس آگ کو دیکھا جو مسلمانوں نے روشن کی تھی۔ یہ بیس سال پہلے کی بات ہے جب ایک اجلی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو شہر مکہ میں جمع کیا تھا اور کہا اگر میں تم سے کہو کہ اِس پہاڑ کے اُس طرف ایک لشکر ہے جو تم پہ حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو تم میری بات پہ یقین کرو گے۔ لوگوں نے جواب دیا تھا' ہاں! کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا!

تب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے کہا!

اللہ ایک ہے اُس پہ ایمان لے آؤ اور میں اُس کا رسول ہوں میری اطاعت کرو تو لوگوں نے انکار کر دیا تھا۔ مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہ نکلا تھا جو پورا نہ ہوا ہو اس لیے وہ لشکر آج شہر مکہ کے باہر اُسی پہاڑ سے جھانک رہا تھا جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے بیس سال قبل اشارہ کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مہر الظہر ان میں پڑاؤ ڈالا تو صحابہ سے کہا ہر شخص الگ سے اپنی آگ

جلائے۔چنانچہ مہرالظہر ان میں دور دور تک آگ ہی آگ دکھائی دیتی تھی اور ابوسفیان اپنے ساتھیوں سمیت ششدر تھا کہ یہ کون سالشکر ہے جو شہر مکہ پہ چڑھ دوڑا ہے۔

حکیم ابن حزام نے کہا؛

غالباً یہ بنوخزاعہ ہیں جنھیں بنوبکر کے ظلم نے اکٹھا کر دیا ہے۔

مگر بدیل بن ورقہ نے فوراً ہی اس بات کو رد کر دیا چونکہ وہ خود بنوخزاعہ سے تھا اس لیے اپنے قبیلے کی طاقت سے بخوبی واقف تھا اس نے کہا' بخدا بنوخزاعہ کبھی بھی اس قدر طاقت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ اُن کے پاس اتنی تعداد میں مردانِ حرب ہیں۔قریش کے یہ تینوں سردار یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انھوں نے حضرت عباسؓ کی آواز سنی۔حضرت عباسؓ نے انھیں اراک کے مقام پہ پایا تھا۔حضرت عباسؓ ابوسفیان کے دوست تھے اس لیے انھوں نے دور سے اس کو پکارا اور کہا' اے ابوحنظلہ! ابو سفیان نے فوراً ہی حضرت عباسؓ کی آواز پہچان لی اور کہا لبیک یا ابی الفضل! میرے ماں باپ تم پہ قربان ہوں۔

ابوسفیان اُن کے نزدیک پہنچے اور کہا؛

ابوسفیان یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو ایک لشکر جرار لے کے آئے ہیں۔

ابوسفیان کے منہ سے نکلا!

ہائے! قریش کی صبح۔

قریش تو تباہ ہو گئے۔ابوسفیان نے کہا؛

پھر اپنا چہرہ حضرت عباسؓ کی طرف کیا اور کہا؛

اب تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ؟

حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا فوراً میرے ساتھ اس خچر پہ سوار ہو جاؤ کیونکہ اگر مسلمانوں نے تمھیں دیکھ لیا تو تمھاری گردن مار دیں گے میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں اور تمھارے لیے امان طلب کرتا ہوں۔

ابوسفیان اچھل کر حضرت عباسؓ کے پیچھے سوار ہو گئے اُن کے دونوں ساتھی پیدل ہی اُن کے پیچھے روانہ ہو گئے۔حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے پیچھے بٹھائے لشکر اسلام کے بیچ میں سے گزرنے لگے

لوگ انھیں دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ کا خچر دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتے اور کہتے یہ تو رسول اللہ ﷺ کا خچر ہے جس پہ اُن کے چچا سوار ہیں۔ رات کے ملگجے اندھیرے میں جب وہ حضرت عمرؓ کے خیمے کے سامنے سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کے دیکھا اور پہلی ہی نظر میں ابوسفیان کو پہچان گئے۔ وہ اپنے خیمے کی طرف تلوار اٹھانے کے لیے دوڑے وہ کہہ رہے تھے اللہ کا شکر ہے جو یہ دشمن اسلام ہمارے ہاتھ بغیر کسی معاہدے کے آ گیا ہے۔ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے حضرت عباسؓ کے خچر کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے خچر کو تیز دوڑاتے ہوئے حضرت عمرؓ سے چند ہی لمحے پہلے رسول اکرم ﷺ کے خیمے پاس پہنچے اور ابوسفیان سمیت رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں داخل ہو گئے اور ابھی وہ اپنی زبان سے کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے اُن کے سر پہ آ کھڑے ہوئے اور کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ! یہ دشمن اسلام ابوسفیان ہے اور اللہ نے اسے بغیر کسی عہد کے ہماری دسترس میں دے دیا ہے کیوں نہ میں اس کی گردن مار دوں۔

مگر یا رسول اللہ ﷺ! میں اسے پناہ دے چکا ہوں۔

حضرت عباسؓ نے کہا؛

حضرت عمرؓ نے پھر ابوسفیان کے قتل پہ اصرار کیا۔

حضرت عباس آگے بڑھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا! بخدا! آج کی رات میرے سوا کوئی رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی نہ کر سکے گا۔

حضرت عمرؓ نے پھر نبی اکرم ﷺ سے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔

حضرت عباس نے کہا! عمر اتنی تیزی میں کیوں ہو۔

خدا کی قسم! اگر یہ شخص بنو عدی سے ہوتا تو تم اس کے قتل میں کبھی اتنی سرگرمی نہ دکھاتے مگر چونکہ تم جانتے ہو کہ ابوسفیان بنوعبدمناف سے ہے اس لیے تم اسے عجلت میں قتل کر دینا چاہتے ہو۔

حضرت عمر نے کہا! ٹھہرو عباسؓ۔

خدا کی قسم جس روز تم مسلمان ہوئے تو تمھارا اسلام میرے نزدیک اپنے باپ خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ عزیز تھا اگر وہ اسلام قبول کرتے اور میں ایسا صرف اس لیے سمجھتا ہوں کہ مجھے معلوم

ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تمھارا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے اگر وہ اسلام قبول کرتے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمر کو ابوسفیان کے قتل سے روک دیا کیونکہ وہ حضرت عباس کی پناہ میں تھے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا کی پناہ کوئی معمولی پناہ نہ تھی۔

امام حلبی لکھتے ہیں کہ!

تھوڑی دیر بعد ابوسفیان کے ساتھی بھی نبی اکرم ﷺ کے خیمے میں پہنچ گئے اور یہ سب لوگ رات گئے تک رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں ہی رہے۔

نبی اکرم ﷺ دیر تک اُن سے باتیں کرتے رہے اور اُن سے اہل مکہ کا احوال دریافت کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے اِن اہم سرداروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے بدیل بن ورقہ اور حکیم بن حزام نے قبول کرلیا مگر ابوسفیان نے توقف کیا؛

کتاب اسد الغابہ میں یونہی لکھا ہے اور یہ بیان اصل کتاب عیون الاثر کے مطابق ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اِن صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عباس کے خیمے میں چلے جائیں۔ صبح کا اجالا ابھی پھیلا نہ تھا کہ ابوسفیان نے دیکھا کہ ہر طرف ہلچل مچ گئی ہے اور لوگ ایک سمت کو بھاگنا شروع ہو گئے ہیں۔ وہ ڈر گیا اور بھاگ کر حضرت عباسؓ کے پاس پہنچا اور کہا؛

یہ سب کیا ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے قریش کے بارے میں کوئی نیا حکم دیا ہے۔

حضرت عباس مسکرا دیئے اور کہا؛

نہیں بلکہ لوگ نماز کے لیے جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور صحابہ وضو سے بچے پانی پہ دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے وہ پانی کا ایک قطرہ تک نیچے زمین پہ گرنے نہ دیتے تھے اور اسے حاصل کر کے اپنے جسم پہ مل لیتے تھے۔ اس کے بعد لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

ابوسفیان نے یہ سارا منظر غور سے دیکھا اور کہا؛

بخدا! میں نے اپنی زندگی میں اِن جیسا بادشاہ نہیں دیکھا ایسا رتبہ تو نہ کسرائے فارس کا ہے نہ قیصر روم کا اور نہ ہی بنو اصفر کا کوئی بادشاہ اس رتبے کو پہنچا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اپنے خیمے

میں گئے تو حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا! میرے ساتھ چلو اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کی بات کرو۔

چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان سے فرمایا؛

یا اباالحنظلہ ! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ اللہ ایک ہی ہے اور اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟

ابوسفیان نے جواب دیا؛

میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں آپ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں آپ کی شان عفو کس قدر بلند ہے اگر کوئی اور خدا ہوتا تو ہمارے کچھ کام نہ آیا ہوتا۔ ہم کتنے ہی میدانوں میں اپنے جھوٹے خداؤں کے سہارے نکلے مگر ناکامی ہمیشہ ہمارا مقدر بنی رہی۔

نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا؛

یا اباالحنظلہ ! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو جانے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ابوسفیان بولا! میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں آپ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں آپ کی شان عفو کس قدر بلند ہے اس بارے میں میرے دل میں ابھی کچھ شبہ ہے۔

حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے ابوسفیان کو جھڑکا اور کہا؛

تیرا خانہ خراب ہو محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلے قبل اس سے کہ تیری گردن اڑا دی جائے۔

تب ابوسفیان نے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت عباسؓ نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان تفاخر کو پسند کرنے والا شخص ہے اس کو کوئی اعزاز عطا فرمادیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اُس کو امان ہے۔

مگر میرے گھر میں کتنے لوگ سما سکیں گے۔

حضرت ابوسفیان اپنی قوم کے بارے میں فکر مند تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جوحرم میں پناہ لے لے اُسے بھی امان ہے۔

ابوسفیان اب بھی متردد تھے اُنھوں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی قوم بہت ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جواپنے گھر کا دروازہ بلند کرلے اُسے بھی امان ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ خوش ہوگئے اور انھوں نے کہا؛

بے شک اس میں بہت وسعت ہے۔

اور مسلمان لشکر مکہ پہ حملہ آور ہونے کے لیے اپنی صفیں سیدھی کرنے لگا۔

شرف بطحا کی بحالی؛

شہر مکہ کا شرف اللہ کا گھر تھا اور اللہ کے گھر کا شرف صدائے توحید تھی مگر کئی صدیاں گزریں جب عربوں کی جہالت نے اللہ کے گھر سے توحید کی اِن صداؤں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔عرب حضرت ابراہیمؑ سے محبت تو کرتے تھے مگر وہ حضرت ابراہیمؑ کے پیغام توحید کو بھلا چکے تھے۔انھوں نے بیت اللہ میں لکڑی اور پتھر کے جھوٹے خداؤں کو نصب کیا اور اُن کی پوجا شروع کردی تھی۔وہ دین توحید سے منہ موڑ چکے تھے اور عقائدی جہالت کی انتہا پہ تھے جب اللہ تعالیٰ نے اُن پہ ایک اور کرم کیا اور نبی اکرم ﷺ کو شہر مکہ میں اُن کی اصلاح کے لیے مبعوث کیا۔مگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا انکار کیا اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف صف آراء ہوگئے۔تاہم ہمیشہ سے اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ اُس نے اپنے انبیاء رسل کو اُن کی قوم کے خلاف غلبہ عطا فرمایا ہے۔چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ بھی غالب رہے اور بیس سال کی شدید مخالفت کے بعد اب اُن کی قوم کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے گھر کے دروازے بند کیے بے بسی سے اللہ کے رسول مکرم کو اس محترم شہر میں داخل ہوتا دیکھ رہی تھی اور کسی نفس کی مجال نہ تھی کہ آنکھیں بھی اٹھا کر دیکھتا۔اُن کے جھوٹے خدا شہر مکہ کی

گلیوں میں اسلامی لشکر کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے مگر شاید اب رسول اللہ ﷺ کی قوم کو بھی اِن کے ساتھ کوئی زیادہ وابستگی نہ رہی تھی اس لیے کہ اُن کے دل تو سرنگوں ہو چکے تھے صرف جسم سرنگوں ہونے باقی تھے جو لمحوں کی بات تھی اور جب نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش سے کہا کہ آج تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو تو اُن کے جسم بھی سرنگوں ہو گئے اور یہ سب کچھ اللہ کی منشا کے مطابق تھا اور رسول اکرم ﷺ کی انتھک اور لازوال جہد وسعی کا نتیجہ تھا کہ آج لوگوں کے دل اُن کی محبت سے معمور تھے۔

یوم فتح مکہ کے متعلق تفصیلات فراہم کرتے ہوئے مورخین نے لکھا کہ!

مسلمانوں کے لشکر نے مہر الظہر ان سے پڑاؤ اٹھایا اور اُن کی منزل صدیوں سے مقدس شہر مکہ تھی۔

مقام ذی طوٰی پہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر کو رکنے کا حکم دیا۔

نبی اکرم ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے ایک سیاہ یمنی چادر سے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ ذی طوٰی کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو مختلف حصوں میں منقسم کیا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوں۔

اسلامی لشکر کی ترتیب یہ تھی۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقدمہ الجیش کا قائد مقرر کیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ شمال مغرب کی جانب سے کوہ ہند سے گزرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔

میمنہ کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپرد کی اور انھیں ہدایت کہ وہ جنوب کی طرف سے شہر میں داخل ہوں۔

میسرہ کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ذمے تھی اور انھیں حکم ملا کہ وہ مغرب کی جانب سے شہر میں داخل ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ وادیٔ کے کنارے پہ کھڑے تھے اور لشکر اسلام کو گزرتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

ابوسفیان ہر گزرتے ہوئے قافلے کو غور سے دیکھتا اور اُس کی حیرت اور خوف میں اضافہ ہو جاتا۔

سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنی سلیم کو لے گزرے۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ بنو سلیم ہیں۔

اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آئے اور اُن کے ہمراہ پانچ سو عرب جوان تھے جن میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابوسفیان نے پوچھا' تمھارا بھتیجا زبیر؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اقرار میں سر ہلا دیا۔

اس کے بعد بنی غفار کا گروہ اپنے پرچم کو لہراتے ہوئے گزرا تو ابوسفیان نے پھر پوچھا یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ بنی غفار ہیں۔

ابوسفیان نے کہا! خیر مجھے اِن سے کیا۔

پھر بنی اسلم کا گروہ گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

جواب آیا بنی غفار ہیں۔

ابوسفیان نے کہا! مجھے اِن سے کوئی غرض نہیں۔

بنی غفار کے بعد بنی اسلم گزرے۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

جواب آیا یہ بنی اسلم ہیں۔

ابوسفیان نے کہا! مجھے اِن سے کوئی غرض نہیں۔

پھر بنی کعب گزرے، پھر بنی مزینہ گزرے، پھر بنی جہنیہ گزرے، پھر بنی کنانہ گزرے اور ہر گزرتا قافلہ ابوسفیان کے اندیشوں کو بڑھاوا دیتا تھا۔

پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ گزرے۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ انصار مدینہ ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ سردار قریش ابوسفیان کھڑا تھا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ اَلْیَوْمَ أَذَلَّ اللّٰهُ قُرَیْشًا!

آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے آج حرم میں خونریزی کی جائے گی آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دے گا۔

پھر بنو اشجع اپنے جھنڈوں کو لہراتے ہوئے گزرے تو ابوسفیان نے ایک بار پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یہ بنو اشجع ہیں۔

تو ابوسفیان کے لبوں سے ایک آہ برآمد ہوئی اور اُس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ایک وقت تھا بنی اشجع سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے۔

ابوسفیان نے جواب دیا؛

مگر پھر اللہ نے اُن کے دل بدل دیئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا؛

مسلمان لشکر کے قافلوں کو گزرتے کافی دیر ہو چکی تھی اور حضرت ابوسفیان اب اکتانے لگے تھے آخر اُنہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھ ہی لیا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں رہ گئے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جب تم اُن کے لشکر کو دیکھو گے تو تمھارے ہوش اُڑ جائیں گے اُن کے لشکر میں اتنا لوہا ہے جس کی پہاڑ بھی تاب نہ لا سکیں۔

مسلمانوں کے قافلے گزرتے رہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان سے کہا؛

ابوسفیان یہ اللہ کا احسان ہے اور اُس کا فضل ہے جو اُس نے لوگوں کے دل بدل دیئے ہیں اور اُن کو ہدایت عطا کی ہے۔ آخر نبی اکرم ﷺ کا دستہ سامنے آیا اور وہ سبز پوش تھے وہ سب کے سب لوہے میں غرق تھے اور اُن کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار تھے اور

اُن کے دائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور بائیں جانب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔اسلامی لشکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ رواں تھا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات کہ اب قریش کو قتل کیا جائے گا بہت سے لوگوں نے سنی۔چنانچہ ایک قریشی عورت نے رسول اکرم ﷺ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اُن سے امان طلب کرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ارادے کی اطلاع دی۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت کی فریاد سنی تو اِس سے فرمایا؛

سعد نے غلط کہا؛

"كَذَبَ سَعْدٌ يَا اَبَا سُفيَانَ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ اَلْيَوْمُ يَوْمٌ يَعْظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ اَلْيَوْمُ يَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ اَلْيَوْمُ أَعَزَّاللّٰهُ فِيْهِ قُرَيْشًا۔

آج تو رحمت کا دن ہے۔آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر کرے گا۔آج کا وہ دن ہے جس روز کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔آج کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کی عزت کو چار چاند لگائے گا۔

☼☼☼☼☼☼☼

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سعد رضی اللہ عنہ سے پرچم لے لو اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دو۔چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پرچم لے لیا گیا اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا گیا اور قیس بن سعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہی کے بیٹے تھے۔دوسری طرف حضرت ابوسفیان اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ وادی کے کنارے پہ کھڑے اسلامی لشکر کو گزرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔

انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا؛

اے عباس تمھارے بھتیجے کی بادشاہت تو بہت مستحکم ہوگئی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسکرائے اور کہا؛

یا اباحنظلہ! یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق جو امام حلبی نے اُم السیر میں تحریر کی ہے کہ!

ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا؛

یا ابا الفضل! مجھے تو ڈر ہے مکہ کے پہاڑ بھی تیرے بھتیجے کے ساتھ ہی نہ چل پڑیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جھڑکا اور کہا؛

اب اِن باتوں کا وقت نہیں جاؤ اور اپنی قوم کی فکر کرو۔ چنانچہ ابوسفیان وہاں سے بھاگتا ہوا شہر مکہ میں اترا اور زور زور سے پکارنے لگا۔

لوگو! اپنے گھروں میں چھپ جاؤ تمھیں امان حاصل ہوگا۔

لوگو! جو میرے گھر میں گھس جائے اسے بھی امان ہے اور جو بیت اللہ میں پناہ لے اُس بھی امان ہے۔

اے گروہ قریش! محمد جن لشکروں کے ساتھ تمھارے اس شہر میں اترنے والے ہیں اُن سے مقابلے کی تم میں سکت نہیں اس لیے اپنی جانیں بچاؤ اور اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ اہل قریش کو اپنے سردار کا یہ مشورہ انتہائی برا لگا اور وہ اُس کے گلے پڑنے لگے سب سے پہلے اُس کی بیوی ہند بنت عتبہ نے شور مچایا اور کہا؛

اس بڈھے کو قتل کردو یہ کبھی اپنی قوم کے پاس خیر کی خبر لے کے نہیں آیا۔

اے آل غالب اٹھو اور دشمن سے مقابلہ کرو۔

ابوسفیان نے کہا!؛

لوگو! اس عورت کی زبان میں نہ آنا ورنہ جان سے جاؤ گے۔ چنانچہ قریش نے ابوسفیان ہی کے حکم کو ترجیح دی اور اکثر لوگوں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اور کچھ لوگوں نے حرم میں پناہ حاصل کی۔ نبی اکرم ﷺ اذاخر کے مقام پہ تھے اور لشکر اسلام کے دستوں کو شہر مکہ میں داخل ہوتا دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ کے لشکر بغیر کسی مزاحمت کے شہر مکہ میں داخل ہوگئے جب کہ قریش کے ایک گروہ نے جس میں

صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل شامل تھے نے خندمہ کے مقام پہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا راستہ روک لیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عکرمہ بن ابی جہل سے کہا؛

تم ہمارا راستہ نہیں روک سکتے کیوں اپنے آدمیوں کو مرواتے ہو۔

مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت کے جواب میں قریش اور بنو ہذیل کے جوانوں نے لشکرِ اسلام پہ تیز اندازی شروع کر دی۔

تب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں للکارا اور اپنی تلوار کو بے نیام کر لیا اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی اسلامی لشکر نے اہلِ قریش کو اپنی تلواروں کی نوک پہ رکھ لیا قریش زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے اور اٹھائیس لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

اُن بھاگ نکلنے والوں میں جماش بن قیس بھی تھا۔

جماش بن قیس کا تعلق بنو بکر سے تھا اور جنگ سے پہلے جب وہ اپنی تلواروں کو تیز کر رہا تھا تو اُس کی بیوی نے پوچھا؟

کس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہو۔

جماش بن قیس نے کہا؛

میں مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کر رہا ہوں تم فکر نہ کرو جب میں لوٹ کر آؤں گا تو تمھارے لیے ایک غلام بھی ساتھ لاؤں گا۔

مگر جب اُس نے سیف اللہ کا جلوہ دیکھا تو قریش سے بھی پہلے میدان چھوڑ کر بھاگا اور اپنے گھر میں داخل ہو کر اپنی بیوی سے کہا؛

جلدی سے دروازہ بند کر لو ورنہ وہ آ جائیں گے۔

اُس کی بیوی نے کہا! مگر میرا وہ غلام کہاں ہے جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔

خندمہ کے مقام سے قریش بھاگ اٹھے اس معرکے میں دو مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جن کا تعلق بنو محارب سے تھا اور ایک اور صحابی حضرت خنیس بن خالد رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے جو بنی منقذ کے حلیف تھے۔

امام سہیلی نے لکھا کہ!

یہ مسلمان اُس وقت شہید نہ ہوئے تھے جب خندمہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور قریش مکہ کا تصادم ہوا تھا بلکہ یہ اُن سے الگ شہید کیے گئے اگر چہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کے دستہ میں شامل تھے لیکن وہ لشکر سے الگ ہو گئے تھے اور لشکر کے راستے سے ہٹ کر ایک دوسرے راستے پہ تھے جب قریش کا ایک پورا گروہ اُن پہ ٹوٹ پڑا تھا۔

اپنے استدلال کے استحکام کے لیے امام سہیلی نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار پیش کیے ہیں جو انھوں نے اس معرکہ میں کہے تھے۔

امام سہیلی نے بیان کیا کہ!

کفار قریش کے اچانک حملے سے حضرت خنیس بن خالد رضی اللہ عنہ گرے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اُن کو اپنے پاؤں کے بیچ کرلیا۔ وہ اُن کا دفاع کرتے رہے اور کفار قریش کی تلواروں کے وار سہتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

اور شہادت کے وقت اُن کے لبوں پہ یہ اشعار تھے۔

قَد عَلِمَت صَفْرَاءُ مِنْ بَنِ فَهْرِ
نَقِيَّةُ الْوَجَهِ نَقِيَّةُ الصَّدْرِ
لَا ضْرِبَنَّ الْيَوْمَ عَنْ اَبِیْ صَخْرِ

تحقیق جان چکے بنو فہر کے زرد رنگ، صاف چہروں اور سینے والوں کو کہ میں آج کے دن ابو صخر کی طرف سے کیسی تلوار چلاتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ابن اسحٰق نے کہا کہ اُس روز تین مسلمان شہید ہوئے تھے اور تیسرے شہید حضرت سلمہ بن میلا رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ بلندی پہ تھے وہ اذاخر کی چوٹی سے مسلمانوں کے لشکروں کو دیکھ رہے تھے انھیں حضرت

خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے تلواروں کی چمک دکھائی دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛
میں نے تو اِن سے کہا تھا اپنی تلواروں کو نیام میں رکھنا۔
مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ قریش کے ایک گروہ نے خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر پہ حملہ کیا ہے۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛
جو اللہ کا فیصلہ ہے وہی بہتر ہے۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے آنے والا لشکر بھی بھاگ چکا تھا اور دیگر اسلامی لشکر اُن سے پہلے ہی مکہ میں داخل ہو چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ابھی تک اذاخر کی بلندی پہ تشریف فرما تھے وہیں حیف بنی کنانہ پہ اُن کا خیمہ نصب کیا گیا۔
اور یہ وہی جگہ تھی جہاں آج سے بہت سال پہلے قریش نے مسلمانوں سے مقاطعہ کا فیصلہ کیا تھا اور تین سال تک مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا تھا۔
اور آج وہی قریش تھے جن کو سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں مل رہی تھی۔
نبی اکرم ﷺ نے خیموں کے نصب ہونے کے بعد وضو کیا اور نماز ادا کی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ!
نبی اکرم ﷺ نے یہ نماز اُم ہانی کے گھر میں ادا کی اکثر مورخین کا خیال ہے کہ یہ نماز اشراق تھی۔تاہم حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ نماز فتح تھی جس میں متصل آٹھ رکعتیں ہوتیں ہیں اور یہ نماز صرف لشکر کے سردار پہ واجب ہوتی ہے باقی لوگ اس سے مستثنٰی ہوتے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ بعد میں بھی مسلمان فاتحین یہ نماز ادا کرتے رہے ہیں چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کو فتح کیا تو کسریٰ شاہ فارس کے محل میں داخل ہو کے نماز فتح کی یہ اٹھ رکعتیں ادا کیں۔
اُم ہانی کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ!
جب مسلمان مکہ کے بالائی حصے میں داخل ہوئے تو بنو مخزوم یعنی میرے سسرال سے دو لوگوں نے میری پناہ لی تب حضرت علی رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور کہا؛

خدا کی قسم! میں اِن لوگوں کو ضرور قتل کروں گا۔

میں نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ ہوئی اور درخواست کی۔

یارسول اللہ ﷺ! میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ میں نے دو لوگوں کو پناہ دی ہے مگر علی رضی اللہ عنہ انھیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جس کو اُم ہانی نے پناہ دی اُسے ہم نے بھی پناہ دی علی رضی اللہ عنہ انھیں قتل نہیں کرے گا۔

امام سہیلی نے لکھا کہ!

وہ دو آدمی جن کو اُم ہانی نے پناہ دی تھی وہ حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ تھے۔

شہر مکہ میں اب امن تھا مسلمان لشکر کے سامنے کوئی مزاحمت نہ تھی۔شہر کی مکہ کی گلیاں بے تاب تھیں کہ دو جہان کے والئی اِن میں اتریں اور اُن کے نصیب سنور جائیں۔نبی اکرم مقام حجون سے حرم کے لیے روانہ ہوئے اور کداء کے مقام پہ رُکے اور اللہ رب العالمین سے دُعا کی۔یاد رہے کداء کی چوٹی وہی مقام تھا جہاں آج سے کئی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد لوگوں کو حج کے لیے پکارا تھا۔

نبی اکرم ﷺ صحابہ کے لشکر کے ساتھ شہر مکہ میں اترے۔

شہر مکہ کی گلیاں بازار اور مکانات لوگوں سے اٹے ہوئے تھے جو رسول اکرم ﷺ کے مکہ میں داخلہ کے منظر کو دیکھ رہے تھے۔نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مہار حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا۔

تب صحابہ کے بلند آہنگ نعروں سے شہر مکہ کے کوہسار و دمن اور کوچہ و بازار لرز رہے تھے۔تاہم آنحضرت محمد ﷺ عجز و انکسار سے اپنی سواری پہ جھکے جاتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک اونٹ کی کوہان سے چھو رہی تھی۔مشرکین مکہ پہ سکتہ سا طاری تھا نبی اکرم ﷺ کے اردگرد اُن کے دس ہزار جانثار تھے جو آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔شہر مکہ کی گلیوں اور بازاروں سے گزرتا ہوا شاہ دو جہاں کا یہ قافلہ آخر حرم پاک میں داخل ہوتا ہے جس کی شرف کی بحالی کے لیے نبی

اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سمیت بیس سال تک لازوال جہد و سعی کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ ہی پہ سوار صحن حرم میں داخل ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے استلام کیا اور حرم پاک کے طواف میں محو ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے لبوں پہ سورۃ فتح کی آیات تھیں۔

صحن حرم میں ابھی تک اہل قریش اور دیگر قبائل کے بت نصب تھے نبی اکرم ﷺ کی زبان پہ سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیات تھیں۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شك باطل مٹنے هی والا تها

نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل آ رہتا۔

صحابہ نے دیگر بتوں کو بھی اکھاڑ دیا تھا۔

لشکر اسلام کے مجاہدین کعبۃ اللہ کی تطہیر میں مشغول تھے اور اہل عرب کے بتوں کو توڑ رہے تھے اُن کے ٹکڑے صحن حرم میں بکھرے تھے۔

ہبل اساف اور نائلہ کا سحر ختم ہو چکا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا؛

یا اباحنظلہ یاد کرو! مسلمانوں کے خلاف اترتے ہوئے تم انھی بتوں کی خدائی پہ اتراتے تھے اب اِن حشر دیکھو۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا اور کہا؛

ہاں ہم نادان تھے واللہ اگر محمد ﷺ کے خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا آج ہمارے حالات وہ نہ ہوتے جن سے ہم اب گزر رہے ہیں خیر اب اِن باتوں کو جانے دو۔

امام حلبی نے اِن لمحات کی تصویر کشی کچھ یوں کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے اُس کو بوسہ دیا پھر آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت ایک کمان تھی جس کو آپ نے ایک سرے سے پکڑ رکھا تھا آپ ﷺ طواف کرتے جاتے اور جو بت آپ ﷺ کے راستے میں آتا تو آپ ﷺ اپنی کمان کے ساتھ اُس کی آنکھ میں کچوکا لگاتے اور وہ بت زمین بوس ہو جاتا اُن لمحات پہ آپ ﷺ کے لبوں سورہ بنی اسیرائیل کی یہ آیت تھی

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شك باطل مٹنے هی والا تها

صحابہ بتوں کو توڑنے اور اُن کا ملبہ صحن حرم سے اٹھانے میں مصروف تھے۔
بنوخزاعہ کا بت بہت بڑا اور مضبوط تھا آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اِس کو توڑ دیں۔ چاندی اور سیسے سے بنا یہ بت جو لوہے کی میخوں سے جکڑا گیا تھا بہت مضبوط تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس پہ پیہم وار کر رہے تھے آخر وہ ٹوٹ گیا اُسے زیرہ ریزہ کر دیا گیا تھا۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن کو توڑ دیا گیا جلا دیا گیا اور اللہ کے گھر کو شرک کی ان بھیانک علامتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دیا گیا۔ طواف کے بعد نبی اکرم ﷺ چاہِ زم زم طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ نے پھر وضو کیا آبِ زم زم نوش کیا۔
مقام ابراہیم پہ دو نفل نماز ادا کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کلید بردار کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ کو طلب کیا گیا جنھوں نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا اور نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے۔
خانہ کعبہ کے اندر بھی قریش کی عقائدی پستی کے بہت سے شواہد موجود تھے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ!
فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ جب پہلی بار خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو میں آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ تھا۔ ہمارے ہمراہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ بیت اللہ کی دیواروں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایسی تصاویر ہیں جن میں اُن کو پانسہ پھینکتے ہوئے دکھایا گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اللہ اِن کو تباہ کرے یہ جانتے ہیں کہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی پانسے کے تیر نہیں پھینکے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پانی لاؤ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے صحابہ نے بیت اللہ شریف کی اندرونی دیواروں کو اِن تماثیل سے پاک کردیا جو عربوں نے بنا رکھیں تھیں۔

تب خانہ کعبہ کی چھت چھ ستونوں پہ کھڑی تھی نبی اکرم ﷺ نے دائیں طرف کے تین ستونوں کے بیچ نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بیان کی۔

بیت اللہ کے دروازے کے باہر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ چوکس کھڑے تھے کیونکہ اب اہل قریش کا بے انت ہجوم تھا جو اپنے گھروں سے نکل کر حرم پاک میں جمع ہو چکا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞

عفو و درگزر؛

نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں نوافل ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے جس نے اُن کو سعادتوں اور رفعتوں سے نوازا تھا۔ آج پیر کا مبارک دن تھا جس روز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم کو قریش کے خلاف زبردست فتح سے نوازا تھا۔ نبی پاک ﷺ نے بیس سال تک اس بے نظیر لمحے کا انتظار کیا تھا جب وہ اپنے مقصد کی تکمیل کریں اور اللہ کے گھر کو شرک کی نجاستوں سے پاک کریں گے۔ اہل قریش نے نبی اکرم ﷺ کا اُس وقت تک راستہ روکا تھا جب تک اُن کی قوم میں مدافعت کی قوت موجود تھی۔ مگر اللہ کی نصرت آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ تھی اس لیے اب وہ وقت آ گیا تھا جب قریش اِس قابل نہیں رہے تھے کہ وہ توحید کے اِن لشکروں کا راستہ روک سکتے۔ چنانچہ آج شرک کی سب نشانیوں کو مٹا دیا گیا تھا آج بیت اللہ میں صدیوں بعد پھر سے توحید کا نغمہ گونجا تھا، آج شہر مکہ کی زمین اور پہاڑیاں لشکر اسلام کے ساتھ حمد و تسبیح میں مشغول تھیں، آج شہر مکہ میں وہ رونقیں اور خوشیاں تھیں جو ایک مدت سے روٹھی ہوئی تھیں، آج شہر مکہ کے دیوار و در مشتاقان دید تھے کیونکہ اُن کے ہاں وہ مہمان اترا تھا جس کی مہمانی پہ آسمان بھی رشک

کرتے تھے، آج شہر مکہ کے سنگریزوں اور اُس کے ویرانوں کے بگولے بھی شاداں وفرحاں تھے کہ وہ جانتے تھے کہ آخراللہ کی مرضی پوری ہوئی اور جھوٹے خدا اپنے انجام بد سے آشنا ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے آپ ﷺ پلٹے اور دونوں ہاتھ بیت اللہ کی چوکھٹ پہ رکھ کے نیچے دیکھا جہاں قریش اپنے سروں کو جھکائے کھڑے تھے۔ وہ جورعونت کے پیکر تھے آج اُن کی ٹانگیں کسی انجانے خوف سے لرز رہی تھیں اس لیے کہ وہ جانتے تھے اگر رسول اللہ ﷺ نے اُن سے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا تو اُن میں سے کوئی بھی نہ تھا جس نے آپ ﷺ کی اذیت نہ پہنچائی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے حرم پاک کے دروازے سے فتح کے بعد اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ہے اور اپنے بندے کی تنہا مدد کی ہے اور تنہا تمام قبائل کو شکست دی ہے۔ خبردار ہر خاندانی شرف، قصاص اور مال جن کا دورِ جاہلیت میں دعویٰ کیا جاتا تھا آج میرے اِن دو قدموں کے نیچے ہیں مگر بیت اللہ شریف کی خدمت اور حاجیوں کا پانی پلانا۔ خبردار جس کو غلطی سے قتل کیا گیا ہو وہ حکم میں اس شبہ عمد کے قتل کی طرح ہے جسے چابک یا ڈنڈے سے مارا گیا ہو اس میں دیت مغلظہ ہے۔ جس میں سو اونٹ لازم ہوں گے اور چالیس اونٹنیاں اُن میں ایسی ہوں گی جن کے پیٹوں میں اُن کے بچے ہوں۔ اے جماعت قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور اپنے آبا پہ فخر کرنے کو دور کردیا ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔

☼☼☼☼☼☼☼

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سورۃ حجرات کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ حجرات 49 /12)

ترجمہ:

''اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا ہے اور بنایا تمھیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کی نگاہ میں تم میں سے وہی زیادہ معزز ہے جو تقویٰ میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے''۔

☼☼☼☼☼☼☼

خطبے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے نظر بھر کے اپنی قوم اپنے خاندان کو دیکھا اور اُن سے پوچھا جانتے ہو آج میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

اور قریش اس سوال سے لرز کے رہ گئے اور اُن کی آنکھوں میں وہ تمام منظر لہرا گئے جو قبیح تھے جو نا قابل معافی تھے جو کسی بھی اخلاقی معیار سے پست تھے۔

اُن کو یاد آیا کہ!

انھوں نے صحن حرم میں رسول اللہ ﷺ کے اوپر اوجھڑ ڈالی تھی۔

انھوں نے صحن حرم کے اندر رسول اللہ ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈالا تھا جس سے آپ ﷺ کی آنکھیں جیسے ابل آئی ہوں۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے سر پہ خاک ڈالی تھی۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو شعب میں قید کیا تھا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تھا۔

انھوں نے بار بار نبی اکرم ﷺ کے خلاف فوج کشی کی تھی۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے چچا حمزہ کو قتل کیا تھا۔

اور انھوں نے وہ سب کچھ کیا تھا جس کی ایک بدترین دشمن سے توقع کی جاسکتی ہے۔ مگر نبی اکرم ﷺ رحمت العالمین تھے اس لیے آپ ﷺ اُن کو زیادہ دیر تک اس اذیت میں نہ رہنے دیا۔

نبی اکرم ﷺ کے سوال کے جواب میں آخر اہل قریش کے لب کھلے اور انھوں نے کہا؛

آپ کریم نبی ہیں کریم النفس بھائی ہیں اور کریم النفس بھائی کے فرزند ہیں۔اب جبکہ اللہ نے آپ کو قدرت اور اختیار سے نواز دیا ہے تو پھر بھی ہمیں آپ سے بھلائی ہی کی توقع ہے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

جاؤتم سب آزاد ہو مجھے تم سے کوئی تعرض نہیں۔

اور قریش کو آج تک شاید اس سے بڑی کوئی خوشخبری نہ ملی ہوگی۔

نبی اکرمﷺ قریش کو معافی دینے کے بعد مڑے اور بیت اللہ میں تشریف فرما ہو گئے آپﷺ کے پاس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ،حضرت عباس رضی اللہ عنہ ،حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرمﷺ سے درخواست کی۔

یارسول اللہﷺ پانی پلانے کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کی کلید برداری کا منصب بھی ہمیں عطا کر دیا جائے۔مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس فرمائش پہ نبی اکرمﷺ نے توقف اختیار کیا اور صحابہ سے کہا؛

عثمان بن طلحہ بلاؤ۔

حضرت عثمان بن طلحہ حاضر ہوئے تو نبی اکرمﷺ نے بیت اللہ کی چابی اُن کے حوالے کر دی کیونکہ قرآن حکیم میں امانتداروں کو اُن کی امانتیں لوٹا دینے کا حکم دیا گیا تھا اور حضرت عثمان بن طلحہ کا خاندان عہد جاہلیت سے ہی بیت اللہ کی کلید برداری پہ متمکن تھے۔نبی اکرمﷺ نے بیت اللہ کی کلید برداری پہ اُن کا حق تسلیم کیا اور چابی حضرت طلحہ بن عثمان کے حوالے کر دی۔

☼☼☼☼☼☼☼

فضالہ بن لیثی رضی اللہ عنہ ؛

شہر مکہ میں لمحاتی ہلچل کے بعد اب امن تھا اور اہل قریش جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے اُن کے دل مسخر ہو چکے تھے اور جن دلوں میں نبی اکرمﷺ کی عداوت تھی انھی دلوں میں اب محبت کے اجالے تھے۔

حضرت فضالہ کہتے ہیں۔

میں اپنے خاندان کی پستی کو دیکھ رہا تھا اُن کی بے بسی میری برداشت سے باہر ہو رہی تھی اور میرے دل میں آگ لگی ہوئی تھی میری ایک ہی تمنا تھی کہ میں کسی طرح رسول اکرم ﷺ کو قتل کر دوں۔ چنانچہ جب مسلمان شہر مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اکرم ﷺ بیت اللہ کے طواف میں مصروف ہوئے تو میں اپنے بدارادے کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف بڑھا مگر صحابہ مجھے کوئی موقع دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے گرد اس طرح منڈالتے رہتے جس طرح کسی شمع کے گرد پروانے منڈالاتے ہیں۔ آخر مجھے وہ موقع مل ہی گیا جس کی میں بہت دیر سے تلاش میں تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ کی پشت میری طرف تھی میں نے اپنے خنجر پہ اپنی گرفت مضبوط کی تیزی سے رسول اکرم کی طرف بڑھا۔ رسول اکرم ﷺ اچانک ہی مڑے اور اُن کے چہرے پہ نہایت خوبصورت مسکراہٹ پھیلی تھی۔

انھوں نے مجھ سے سوال کیا؟

تم فضالہ ہو۔

میں نے کہا؛

جی یا رسول اللہ ﷺ

تم کیا سوچ رہے ہو۔

اور رسول اللہ ﷺ کے اس سوال سے میں گھبرا گیا اور میں نے تیزی سے کہا؛

کچھ بھی نہیں یا رسول اللہ بس اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ ایک بار پھر مسکرائے اور اُن کی نگاہیں بول رہیں تھیں کہ وہ سب جانتے ہیں انھوں نے اپنا ہاتھ میرے سینے پہ رکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ٹھنڈک کی کوئی لہر میری رگ جاں میں دور تک اتر گئی ہو۔ اور میرا وہ دل جو انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا اب اُس میں محبتوں اور نرمی کے سندیسے اتر رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص رسول اکرم ﷺ سے محبت نہیں کر سکتا ہے۔ حضرت فضالہؓ کہتے ہیں میرے دل کی دنیا بدل گئی تھی وہاں سے میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں مجھے ایک عورت ملی اور جاہلیت میں میرا اُس سے تعلق تھا اُس نے مجھے پکارا اور کہا؛

آؤ باتیں کریں۔

مگر میں جواب ایک الگ سی کیفیت میں تھا اس سے کہا؛

میں اب اسلام قبول کر چکا ہوں اب تو مجھے پھر سے جاہلیت کی طرف راغب نہیں کر سکتی بخدا جس بات کو رسول اللہ ﷺ پسند نہ کریں میں اُس کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔

☼☼☼☼☼☼☼

فتح کی تکمیل؛

نبی اکرم ﷺ حرم میں بیت اللہ کے دروازے کے نیچے کھڑے تھے اور اپنے رب کا شکر ادا کر رہے تھے جس نے انھیں یہ سعید لمحات عطا فرمائے نبی اکرم ﷺ کا مکہ کو فتح کرنا عام فاتحین کی طرح ملک گیری کی کوئی مہم نہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ تو لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے تھے اور قریش جیسے ہی نبی اکرم ﷺ کی وسعت قلبی اور سخاوت حسنیٰ سے روشناس ہوئے تو اُن کے دل بھی فتح ہو گئے اور فتح مکہ ہی کے روز لوگوں کا ایک بے پناہ ہجوم تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ دین اسلام کی بیعت کی اور اپنی زندگیوں کو سنوار لیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سن رسیدہ باپ کا ہاتھ تھامے اُنھیں حرم پاک میں لا رہے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے بڑی محبت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا! تم ہمارے اِن بزرگوں کو گھر ہی رہنے دیتے ہم خود اِن کے پاس حاضر ہو جاتے۔ تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جن سے بڑھ کے شاید ہی کوئی آپ ﷺ کی عظمت کے درجوں سے آگاہ ہو فوراً بولے۔

نہیں اِن کا یہاں آ کے اسلام قبول کرنا ہی اِن کے لیے بہتر تھا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ حضرت ابوقحافہ نے اسلام قبول کیا۔

پھر نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ کے اشارہ ابرو پہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت اللہ کی چھت پہ چڑھ گئے اور اذان دی۔ یہ وہ صدا تھی جس کے سننے کے لیے مکہ کے دیوار و در برسوں سے ترس رہے تھے۔ آج سوزِ بلالی اُن کی برسوں کی تشنگی کو لمحوں میں چاٹ رہی تھی۔ تاہم کچھ بد بخت ابھی بھی باقی

تھے جن کے دلوں سے اسلام کے خلاف کدورت نہ گئی تھی۔ اہل مکہ عام معافی کے اعلان کے بعد خوف کے حصار سے آزاد ہوئے تو اُن کے بوڑھے اور بچے سبھی صحن حرم میں جمع ہو گئے۔ چنانچہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سحر آنگیز آواز بیت اللہ میں گونجی تو اہل قریش ششدر رہ گئے وہ اگرچہ خوفزدہ تھے مگر اُن کے دل میں کچھ دکھ بھی تھا کہ صدیوں وہ جن خداؤں کی پوجا کرتے رہے تھے آج انھیں خداؤں کے ملبے پہ کھڑے وہ دین اسلام کے شعار کو اجاگر ہوتا دیکھ رہے تھے۔ ایک طرف چند نوجوان کھڑے تھے جن کے پاؤں اپنے خداؤں کی گردن پہ تھے اور اُن کے دل اس لیے کچھ بوجھل سے تھے کہ انھیں کبھی خواب میں اس طرح کی ہزیمت اور بے بسی کے احساس نے نہ جھکڑا ہو گا جس کو وہ اِن ساعتوں میں خود کو گھرا محسوس کر رہے تھے۔ اُن میں کچھ نوجوانوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتارنا شروع کر دی۔ نبی اکرم ﷺ قریب ہی موجود تھے اس لیے آپ ﷺ کے کانوں میں اُن میں سے ایک نوجوان کی آواز پہنچی۔ نبی اکرم ﷺ کے اشارے سے صحابہ نے اُن نوجوانوں کو گھیر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا تم میں سے کس کی آواز میرے کانوں تک پہنچی ہے۔ اور اُن نوجوانوں کے چہرے پہ وہی خوف تھا جو کسی بھی مفتوحہ قوم کے چہروں پہ دیکھا جا سکتا ہے اس لیے اُن نوجوانوں نے فوراً ہی اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس نوجوان کو تو روک لیا اور صحابہ کو حکم دیا کہ باقی نوجوانوں کو جانے دو۔ اب وہ نوجوان نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا تھا اور قدرے سہما ہوا تھا کہ اُس کی پیشی فاتح قوم کے سالار کے سامنے ہو گئی تھی اور وہ ایک جرم کا مرتکب بھی ہوا تھا اس لیے اُس کا سانس رُک رُک کر آ رہا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جس فاتح کے سامنے پیش ہوا ہے اُسے زمینیں فتح کرنے کا کوئی شوق نہیں وہ تو دلوں کا شکار کرتے ہیں اس لیے نبی اکرم ﷺ نے نرمی سے اُس نوجوان سے کہا؛

اذان دو۔

اُس نے اذان دینی شروع کی مگر اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور گلا خشک ہو گیا تھا اور وہ جو چند لمحے پہلے خوش الحان تھا اب اُس کی آواز گلے سے باہر نکلنے پہ آمادہ ہی نہ تھی۔ تب نبی اکرم ﷺ اپنا دستِ مبارک اُس کے سینے پہ رکھا اور اُس کا سینہ اُس اُجلے نور سے دہک اٹھا جس کا اُسے کچھ شعور

ہی نہ تھا اور اب وہ خوش الحانی سے اذان دے رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس نوجوان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو اس نے ایک پل میں قبول کی کیونکہ دیری کا جواز ختم ہو چکا تھا اُس کا سینہ نور ہدایت سے مزین ہو چکا تھا اب وہ تو محض چند الفاظ تھے جو رسم پوری کرنے کے سوا کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اب وہ نہایت خوش الحانی کے ساتھ اذان دے رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے اُس کے لیے دُعا فرمائی اور درہموں سے بھری ایک تھیلی اُس کے ہاتھ پہ رکھ دی۔

اُس نوجوان کو ابو محذورہؓ کہا جاتا ہے۔

مورخین نے ابو محذورہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے رخصتی کے موقع پر اُسے بیت اللہ کا موذن مقرر کیا۔ تب اُن کی عمر سولہ سال تھی اور اُس نوجوان کی آواز بہت سریلی تھی پھر جب تک حضرت ابو محذورہ کا سانس چلتا رہا بیت اللہ میں نماز کے لیے وہی اذان دیتے رہے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی نسل سے ایسے نوجوان پیدا ہوتے رہے جن کی آواز نہایت سریلی تھی اور حضرت ابو محذورہ سے ملتی تھی۔ بیان گیا کہ ایک مدت تک بیت اللہ میں اذان دینے کا منصب ابو محذورہ کی نسل کے لیے وقف رہا۔

☼☼☼☼☼☼☼

بیعت عام ؛

نبی اکرم ﷺ صحن حرم میں بیت اللہ کے دروازے کے نیچے کھڑے تھے اور آپ ﷺ کے گرد صحابہ کا بے انت ہجوم تھا۔ اسی اثناء میں لوگوں کو اِدھر اُدھر ہٹاتے ہوئے آپ ﷺ کے ایک محبوب صحابی حضرت ابو احمر آگے بڑھے اور نبی اکرم ﷺ کے کان میں کچھ کہا! جواب میں نبی اکرم ﷺ نے اُن کے کان میں بھی کچھ پھونکا تو وہ مسکراتے ہوئے واپس چل دیئے۔ بعد میں صحابہ نے ابو احمر سے پوچھا اُس روز تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا کہا تھا؟

حضرت ابو احمر نے صحابہ کو بتایا کہ!

جب میں نے مکہ سے ہجرت کی تھی تو مکہ میں میرا ایک بہترین مکان تھا جسے ابوسفیان نے بیچ کھایا تھا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان سے کہیں وہ میرا مکان

مجھے واپس کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

اس سلسلے میں ابوسفیان سے تو میں کچھ نہیں کہوں گا اگر تم چاہو تو میں تمھارا مکان خرید کر تمھیں واپس دلا دوں، اگرچہ میں اس بات کو بھی کچھ زیادہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ کی راہ میں گیا ہوا مال لوٹاؤں دوسری صورت یہ ہے کہ تم صبر کر جاؤ اور میں تمھیں جنت میں ایک شاندار گھر کی بشارت دوں۔

حضرت ابواحمر خوش ہو گئے اور مسکراتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے کان میں کہا؛

یارسول اللہ ﷺ میں صبر کروں گا۔

نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے اور لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کر رہا تھا اور یہی تکمیل فتح تھی یہی منشا رسول تھی۔

بیان کیا گیا کہ!

اُس روز دو ہزار لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں پہ اسلام قبول کیا۔

جن میں بہت سی عورتیں بھی شامل تھیں۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ وہاں پانی سے بھرا ایک برتن رکھا ہوا تھا نبی اکرم ﷺ پہلے تو عورتوں سے زبانی بیعت کرتے اس کے بعد آپ ﷺ پانی سے بھرے اُس برتن میں ہاتھ ڈالتے اور نکال لیتے جس کے بعد وہ عورت ہاتھ ڈالتی جس نے اسلام قبول کیا ہوتا اور اُس کی بیعت مکمل ہو جاتی۔اُس دن بیعت کرنے والی اہل قریش کی خواتین میں حضرت علی کی ہمشیرہ حضرت اُم ہانی، حضرت اُم حبیبہ بنت عاص، حضرت اروی بنت ابی العیص، عاتکہ بنت ابی العیص اور معززین قریش کی دیگر بہت سی خواتین شامل تھیں۔ہم یہاں صرف ہند بنت عتبہ کی بیعت کا ذکر کریں گے جو قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ہند بنت عتبہ کا شمار اہل قریش کی ممتاز خواتین میں ہوتا تھا وہ اسلام کی بدترین دشمن تھیں۔انھی کے ایما پر وحشی ابن حرب نے روزِ اُحد نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اور یہ وہی ہندہ تھی جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کے چبایا تھا اور حضرت حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا تھا مگر یہ سب ماضی کی باتیں تھیں اور اب کے منظر نئے اور انوکھے تھے۔

ہند بنت عتبہ کوہ صفا پہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول

کیا اِس وقت وہ نقاب اوڑھے ہوئے تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ہند بنت عتبہ سے بیعت لیتے ہوئے کہا؛

اس امر پہ عہد کرو کہ اس لمحے کے بعد کبھی کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ گی۔

ہند بنت عتبہ نے کہا! میں کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

عہد کرو کہ چوری نہ کرو گی۔

مگر میں تو ابوسفیان کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیتی ہوں کیونکہ وہ کنجوس ہے ہند نے جواب دیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اسے پہچانا اور پوچھا؟

تم ہند ہو۔

ہند بنت عتبہ نے اقرار میں سر ہلا دیا۔

ابوسفیان نے کہا! آج تک تم نے میرے مال میں سے جو کچھ لیا ہے میں نے اسے معاف کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ہند بنت عتبہ کو اجازت دی کہ تم اپنے بچوں کی ضرورت کے لیے اپنے خاوند کے مال سے کچھ مال لے سکتی ہو۔

نبی اکرم ﷺ عورتوں سے بیعت لے رہے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عہد کرو تم زنا نہیں کرو گی۔

ہند بنت عتبہ فوراً بول اٹھی یا رسول اللہ ﷺ کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا؛

عہد کرو اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔

باقی عورتیں خاموش رہیں صرف ہند ہی بولی۔

ہم نے تو اُن کو پالا اور آپ نے قتل کر دیا۔ (اس کا اشارہ روز بدر کی طرف تھا جس میں اس کا بیٹا حنظلہ بن ابوسفیان قتل ہوا تھا)۔

حضرت عمر بھی پاس ہی بیٹھے تھے وہ ہند کی اس بات پہ زور سے ہنس دیئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم کسی پہ بہتان نہ لگاؤ گی۔

ہندہ بنت عتبہ نے کہا! بہتان تو بہت ہی بری بات ہے آپ ﷺ یقیناً ہمیں نیک باتوں اور اعلیٰ اخلاق کی طرف ہی بلا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اور یہ کہ کسی معاملے میں میری نافرمانی نہ کرو گی۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ گزرے کل کی باتیں تھیں اب تو اللہ نے ہمیں ہدایت سے نواز دیا ہے۔

اس پہ عورتوں کی بیعت مکمل ہو گئی۔

✪✪✪✪✪✪✪

یہ فتح مکہ کا اگلا روز تھا جب بنوخزاعہ کے ایک شخص خراش بن امیہ نے اپنے دشمن قبیلے بنو ہذیل کے ایک ابن اثوع احمر کو قتل کر دیا۔صحابہ نے جب یہ خبر نبی اکرم ﷺ تک پہنچائی تو نبی اکرم ﷺ کو یہ امر بہت ناگوار گزرا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بنوخزاعہ کے لوگوں کو طلب کیا اور فرمایا؛

اے خزاعہ کی جماعت اپنے ہاتھوں کو قتل سے اٹھا لو۔قتل کافی ہو چکا اب اس کا کوئی نفع نہیں تم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے میں اُس کی دیت ادا کروں گا۔اس کے بعد اگر کسی نے حدود حرم میں کسی کو قتل کیا تو مقتول کے ورثا کو اختیار ہو گا کہ وہ چاہیں تو دیت لیں چاہیں تو قصاص۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔

اے لوگو! اللہ نے جس روز زمین اور آسمان پیدا کیے تھا اسی روز مکہ کو حرمت کی جگہ قرار دے دیا تھا اس وقت سے یہ حرمت کی جگہ ہے اور قیامت تک حرمت کی جگہ رہے گا۔

اس لیے کسی بھی ایسے آدمی کے لیے جو اللہ اور روز آخرت پہ ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ وہ شہر مکہ میں کسی کا خون بہائے یا اس شہر کا کوئی درخت کاٹے۔

مجھ سے پہلے مکہ کسی بھی شخص کے لیے حلال نہیں ہوا نہ میرے بعد آنے والے کسی شخص کے لیے حلال ہو گا۔

مجھ پہ بھی اس شہر کی حرمت چند ساعتوں کے لیے اٹھائی گئی تھی جسے پھر سے بحال کر دیا گیا۔

ہاں مگر اس وقت مکہ والوں پہ اللہ کے غضب کا اظہار مقصود تھا۔

لوگو! سن لو!

اس وقت کے بعد اس شہر کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے لہٰذا تمھیں چاہیے کہ جو یہاں موجود نہیں اُس تک میری بات پہنچادی جائے۔

پس تم سے جو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قتال کیا تھا تو اُس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو صرف اپنے رسول کے لیے اسے حلال کیا تھا تمھارے لیے حلال نہیں کیا۔

اے گروہ خزاعہ!

اب قتل سے اپنے ہاتھ اٹھا لو قتل بہت ہو چکا۔

اس میں کوئی نفع نہیں تم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے تو مقتول کے وارثوں کو حق ہوگا کہ وہ چاہئے تو قصاص لیں چاہے تو خون بہا طلب کریں۔

✡✡✡✡✡✡✡

مباح الدم ؛

مورخین نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے لشکر مکہ میں داخل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کچھ لوگوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ یہ جہاں ملیں انھیں قتل کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹے ہوئے ہوں اُن کو تب بھی قتل کیا جائے۔ جن لوگوں کے قتل کا حکم نبی اکرم ﷺ نے جاری کیا اُن کو اصطلاح میں مباح الدم کہا جاتا ہے۔ مورخین اس بارے میں متفرق ہیں کہ اُن لوگوں کی تعداد کیا تھی جن کے قتل کا حکم جاری کیا گیا۔ کسی نے پندرہ لکھا ہے تو کسی نے گیارہ کسی نے سات لکھا ہے تو کسی نے چار۔ تاہم اس ضمن میں علامہ شبلی نعمانی کی تحقیق قابل قدر ہے ہم اس سے کچھ استفادہ کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ!

"اربابِ سیر کا بیان ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے گو اہل مکہ کو امن عطا کیا تھا تاہم دس شخصیتوں کی بابت حکم دیا تھا کہ وہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اِن میں سے بعض مثلاً

عبداللہ بن خطل، مقیس بن صابہ خونی مجرم تھے اور قصاص میں قتل کیے گئے۔لیکن متعدد ایسے تھے کہ اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کو مکہ میں ستایا کرتے تھے یا آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔اِن میں سے ایک عورت اس جرم پہ قتل کی گئی کہ وہ آپ ﷺ کے ہجویہ اشعار گایا کرتی تھی۔لیکن محدثانہ تنقید کی رو سے یہ بیان صحیح نہیں۔اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا کفارِ قریش میں سے بجز دو چار کے کون تھا جس نے آنحضرت محمد ﷺ کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں؟ بااین ہمہ انھی لوگوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ ''**انتم الطلقاء**''جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ تو نسبتاً کم درجہ کے مجرم تھے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت صحاح ستہ میں موجود ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔خیبر میں جس یہودیہ نے آپ کو زہر دیا اس کی نسبت لوگوں نے دریافت بھی کیا کہ اس کے قتل کا حکم ہوگا۔ارشاد ہوا کہ نہیں! خیبر کے کفرستان میں ایک یہودیہ زہر دے کر رحمت عالم ﷺ کے طفیل سے جانبر ہوسکتی ہے تو حرم میں اس سے کم درجہ کے مجرم عفو نبوی سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں اگر درایت پہ قناعت نہ کی جائے تو روایت کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ بالکل ناقابل اعتبار رہ جاتا ہے۔صحیح بخاری میں ابن خطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلّم ہے کہ وہ قصاص میں قتل کیا گیا۔مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا باقی جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آنحضرت محمد ﷺ کو ستایا کرتے تھے تو وہ روائتیں صرف ابن اسحٰق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں۔یعنی اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے جو قابل اعتبار نہیں۔چنانچہ سب سے زیادہ معتبر روایت جو اس بارے میں پیش کی جاسکتی ہے وہ ابوداؤد کی روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جاسکتا۔لیکن امام ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی جیسی سند مجھ کو چاہیے تھی وہ مجھے نہیں ملی''۔

☼☼☼☼☼☼☼

چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ اس طرح کی جتنی روایات ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فلاں فلاں کے قتل کا حکم

جاری کیا ہے وہ پایہ استحکام کو نہیں پہنچتیں اور یہ کہ اُس روز جن لوگوں کو قتل کیا گیا وہ یا تو اسلامی لشکر سے مقابلے میں مارے گئے یا پھر اُن لوگوں کو قتل گیا جنھوں نے مسلمانوں کو اس سے قبل قتل کیا تھا۔شاید یہ غلط فہمی مورخین کو اس وجہ سے ہوئی تھی کہ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل جیسے لوگ جنھیں حقیقی معنوں میں قریش کے شریر کہا جا سکتا تھا وہ نبی اکرم ﷺ کے عتاب کے خوف سے بھاگ نکلے تھے۔اگر چہ اُن کے لیے بھی نبی اکرم ﷺ کسی قسم کا کوئی حکم جاری نہیں کیا تھا کیونکہ اس واقعے کے معاً بعد نبی اکرم ﷺ کا جو عمل رہا ہے وہ اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لیے کہ وحشی ابن حرب ہو یا ہندہ بنت عتبہ، صفوان بن امیہ ہو یا ابو جہل کا بیٹا عکرمہ جو بھی سر جھکائے دربار رسالت میں حاضر ہو گیا اُسے معافی مل گئی اور نہ ہی مسلمانوں نے کسی مفرور مجرم کا تعاقب کیا۔حقیقت یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اگر ایسے لوگوں کا تعاقب کیا جاتا تو انھیں کوئی جائے پناہ نہ ملتی۔ چنانچہ ایسے لوگوں میں سے صرف ابن خطل، مقیس بن صابہ، حویرث بن نقیض کو قتل کیا گیا اور ایک کنیز قتل کی گئی جس کے بارے میں اگر چہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو اس لیے قتل کیا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہا کرتی تھی مگر ایک طرف تو یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اُس عورت کو معاف کر دیتے ہیں جس نے آپ ﷺ کو زہر دیا دوسری طرف محض شعر کہنے پہ ایک عورت کا قتل سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے اس لیے بھی کہ کوئی ایک عورت تھوڑی تھی جو اس قبیح حرکت میں ملوث رہی ہو تب تو لگتا تھا شہر مکہ کے در و دیوار کو بھی رسول اللہ ﷺ سے عداوت ہے۔اب ہم پہلے اُن لوگوں کا احوال بیان کرتے ہیں جنھیں قصاص میں قتل کیا گیا اور اس کے بعد اُن لوگوں کے احوال بیان کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے مگر جب اُن کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس قدر معاف کرنے والے ہیں کہ زمانے نے اُن سے بڑھ کے کوئی کریم اور سخی کیا دیکھا ہو گا تو وہ لوگ بھی پلٹ آئے اور انھیں بھی اسی شجر سایہ دار کی پناہ میں بیٹھنا پڑا جس کو کاٹنے کی اِن لوگوں نے بھر پور سعی کی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿

عبداللہ بن خطل ؛

وہ مدینہ میں حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا اُس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس کا نام تبدیل کر دیا اور اُسے عبداللہ کا خوبصورت نام دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُسے صدقات و محصولات وصول کرنے کے لیے بدوی قبائل کی طرف روانہ کیا۔ اُس کی معاونت کے لیے ایک انصاری کو بھی اُس کے ہمراہ کیا۔ جب وہ اپنے سفر میں تھے تو عبداللہ نے اُس انصاری کو حکم دیا کہ وہ اُس کے لیے کھانا تیار کرے اور وہ خود سو گیا۔ تاہم عبداللہ کے ہمراہ سفر کرنے والا انصاری بھی تھکا ہوا تھا اس لیے وہ بھی سو گیا۔ عبداللہ جب سو کر اُٹھا تو اُس نے دیکھا کہ اُس کا ساتھی سویا پڑا ہے اور اُس نے کھانا بھی تیار نہیں کیا تو عبداللہ ابن خطل غصے سے بے قابو ہو گیا اور اپنے انصاری ساتھی کو سوتے ہوئے قتل کر دیا اس کے بعد ظاہر ہے کہ وہ مدینہ تو نہیں جا سکتا تھا اس لیے وہ مکہ بھاگ آیا اور دین اسلام بھی ترک کر دیا۔ اس مرتد نے اسی پہ بس نہ کیا بلکہ وہ اپنی لونڈیوں کو نبی اکرم ﷺ کی ہجو یاد کراتا جن کو وہ لونڈیاں شہر مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں گاتی پھرتیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو استحکام فراہم کیا اور نبی اکرم ﷺ شہر مکہ میں داخل ہوئے بیان کیا گیا کہ ابن خطل اُن لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے خندمہ نامی مقام پہ حضرت خالد بن ولید کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔

پھر وہ شکست کھا کر بھاگے تو ابن خطل حرم پاک چلا آیا صحابہ نے اسے دیکھا تو نبی اکرم ﷺ کو مطلع کیا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے فلاں انصاری کو قتل کیا تھا۔

اس وقت وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

اسے حضرت سعد ابن حریث اور ابو برزہ الاسلمی نے قتل کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

کعبہ کسی مجرم اور بدکار کو پناہ نہیں دیتا۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ!

وہ لونڈی جو قتل کی گئی وہ ابن خطل ہی کی لونڈی تھی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اُس کا نام سارہ تھا اور

یہ وہی عورت تھی جو مدینہ سے حاطب ابن بلتعہ کا خط لے کے نکلی تھی۔ مگر ہمارا خیال یہ ہے اُن کو اشتباہ لگا ہے کہ اس لیے بہت سی روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ سارہ کے لیے امان طلب کی گئی جو اسے عطا کردی گئی اور اُس نے اسلام بھی قبول کیا وہ حضرت عمر کے عہد میں زندہ تھی وہ مسلمانوں کے ایک تیز رفتار لشکر کی زد میں آ گئی تھی اور کسی شاہسوار نے غلطی سے اسے کچل تھا جس سے اس کا انتقال ہوا۔

☼☼☼☼☼☼☼

مقیس بن صابہ ؛

مقیس بن صابہ کو بھی قصاص میں قتل کیا گیا اس لیے کہ ابن خطل کی طرح وہ بھی مرتد تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر گیا تھا۔ وہ مدینہ میں حاضر ہوا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔ غزوہ ذی قرد میں مقیس بن صابہ کا بھائی غلطی سے ایک انصاری مسلمان کے ہاتھ سے شہید ہو گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مقیس بن صابہ کو اس کی دیت ادا کی اور وہ خوش ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد مقیس بن صابہ کے دل میں نجانے کیا بات آئی کہ اُس نے خون بہا حاصل ہو جانے کے باوجود اُس انصاری مسلمان کو قتل کر دیا جس نے غلطی سے مقیس بن صابہ کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ انصاری مسلمان کو قتل کرنے کے بعد مقیس بن صابہ اب مدینہ میں تو ٹھہر نہیں سکتا تھا اس لیے وہ مکہ بھاگ آیا اس کا خیال تھا کہ مکہ اُس کے لیے سب سے زیادہ محفوظ جگہ ہے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی سرزمین اس پہ تنگ کر دی صحابہ جانتے تھے کہ وہ اِن کے ایک ساتھی کو قتل کر کے بھاگا ہے اس لیے فتح مکہ کے روز اُسے قتل کر دیا گیا۔ اُس کے قتل کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے امام برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز مقیس بن صابہ کے چچازاد حضرت نمیلہ ابن لیثی نے دیکھا کہ وہ قریش کی مجلس میں بیٹھا شراب پی رہا ہے تو حضرت نمیلہ ابن لیثی نے اس بات کی خبر آنحضرت محمد ﷺ کو کی اور نبی اکرم ﷺ سے اجازت لے کر حضرت نمیلہ ابن لیثی قریش کی اُس مجلس کی طرف گئے اور اُسے قتل کر دیا۔

حویریث بن نقیذ ؛

حویریث بن نقیذ مکہ میں ہی نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا اور اُس کا شمار اُن سیاہ بختوں میں کیا جاتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ایذا رسانیوں میں پیش پیش تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بہت بدزبان تھا اور اکثر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ اہل عرب کے معمول کے مطابق وہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں ہجو یہ اشعار بھی کہا کرتا تھا۔ یہ وہی بد بخت تھا جس نے آنحضرت محمد ﷺ کی صاحبزادیوں اُم کلثوم اور حضرت زینب کو اونٹ سے گرادیا تھا اُس کے ساتھ ہبار بن اسود بھی تھا اُن کو شہر مکہ سے باہر جاتی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کی سواری دکھائی دی تو حویریث نے اُس اونٹ کو اپنے نیزے سے کچوکے لگائے جس کی وجہ سے اونٹ بدک گیا اور حضرت زینب جو اُن دِنوں حمل سے تھیں اونٹ سے نیچے آگریں اور اُن کو اسقاط حمل ہو گیا۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ حویریث کو بھی قصاص میں قتل کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے روز حویریث نے بھاگنے کی کوشش کی مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور بتایا کہ یہ وہی بد بخت ہے جس نے رسول اکرم ﷺ کی شہزادیوں کو اونٹ سے گرایا تھا اس کو پکڑو یہ جانے نہ پائے۔ وہ حرم سے بھاگا حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کے پیچھے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے کوہ صفا پہ جالیا اور ایک ہی پل میں اُس کی گردن کو اُس کے جسم سے الگ کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ تھے جن کو فتح مکہ کے روز قتل کیا گیا۔

✪✪✪✪✪✪✪

ابو سفیان کی خواهش ؛

فتح مکہ کے چند روز بعد کا تذکرہ ہے کہ حضرت ابوسفیان اہل قریش کے بیچ بیٹھے تھے اُنھوں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کے جلو میں کہیں جا رہے ہیں تو اُن کے دل میں حسد نے سر اُٹھایا انھوں نے سوچا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں پھر سے عربوں کا ایک لشکر تیار کروں اور نبی اکرم ﷺ سے جنگ کروں۔

اسی اثناء نبی اکرم ﷺ اُس کی پشت پہ پہنچ چکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا؛

اے ابوسفیان۔

اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تمھیں پھر ذلیل ورسوا کردے گا۔

ابوسفیان تیزی سے اٹھے اور اُن کی آنکھوں میں بلا کی حیرت تھی۔

چند لمحے تک تو وہ کچھ بھی نہ کہہ سکے اس کے بعد گویا ہوئے۔

یارسول اللہ ﷺ!

میں توبہ کرتا ہوں اُس خیال سے جس نے میرے دل میں راہ پائی اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں جان گیا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں جو دلوں سے گزرے خیالوں تک سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ ابوسفیان کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی طاقت کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا اور اُن کے دل میں ابھی کچھ اشتباہ باقی تھا۔ اگرچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے اسلام کو مستحکم فرمایا اور اُن کی دونوں آنکھیں اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے خرچ ہوئیں۔

☼☼☼☼☼☼☼

انصار کے خدشات؛

اغلب یہی ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے چند روز بعد پیش آیا ہوگا۔ مورخین نے درست طور پہ اس واقعہ کا وقت متعین نہیں کیا اگرچہ بہت سے مورخین نے اس واقعہ کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ!

اُس روز نبی اکرم ﷺ کوہ حرا پہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ کئی صحابہ بھی تھے جن میں انصارِ مدینہ اور مہاجرین مکہ دونوں شامل تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو نیچے چھوڑا اور خود قدرے بلندی پہ تشریف لے گئے اور اپنے رب سے مناجات شروع کی۔

نبی اکرم ﷺ کافی دیر تک عبادات اور دعاؤں میں مصروف رہے۔

چوٹی کے ایک طرف انصار مدینہ کا ایک گروہ کھڑا تھا اور باتوں میں مصروف تھا اُن میں سے کوئی ایک شخص بولا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اب جبکہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے خاندان اور اپنے شہر پر دسترس عطا فرمادی ہے تو رسول اللہ ﷺ اب یہیں یعنی شہر مکہ میں قیام پذیر ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اہل انصار کے اِن خدشوں سے آگاہ فرمادیا۔

نبی اکرم ﷺ چوٹی سے نیچے تشریف لائے اور جب آپ ﷺ انصار کے اس گروہ کے پاس سے گزرے تو رُک گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا؛

خدا کی قسم! میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں میں نے تمھاری طرف ہجرت کی ہے میرا جینا بھی تمھارے ساتھ ہے اور میرا مرنا بھی تمھارے ساتھ ہے۔

انصاری صحابی جان گئے کہ رسول اللہ ﷺ کو اُن کے خیال سے آگاہ فرمادیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو گئے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! یہ سب تو آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا؛

اللہ اور اُس کا رسول تمھارے عذر کو قبول فرماتے ہیں اور تمھارے جذبہ صادق کی تصدیق فرماتے ہیں۔

قریش کے جھکے سر ؛

کامل بیس سال کی مخالفت کے بعد فتح مکہ کے روز بالآخر قریش کے سرحق کے سامنے جھک گئے اور اُن کے دلوں میں نفرت اور رعونت کی جگہ محبت و آشتی کے سمندر رواں ہو گئے۔ جب دل بدلے تو سبھی کچھ بدل گیا۔ وہی قریش جنھوں نے پتھر اور لکڑی کے بتوں کو خدا بنا رکھا تھا آج وہی قریش بیت اللہ کے صحن سے اس گند کو صاف کرنے میں مشغول تھے۔ توحید کے نغمے اُن کے لبوں پہ تھے اور مغفرت کی خواہش اُن کے دلوں میں تھی۔ قریش مکہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے قابل تو نہ رہے تھے مگر اسلام قبول کرنا یا اُس

سے رک جانا ابھی تک اُن کے اختیار میں تھا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا تھا۔ مگر یہ رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق تھے جنھوں نے قریش کی شکست کو اُن کی جیت میں بدل دیا تھا آج رسول اللہ ﷺ کی فتح خود قریش کی فتح تھی۔ آج اسلام کی عظمت و رفعت کو وہ اپنی عظمت و رفعت قرار دے رہے تھے۔ وہ پہلے بھی اہل عرب کے حکمران تھے اور آج بھی رسول اللہ ﷺ کی بدولت انھیں پھر سے وہی منصب حاصل ہو گیا تھا۔ وہ کل بھی بیت اللہ کے متولی تھے اور آج بھی رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے تمام مناصب انھیں کو سونپ دیئے تھے۔ تاہم اِن سب باتوں کو جاننے کے باوجود قریش کے بہت سے اہم لوگ فتح مکہ کے بعد روپوش ہو گئے تھے مکہ سے بھاگ گئے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بدترین دشمنی کا سلوک کیا تھا۔ اُن کے خیال میں وہ اس قابل نہ تھے کہ انھیں معاف کر دیا جائے چنانچہ اُن میں سے بیشتر نے شہر مکہ چھوڑ دیا تھا اور کہیں روپوش ہو گئے تھے۔

عرب کے رواج و دستور کے مطابق بھی یہ لوگ گردن زدنی کے قابل تھے اُن میں عکرمہ بن ہشام تھے، عبداللہ بن ابی سرح تھے، صفون بن امیہ، ہبار بن اسود، سہیل بن عمرو اور شیبہ بن عثمان جیسے لوگ تھے جو واقعتاً شہر مکہ کے اہم لوگ شمار کیے جاتے تھے۔ پھر عکرمہ بن ہشام کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کے لیے امان طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی جھجک کے اُسے امان عطا فرمائی ہر چند کہ وہ ابوجہل ملعون کا بیٹا تھا جو رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے میری امت کا فرعون ابوجہل ہے۔ تو جب ابوجہل کے بیٹے کو امان مل گئی تو دوسرے لوگوں کو بھی حوصلہ ہوا اور وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے اپنے رشتہ داروں کے متعلق امان نامے حاصل کرنے لگے اور یہ لوگ مکہ کو لوٹ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی خون خرابے کو پسند نہ کیا تھا چنانچہ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ صبح کے یہ بھولے اگر شام کو گھر لوٹ آئیں تو انھیں کچھ نہ کہا جائے گا۔

عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ؛

لوگوں نے اسے عکرمہ بن ابی جہل لکھا ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو اس بات سے روک دیا تھا کہ وہ اِن کو عکرمہ بن ابی جہل کہیں۔ اس لیے ہم اِن کو عکرمہ بن ہشام ہی لکھیں گے جو ابو جہل کا اصل نام تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اول اول اہل قریش کو اسلام کی طرف بلایا تو کم و بیش پورے قبیلے ہی نے آپ ﷺ کی مخالفت کی۔ مگر اُن میں کچھ اس مخالفت میں شدید تر تھے انھی میں بنو مخزوم کا خاندان بھی تھا جس کا سردار ابو جہل تھا۔ ابو جہل نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا جیسا کہ اس کے بارے میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اُس کے بیٹے بھی اس دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ اُس کے بیٹوں میں حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ہشام نے نبی اکرم ﷺ کے خلاف محاذ آرائی میں شہرت حاصل کی۔ ابو جہل تو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی اپنے انجام بد سے روشناس ہوا۔ تاہم اُس کے بیٹوں حارث اور عکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا۔ اِن دونوں نے فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا۔ مورخین عکرمہ بن ہشام کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عکرمہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ خندمہ کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ کے لشکر کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ عکرمہ نہایت جنگجو اور بہادر سپاہی تھا۔ وہ کسی لشکر کو خاطر میں نہ لاتا تھا اسی لیے اُس نے فتح مکہ کے روز اپنے سردار ابو سفیان کی حکم عدولی کرتے ہوئے قریش اور بنو ہذیل کے جوانوں کے ساتھ اسلامی لشکر کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ کام تو وہ تب بھی نہ کر سکا تھا جب وہ مسلمانوں سے تین گنا یا پانچ گنا ہوا کرتے تھے اور فتح مکہ کے روز تو اُن کی تعداد مسلمانوں کے مقابل انتہائی قلیل تھی۔ اس لیے لمحاتی جھڑپ کے بعد قریش کو میدان سے بھاگنا پڑا اگرچہ اس سے قبل بھی اپنی اکثریت کے باوجود ہمیشہ وہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے تھے۔

عکرمہ جو کہ ایک بہادر سپاہی تھا اُس نے ہمیشہ اپنی شکست کی وجوہات پہ غور کیا تھا مگر بات کبھی بھی اُس کی سمجھ نہ آ سکی تھی اور وہ چڑ کے رہ جاتا۔ عکرمہ بن ہشام، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو خندمہ کے مقام سے فرار ہو گئے اور وہ جانتے تھے کہ مسلمان شہر مکہ پہ قابض ہو گئے ہیں۔ وہ چونکہ خود کو اسلام کے بڑے دشمنوں میں شمار کرتے تھے اس لیے وہ جانتے تھے کہ اُن کی گردن تو ضرور ماری

جائے گی۔اس لیے عکرمہ نے شہر مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا وہ بھاگ نکلا اُس کا ارادہ تھا کہ وہ کسی بحری جہاز پہ سوار ہو کے یمن چلا جائے چنانچہ وہ قریبی بندرگاہ پہنچا تو اُسے یمن جانے والا ایک جہاز دستیاب ہو گیا۔

دوسری طرف عکرمہ کی بیوی نبوی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اسلام لے آئی ہوں اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ عکرمہ بھی اسلام لے آئے گا۔وہ آپ کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے مجھے پتا چلا ہے کہ وہ مکہ چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یمن کے جانے ارادے سے روانہ ہوا ہے۔یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے تو غیروں کو بھی معاف کر دا ہے وہ تو آپ کا قرابت دار ہے۔یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خاوند سے بہت محبت کرتی ہوں اُسے امان عطا فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عکرمہ کے لیے امان ہے۔

عکرمہ کی بیوی اُم حکیم خوشی خوشی اپنے شوہر کے پیچھے روانہ ہو گئی اور اُس نے اپنے شوہر کو بندرگاہ پہ جا لیا۔

اُم حکیم نے اپنے شوہر سے کہا؛

اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمھارے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار اور سخی ہیں میں اللہ کے رسول سے تمھارے لیے امان لے کے آئی ہوں۔

عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

عکرمہ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

اے اللہ کے رسول ﷺ! اس عورت نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے امان عطا کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں تمھیں امان ہے۔

امام حلبی لکھتے ہیں کہ جب عکرمہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے بڑی گرمجوشی سے اُن کا استقبال کیا اُن کے لیے اپنی چادر بچھائی اور اُن کی تعریف فرمائی۔نبی اکرم ﷺ کی زبان سے امان کے لفظ سنتے ہی عکرمہ نے کہا کہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔عکرمہ کے اسلام قبول کرنے

سے صحابہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اس لیے کہ عکرمہ ایک بلند پایہ فوجی ماہر تھے اور قریش نے جب بھی مسلمانوں سے جنگ کی تو عکرمہ پیادہ سپائیوں کا لیڈر ہوا کرتا تھا۔ عکرمہ سر جھکائے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اور اُن کا سر جھکا ہوا تھا اس لیے کہ وہ اپنے سابقہ عمل پہ شرمندہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے عکرمہ جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔

عکرمہ نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! بس ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ سے دُعا فرمائیں کہ وہ میرے سابقہ گناہوں کو معاف کردے کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عکرمہ کی فلاح کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا؛

اے اللہ! عکرمہ کے وہ تمام گناہ معاف فرمادے جو اس نے ماضی میں کیے۔

اس کے بعد عکرمہ رضی اللہ عنہ کا شمار ہمیشہ جلیل القدر صحابہ میں کیا گیا۔

اسلام لانے کے بعد حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کردی۔ چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کو رومیوں کے خلاف جہاد کے لیے بھیجا تو اس لشکر میں بہت سے جلیل القدر صحابہ شامل تھے اُن کا سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور لشکر میں حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اُن کے چھوٹے بھائی حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جیسے قدآور لوگ شامل تھے۔

حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد خود کو جہاد کے لیے وقف کردیا تھا وہ کہتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں میدان جنگ سے واپس نہ جاؤں بلکہ شہید ہو جاؤں۔ چنانچہ شام میں مسلمانوں نے جتنی فتوحات حاصل کیں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اُن لشکروں میں شامل رہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چن لیا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا فوجی سربراہ بنایا اور اُن کو مملکت روم پہ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی اُس لشکر میں شامل تھے اور جس روز مسلمانوں نے جنگ یرموک میں اہل روم کو فیصلہ کن شکست دی تھی اُس دن

حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی شجاعت عروج کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی جہاں وہ دیکھتے کہ مسلمانوں پہ رومیوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے تو وہ کسی شیر کی طرح وہاں لپکتے اور دشمن کی صفیں روند کر رکھ دیتے۔خود رومی بھی حیران تھے کہ اِس شہ سوار نے انھیں زچ کر رکھا ہے۔

کچھ صحابہ نے حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو ٹوکا اور کہا؛

اے ابن ہشام رضی اللہ عنہ! اپنی جان پہ کچھ تو رحم کرو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مڑے اور کہا۔

خدا کی قسم! میں تو جب جھوٹے خداؤں کی طرف سے لڑتا تھا تب بھی میں نے کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور آج تو میں اللہ رب العزت کے نام کو بلند کرنے کی خاطر لڑ رہا ہوں۔

ساتھیوں مجھے مت ٹوکو! اس لیے کہ مجھے آہو چشم حوروں کے جسم کی خوشبو آ رہی ہے۔

اور اِس کے کچھ دیر بعد انھوں نے شہادت کی خلعت اوڑھ لی۔

✿✿✿✿✿✿✿

عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ؛

عبداللہ بن ابی سرح کا شمار بھی اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتے تھے۔عبداللہ بن ابی سرح کا تعلق قبیلہ بنو عامر سے تھا اس لیے کئی مورخین نے اُن کو عبداللہ بن ابی سرح العامری بھی لکھا ہے۔

عبداللہ مدینے پہنچا اور اسلام قبول کیا۔

مگر اس کا دل کبھی بھی اسلام کی عداوت سے خالی نہ ہوا تھا وہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اُسے وحی لکھنے پہ بھی مامور کیا۔جب وہ مرتد ہوا اور مکہ آیا تو وہ اہل مکہ کو بتایا کرتا تھا کہ میں وحی کے الفاظ بدل دیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو پتا بھی نہ چلتا تھا۔مگر جیسا کہ ظاہر ہے یہ محض اُس کی خوش فہمی تھی کہ اللہ کے رسول اُس کے دل کے حال سے واقف نہیں، نبی اکرم ﷺ اُس کی بد دیانتی سے آگاہ تھے اس لیے جلد ہی نبی اکرم ﷺ نے اسے کاتب وحی کے منصب سے ہٹا دیا۔جب اُس نے دیکھا کہ رسول اللہ اُس کی بداعمالیوں کو جان گئے ہیں تو اُسے خیال ہوا کہ کہیں نبی اکرم ﷺ

اُسے قتل ہی نہ کرادیں تب وہ اسی خوف کی بناپہ مکہ چلا آیا اور اسلام سے پھر گیا۔مکہ آ کر اُس کی اسلام دشمنی اور بھی بڑھ گئی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کے خلاف ہجو یہ اشعار کہتا اور دیگر طریقوں سے اسلام کے خلاف زہر اگلتا۔پھر مکہ فتح ہوا اور وہ جانتا تھا کہ اہل مدینہ میں سے بعض افراد نے اُس کے قتل کی قسم کھائی ہے۔اس لیے وہ حضرت عثمان بن عفان کے گھر چھپ گیا اور تب تک چھپا رہا جب تک حضرت عثمان نے مناسب جانا۔

اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس لیے پناہ لی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُن کے رضاعی بھائی تھے۔وہ انصاری صحابی جنھوں عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی وہ عباد ابن بشر انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

فتح مکہ کے بعد جب ہر طرف امن و امان ہو گیا تو ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو اپنے ساتھ لیا اور مہر الظہر ان کے مقام پہ پہنچے جہاں نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے جلو میں ایک جگہ موجود تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! یہ عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ہے اور اپنے سابقہ اعمال پہ نادم ہے اور سچی توبہ کر کے آپ ﷺ کے پاس آیا ہے اسے امان عطا فرمائیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات سنی اور منہ موڑ لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے حاضر ہوئے اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ! عبداللہ کو معاف فرمادیں یہ نادم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے پھر منہ موڑ لیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا اور بار بار عرض کی تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

عثمان جیسے تمہاری مرضی ہم نے اسے امان عطا کی۔

اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی اور پھر سے اسلام قبول کیا۔اس کے بعد وہ اپنی توبہ پہ قائم رہے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔جب حضرت عثمان اور عبداللہ بن ابی سرح رخصت ہو گئے تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو

اسی محفل میں موجود تھے:

عباد میں نے توقف کیا اور انتظار کیا تاکہ تم اپنی قسم پوری کر سکو۔

حضرت عباد نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی محفل میں خونریزی سے جھجک گیا تھا اگر آپ ﷺ اشارہ کر دیتے تو میں اُس کی گردن اڑا دیتا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اللہ کے رسول کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ اشاروں سے قتل کرائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی سرح کا دل بدلا تو وہ بہت عمدہ مسلمان ثابت ہوئے وہ مصر وشام اور افریقہ تک جہاد میں مسلمانوں کے ہمراہ رہے اور دادِ شجاعت دیتے رہے۔ جب یہ ممالک فتح ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مصر کے ایک صوبے کا گورنر بنایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سارا مصر حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ انھوں نے 59 ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کی تربیت کچھ اس نہج سے کی تھی کہ اسلام دور تک اُن کی رگوں میں اتر گیا تھا اسی لیا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اللہ کی زمین پر انسانوں کا سب سے عمدہ گروہ قرار دیا تھا۔

☼☼☼☼☼☼☼

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ ؛

قریش کا بہت اہم سردار تھا اُس کا باپ امیہ روزِ بدر قتل کیا گیا تھا۔ وہ اسلام سے بہت عداوت رکھتا تھا اور اُس کا بیٹا صفوان بھی اپنے باپ ہی کی طرح مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ مکہ فتح ہوا تو صفوان کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ اُس نے اپنے چچازاد حضرت عمیر ابن وہب سے کہا کہ وہ اس خوف کے سائے میں زندگی بسر نہیں کر سکتا کہ نجانے کب اُس کو قتل کر دیا جائے اس لیے وہ سمندر میں ڈوب کے مر جائے گا۔

حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا؛

تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ کس قدر سخی اور بلند اخلاق والے ہیں تم فکر نہ کرو میں اُن سے

تمہارے لیے امان حاصل کرلوں گا۔چنانچہ اپنے چچازاد صفوان بن امیہ کو شہر مکہ سے باہر ایک وادیٔ میں چھوڑ کر حضرت عمیر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

آپ نے ہر سیاہ وسفید کو معاف کردیا ہے تو میرے بھائی صفوان کو بھی معاف کردیں وہ اپنی قوم کا سردار اور صاحب عزت آدمی ہے۔وہ آپ ﷺ کے خوف سے سمندر میں ڈوب کے مرجانا چاہتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرمائی اور کہا؛

جااور اُس سے کہہ دے ہم نے اُسے امان دی۔

حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ وہ بہت ضدی ہے اگر آپ ﷺ مجھے کوئی نشانی عطا فرمادیں تو میرے لیے آسانی ہو جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جیسے تو چاہے اور اپنا امامہ اتار کے حضرت عمیر بن وہب کے حوالے کر دیا۔حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ صفوان بن امیہ کو وادیٔ کے دھانے پہ چھوڑ کے آیا تھا اور انتظار کرنے کو کہا تھا مگر جب صفوان نے اپنے جرائم پہ غور کیا تو اُسے احساس ہوا کہ اُسے ہر صورت قتل کیا جائے گا اس لیے وہ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کا انتظار کئے بغیر سمندر کی طرف روانہ ہو گیا اور جب حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ اُس تک پہنچے تو وہ ایک بلند چٹان پہ چڑھ چکا تھا اور سمندر میں کودنے کے لیے مناسب مقام کی تلاش میں تھا۔

عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ سے اُسے آواز دی اور کہا؛

میرے چچا کے بیٹے رُک جاؤ جلدی مت کرو۔خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی نہیں گیا میں تمہارے لیے امان حاصل کر چکا ہوں۔

صفوان بن امیہ نے کہا؛

مجھ سے دور ہو جاؤ مجھے تمہاری کسی بات کا یقین نہیں۔

تب حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا عمامہ ہوا میں لہرایا اور فرمایا دیکھ میں تیرے لیے

نبی اکرم ﷺ کا عمامہ نشانی کے طور پہ لے کے آیا ہوں۔

اب صفوان ابن امیہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔

یہ دونوں چچازاد آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔

صفوان نے نبی اکرم ﷺ سے تصدیق کی کہ اُسے امان حاصل ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہاں تمہیں امان ہے۔

صفوان نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ! آپ جو کچھ لوگوں پہ پیش کرتے ہیں اُس پہ سوچنے کے لیے مجھے دو ماہ کا وقت دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تجھے چار ماہ تک اختیار ہے۔

مگر امیہ نے رسالت کا جلال اور نبی اکرم ﷺ کی سخاوت دیکھی تو خود کو نہ روک سکا اور طے کی گئی مدت سے بہت پہلے ہی اسلام لے آیا۔

۞۞۞۞۞۞۞

ہبار بن اسود رضی اللہ عنہ ؛

ہبار بن اسود کا شمار بھی نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں کیا جاتا ہے یہ بدبخت وہی ہبار ہے جس نے حویرث بن نقیذ کے ساتھ مل کر حضرت زینب کو اونٹنی سے گرایا تھا جس سے اُن کا اسقاط حمل ہو گیا تھا۔ حضرت زینب مدینہ پہنچیں اور نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ کس طرح اُن کو تکلیف دی گئی تو آنحضرت محمد ﷺ ایک باپ کی حیثیت سے غصے کی شدت کا شکار ہوئے اور رنج و غم کے تحت صحابہ سے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے ہاتھ ہبار بن اسود لگ جائے تو اُس کو زندہ آگ میں جھونک دینا۔ تاہم نبی اکرم ﷺ جب اس وقتی اشتعال سے باہر آئے تو صحابہ سے فرمایا کہ میں نے جو حکم تمہیں دیا تھا کہ ہبار کو آگ میں جھونک دینا میں اس کو واپس لیتا ہوں کہ آگ میں جلانا صرف خداوند قدوس کی شان

ہے۔ہاں مگراُس نے ہمیں دکھ دیا ہے اس لیے اُس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دینا اور اُسے مرنے کے لیے چھوڑ دینا تا کہ وہ ایک اذیت ناک موت کا سامنا کرے۔صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم اپنے سینوں میں محفوظ کرلیا تھا اور جب مکہ فتح ہوا تو کئی صحابہ ہبار بن اسود کی تلاش میں رہے تا کہ اُس سے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی پہ کی گئی زیادتی کا بدلہ لے سکیں۔تاہم ہبار اُن کے ہاتھ نہ آیا اس لیے کہ وہ شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔اُس نے سوچا کہ وہ عجمیوں کے کسی ملک میں چلا جائے گا مگر وہ حالات پہ بدستور نظر رکھے ہوئے تھا اور جانتا تھا کہ جو کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے نبی اکرم ﷺ اُسے قتل نہیں کرتے بلکہ اُسے معاف کر دیتے ہیں۔چنانچہ وہ خود کو ذہنی طور پہ اس بات کے لیے تیار کرتا رہا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے کبھی وہ نبی اکرم ﷺ کی عفو و درگذر پہ نظر ڈالتا تو اپنے قدم دربار رسالت کی طرف بڑھاتا کبھی اپنے جرم پہ نظر ڈالتا تو اٹھے ہوئے قدم واپس کھینچ لیتا۔اسی شش و پنچ میں دن گذرتے رہے۔وہ بنو ہوازن کے ہاں مقیم تھا مگر جب بنو ہوازن کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اُس نے سوچا اب اُس کے لیے کوئی جائے امان نہیں وہ جہاں بھی چلا جائے نبی اکرم ﷺ سے خود کو محفوظ خیال نہیں کرسکتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ خود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو جائے۔

چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ جب طائف سے محاصرہ اٹھا کے جعرانہ کے مقام پہ رُکے تو یہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔لوگوں نے اسے دیکھا تو پہچان لیا ایک صحابی تیزی سے اٹھے اور اپنی تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے ہبار بن اسود کے سر پہ جا پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو اجازت طلب نظروں سے دیکھنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کریں تو اس بدبخت کی گردن اُس کے جسم سے الگ کر دی جائے۔

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا اور یاددہانی کے طور پہ کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! یہ ہبار بن اسود ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں میں وہ منظر لہرایا اپنی بیٹی پہ کیا گیا ظلم یاد آیا اپنی بیٹی کے بچے کا قتل یاد آیا مگر اگلے ہی لمحے منصب رسالت کا احساس جاگا تو نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے صحابہ کو روک دیا اور فرمایا؛

جانے دو! یہ خود چل کے ہمارے پاس آیا ہے ممکن ہے اللہ نے اِس کے دل کو بدل دیا ہو۔ ہبار بن اسود نبی اکرم ﷺ کی اس اخلاقی رفعت کی تاب نہ لا سکا اور اب اُس کی آنکھوں سے ندامت کے موتی گر رہے تھے اُس نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ! ہم گمراہ تھے جانوروں سے بدتر تھے مردار کھاتے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی کے طفیل ہمیں ہدایت سے نوازا گیا میں اپنی خطاؤں کو اگر چہ بہت بڑا جانتا ہوں مگر اِک زمانے میں آپ کی عفوودرگذر کی گونج ہی نے مجھے حوصلہ بخشا ہے کہ شاید میں بھی آپ ﷺ کے قدموں میں جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

اے اللہ کے رسول ﷺ!

میری خطائیں معاف فرمادیں یہی آپ ﷺ کی سخاوت اور درگذر کا مقام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں نے تمہیں معاف کیا، یہ بھی تم پہ اللہ کا ایک احسان ہے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی طرف رغبت عطا کی اسلام قبول کرنے سے انسان کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور اسلام انسان کی سابقہ تمام بدکاریوں اور خطاؤں کو نگل لیتا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہبار بن اسود نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی مدینہ چلے آئے۔ صحابہ کے دلوں میں ہبار کی نفرت موجود تھی کہ وہ اُس ظرف کے حامل نہ تھے جو رسالت کی وسعت کو زیبا ہے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے تو ہبار کو معاف کر دیا تھا مگر کئی صحابہ اُس سے نفرت کرتے تھے اور اگر وہ مدینے کی گلیوں میں انھیں کہیں مل جاتا تو وہ اسے گالیاں دیتے۔

حضرت ہبار بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے ہبار کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے صحابہ کو مخاطب کیا اور فرمایا؛

تم لوگ میرے اس صحابی کو اذیت کیوں دیتے ہو اس سے باز آ جاؤ اور حضرت ہبار سے کہا اگر اب تمہیں کوئی گالی دے تو تم اُسے دو گالیاں دینا۔ چنانچہ صحابہ حضرت ہبار سے رُک گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہبار جیسے شخص کو معاف کر دینا معروف انسانی اخلاقی اقدار سے اس قدر ارفع اقدام ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مگر جب رسالت کی وسعت کا خیال آتا ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے کہ اس کی حدوں کو کس

نے جانا ہے۔اللہ کے رسول ویسے بھی ذاتی انتقام پر یقین نہیں رکھتے اس لیے جب ابوجہل کے بیٹوں کو معافی مل سکتی ہے تو اس دربار سے کسی کو بھی معافی مل سکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا دامن ظرف اس قدر وسیع تھا کہ خود آپ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف کرتے نہ تھکا کرتے۔سچ تو یہ ہے کہ محبت فاتح عالم ہے۔

✪✪✪✪✪✪✪

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ :

سہیل بن عمرو کا شمار اہل قریش کے صاحبِ دانش افراد میں کیا جاتا تھا وہ قبیلے کے اہم فرد تھے اس لیے مختلف مواقع پہ قریش کی نمائندگی انھی کے ذمے تھی۔چنانچہ صلح حدیبیہ کے معاہدے میں قریش کی طرف سے وہی پیش ہوئے تھے۔اس سے قبل وہ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تھے اور فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی تھی۔

جب مکہ فتح ہوا تو وہ کہیں چھپ گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے قبل اسلام لا چکے تھے حضرت سہیل بن عمرو چونکہ اسلام دشمنی میں قریش کے حمائتی اور سرفہرست افراد میں شامل تھے اس لیے انھوں نے گمان کیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ابھی تک حضرت عبداللہ بن سہیل نے بھی نبی اکرم ﷺ سے اپنے باپ کے لیے امان طلب نہ کی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات سے شرمارہے تھے کہ اسلام کے اتنے بڑے دشمن کی وکالت وہ کس طرح کریں۔پھر نبی اکرم ﷺ کی محفل میں سہیل بن عمرو کا تذکرہ چھڑا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!وہ قریش کا نہایت ہی صاحب دانش اور شریف النفس فرد ہے اور اسلام سے زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتا اس لیے اگر وہ کسی صحابی کو ملے تو خبردار کوئی اُن سے برا سلوک مت کرے بلکہ اُن کو تیز نظر سے بھی نہ دیکھے۔

یہ بات جب حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ اپنے والد کے پاس گئے اور اُن کو بتایا کہ آپ غلط سوچ رہے ہیں نبی اکرم ﷺ نے آپ کی تعریف کی ہے آپ چند دن چھپے رہیں میں نبی

اکرم ﷺ سے آپ کے لیے امان حاصل کرتا ہوں۔

سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے عبداللہ بن سہیل سے کہا؛

بخدا! حضور جب چھوٹے تھے تب بھی احسان وکرم ہی اُن کا شیوہ تھا اور اب جبکہ وہ بڑے ہو گئے ہیں تب بھی احسان وکرم ہی اُن کا طریق ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن سہیل آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ سہیل بن عمرو کے لیے امان طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سہیل سے فرمایا؛

اپنے والد سے کہہ دو کہ انھیں ہم سے چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں اُن کے لیے امان ہی امان ہے۔

اس کے بعد سہیل بن عمرو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ ﷺ کی صحبت اختیار کر لی اگرچہ اسلام انھوں نے کچھ عرصے بعد جعرانہ کے مقام پہ قبول کیا۔ جب اُن کا سینہ نورِ حقیقت سے منور ہو گیا تو اُن کا شمار بزرگ اور اعلیٰ مرتبت صحابہ میں ہونے لگا۔ یاد رہے کہ حضرت سہیل بن عمرو کا شمار اہلِ عرب کے بڑے خطبا میں ہوتا ہے۔

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ وفات پا گئے تو اہلِ مکہ سخت مایوسی اور ابتری کا شکار ہو گئے اور قریب تھا کہ وہ دین سے ہی نکل جاتے مگر تب حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کہیں سے نمودار ہوئے اور اتنا شاندار اور بسیط خطبہ دیا کہ روتے روتے مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اور اس خطبے کے بعد اُن کے ایمانوں پہ نیا نکھار آ گیا تھا۔

☼☼☼☼☼☼☼

شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ؛

شیبہ بن عثمان کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا جو عہدِ جاہلیت سے ہی کلید بردارِ کعبہ چلے آئے تھے اور فتح مکہ کے موقع پہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے اس اعزاز کو برقرار رکھا تھا۔ شیبہ بن عثمان نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ خود بیان کیا ہے ہم اُسی کو یہاں بیان کئے دیتے ہیں۔

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ!

مکہ فتح ہو چکا تھا لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف جھک گئے تھے مگر میرے دل میں انتقام کی سلگتی آگ سرد ہونے میں نہ آتی تھی اس لیے کہ اُحد کے روز قریش کا پرچم ہمارے ہاتھ میں تھا اور صدیوں سے ہم ہی قریش کے علمبردار چلے آئے تھے۔ روزِ احد مسلمانوں نے قریش کے پرچم کو سرگوں کرنے کے لیے بنو عبدالدار کا قتل عام کیا تھا اور پے در پے اُن کے گیارہ علم برداروں کو قتل کر دیا تھا۔ قتل ہونے والے علم برداروں میں میرا باپ بھی شامل تھا، بھائی بھی شامل تھے اور چچا کے بیٹے بھی قتل ہوئے تھے اس لیے میں اپنے دل میں اسلام کے لیے کوئی نرمی نہ پاتا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر میری آنکھوں کے سامنے ہی لوگوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ اگر عرب وعجم کے سارے لوگ بھی اسلام قبول کر لیں تب بھی میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں اپنی ضد پہ اڑا رہا اگرچہ میرے گھر کے سارے لوگ بھی اسلام قبول کر چکے تھے مگر میں نے اپنی خواہش کو اپنی خاموشی کے پیچھے چھپایا ہوا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ حنین کے لیے نکلے اور میں نے دیکھا کہ اہل مکہ کے بہت سے وہ لوگ بھی اسلامی لشکر کے ہمراہ ہو گئے ہیں جنھوں نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا۔ چنانچہ میں بھی چپکے سے اُن کے ساتھ ہو لیا اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں موقع پا کر آنحضرت محمد ﷺ کو قتل کر دوں تا کہ اپنے مقتولوں کا بدلہ لے کر اپنے انتقام کی آگ سرد کر سکوں۔

پھر مسلمانوں کا بنو ہوازن سے سامنا ہوا اور مسلمان لشکر منتشر ہو گیا تب صرف رسول اللہ ﷺ تھے جو ڈٹے رہے اور اپنے چند صحابہ کے ساتھ دشمن کی یلغار کا مقابلہ کرتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مجھے اس سے بہتر کوئی موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ میں دبے پاؤں نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا اور میں نے اپنی تلوار سونت رکھی تھی۔ پھر وہ وقت بہت قریب آ گیا جب میں اپنے مقصد کو حاصل کر سکتا تھا تب ایک بجلی سی چمکی اور میرے اور آنحضرت محمد ﷺ کے مابین حائل ہو گئی۔ اُس بجلی میں اتنی شدید چمک تھی کہ میں سمجھا کہ میری آنکھوں کا نور جاتا رہا ہے میں نے اس بجلی سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیے تھے۔

اس دوران نبی اکرم ﷺ میری طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے بارعب آواز میں مجھے پکارا اور مجھے حکم دیا:

شیبہ میرے قریب آجاؤ۔

اور میں نے یوں محسوس کیا جیسے میں اُن کا غلام ہوں میں ادب واحترام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے قریب جا کھڑا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پہ رکھا اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی۔

اے میرے اللہ! شیبہ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ۔

میں اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں کو ابھی محسوس بھی نہ کر پایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اگلا حکم دیا شیبہ تلوار اٹھاؤ اور دشمن سے جنگ کرو۔ اور میں جیسے مسحور سا تھا میں نے تلوار اٹھائی اور اس شدت سے کفار کا مقابلہ کیا کہ اُن کی صفیں کی صفیں الٹ کے رکھ دیں۔ میں اس جوش وخروش سے کفار کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ اگر میرا باپ بھی سامنے آجاتا تو میں اُسے بھی قتل کر دیتا۔ پھر جنگ ختم ہوگئی بنو ہوازن کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جنگ کے بعد میں ایک طرف بیٹھا اپنے موجودہ رویے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اپنے اندر سے اٹھنے والی بے پناہ تبدیلیوں کی یلغار کو محسوس کر رہا تھا۔ تب میں نے جانا کہ میں تو نبی اکرم ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں اور میری وہ خواہش جسے اپنے دل میں پالے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا تھا اُس میں اب مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ جب جنگ کا شور ختم ہوا اور مسلمان مال غنیمت کے انبار سمیٹ رہے تھے تب میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں اپنے اُس خیال پہ شرمندہ سا تھا جسے لے کر میں مکہ سے مسلمان لشکر کے ہمراہ نکلا تھا تاہم مجھے اس بات کا اطمینان ضرور تھا کہ میری اُس بدنیت سے میرے سوا کوئی بھی آگاہ نہ تھا۔

مگر یہ میری غلط فہمی تھی۔

اس لیے کہ میں جونہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا اور نبی اکرم ﷺ نے رخ مبارک میری طرف موڑا تو ارشاد فرمایا:

اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو ارادہ فرمایا ہے وہ اس ارادہ سے کہیں بہتر تھا جو تو نے اپنے بارے میں کیا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے میرے دل میں چھپے ہوئے خیالات سے مجھ کو آگاہ

فرمادیا اور میں اس قدر شرمندہ تھا کہ مجھ سے سر نہ اٹھایا جاتا تھا۔

تاہم اس ایک بات نے میرے دل پہ پڑے وہ تمام پردے ہٹا دیئے جو میرے اور دین حق کے بیچ حائل تھے۔ چنانچہ میں نے بغیر کسی خوف اور لالچ کے اس بات کا اقرار کیا کہ آپ ﷺ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں جو دلوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی آگاہ رہتے ہیں اس لیے یارسول اللہ ﷺ میں آپ پہ ایمان لاتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کی محبت کا شکار ہونے والوں میں شیبہ اکیلے ہی نہ تھے بلکہ اُن لوگوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو اپنے دلوں میں نفرت اور انتقام کی آگ لیے نبی اکرم ﷺ کے سامنے آئے اور نبی اکرم ﷺ کی من موہنی صورت دیکھ کر اپنے ارادوں کو بھول گئے اور نبی اکرم ﷺ کے قدموں کی خاک بننے کو متاع غرور جاننے لگے۔

☼☼☼☼☼☼☼

عتبہ اور متعب رضی اللہ عنہ؛

یہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔ ابولہب اگر چہ نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا مگر اُس کی ساری زندگی نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں ہی گذر گئی تھی۔ وہ اپنی موت تک اسلام کا بدترین دشمن رہا تھا۔ فتح مکہ سے قبل ابو لہب وفات پا چکا تھا اور فتح مکہ کے بعد اُس کے بیٹے عتبہ اور معتب دوسرے مشرکوں کی طرح چھپتے پھر رہے تھے۔ فتح مکہ کو کئی روز گذر چکے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے بھائی کے دونوں بیٹے مجھے نظر نہیں آئے وہ کہاں گئے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ!

جس طرح دوسرے مشرک آپ ﷺ کے خوف سے روپوش ہو گئے ہیں اسی طرح عتبہ اور معتب بھی کہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُن کو ڈھونڈ کر میرے سامنے پیش کرو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عتبہ اور معتب کو کھوج لیا اور آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی انھوں نے بغیر کسی تردد کے کلمہ پڑھ لیا اُن کے اسلام

لانے سے نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ گہری خوشی کے آثار واضح ہوئے جنھیں محسوس کر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی خوش ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اِن دونوں بھائیوں کو اپنے دائیں بائیں کھڑا کیا اور بارگاہ الٰہی میں دیر تک اُن کے لیے دُعا کرتے رہے۔

ابولہب کے اِن فرزندوں کے سینے ایمان کی حلاوت سے آشنا ہوئے تو وہ نہایت سچے اور کھرے مسلمان بنے۔ روز حنین جب صحابہ کی اکثریت بھاگ کھڑی ہوئی تھی تب یہ دونوں بھائی ثابت قدم رہے تھے اور اُن چند لوگوں میں شامل رہے تھے جو بھاگے نہیں تھے یہ نبی اکرم ﷺ کے دائیں اور بائیں جانب سے لڑتے رہے تھے اور آنحضرت محمد ﷺ کی حفاظت کو انھوں نے اپنی جان سے عزیز تر جانا تھا اور یہی ایمان کی سب سے بڑی کسوٹی ہے جس پہ یہ دونوں بھائی پورے اترے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے خاندان یعنی بنو ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کا دامن تھامے رکھا چاہے انھوں نے اسلام قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ قبائلی عصبیت کی بنا پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آہنی دیوار کی طرح کھڑے رہے جو قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین استوار ہوئی۔ قریش چاہتے تھے کہ بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کی پشت پناہی سے باز آ جائیں تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو آسانی سے قتل کر سکیں مگر بنو ہاشم نے قریش پہ اس بات کو واضح کر دیا تھا چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ رسول اللہ ﷺ کی پشت پناہی سے تائب نہ ہوں گے تب یہ ابولہب اور اُس کے بیٹے ہی تھے جو بنو ہاشم میں سے ہوتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کی پشت پر کھڑے نہ ہوئے بلکہ انھوں نے قریش کو اختیار کیا۔ شعب کی ویرانیوں میں بھی جہاں سارے بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین سال تک محصور رہے ابولہب اور اُس کے بیٹے قریش کے ساتھ مکہ میں ہی رہے مگر رسول اللہ ﷺ کی شانِ شفقت کے کیا کہنے کہ آپ ﷺ نے ابولہب کے بیٹوں کو بھی معاف کر دیا۔

6 شوال 8 ھجری، بمطابق 27 جنوری 630ء

غزوہ حنین

نبی اکرم ﷺ فتح مکہ سے فارغ ہو چکے تھے اور حرم پاک کو اُس کی اصل ہیت میں بحال کیا جا چکا تھا۔ اللہ کا یہ گھر ازل سے توحید کا گہوارہ چلا آ رہا تھا کہ عربوں کی جاہلیت نے حرم پاک میں شرک کا طریق متعارف کرایا۔ تاہم اب وہ تاریک رات ڈھل چکی تھی اور حرم پاک میں اب صرف توحید کے نغمے تھے۔ عرب بالعموم اسلام قبول کر چکے تھے اور قریش کے اسلام قبول کر لینے کے بعد اب اُن کے پاس انکار کا جواز بھی نہ بچا تھا کیونکہ آج تک وہ قریش ہی کی پیروی اختیار کیئے ہوئے تھے اس لیے بیشتر عرب قبائل نے اب بھی قریش ہی کی پیروی کو ترجیح دی اور اسلام قبول کر لیا نبی اکرم ﷺ نے قریش کے ایک انیس سالہ نوجوان حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو شہر مکہ کا حکمران مقرر کر دیا تھا اور قریب تھا کہ آپ ﷺ مدینہ واپس لوٹ جاتے کہ بنو ہوازن کی طرف سے خبریں آنے لگیں کہ وہ شہر مکہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

بنو ھوازن ؛

بیس سال قبل جب نبی اکرم ﷺ نے شہر مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اہل عرب نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور صرف قریش تھے جو نبی اکرم ﷺ کے خلاف میدان عمل میں متحرک تھے باقی عرب نے خود کو اس معاملے سے الگ رکھا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسے قریش کا اندرونی مسئلہ جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بالآخر قریش آنحضرت محمد ﷺ پہ غالب آجائیں گے۔تاہم اللہ کی نصرت ہمیشہ سے اپنے انبیاء ورسل کے ساتھ رہی ہے اس لیے قریش کی شدید مخالفت کے باوجود نہ صرف قریش کے بہت سے نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا بلکہ عرب میں خال خال ہی سہی مگر دور تک اسلام کا نام لیا جانے لگا تھا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے دور دراز کے سفر کیے اور مکہ پہنچ کے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔اِن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور قبیلہ دوس کے سردار حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں اور نجران سے بھی عیسائیوں کے ایک وفد نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کیا تھا۔تب اہل مکہ کو احساس ہوا کہ یہ معاملہ اس قدر آسان نہیں جس قدر انھوں نے اسے آسان سمجھا ہے۔چنانچہ انھوں نے باہم مشاورت سے نبی اکرم ﷺ کے خاندان بنو ہاشم سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر دیا۔تاہم یہ سب رکاوٹیں اسلام کے اُس عظیم انقلاب کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں جو مقدر ہو چکا تھا۔جب اہل قریش نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا حتمی فیصلہ کیا اُس وقت مدینہ شہر مدینہ کے اہم قبائل اوس وخزرج کے دل اسلام کی روشنی سے منور ہو چکے تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور اس بات کا عہد کیا کہ جب تک اِن دو قبائل کا ایک بھی ذی روح سانس لیتا ہے وہ قریش کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی مدافعت کریں گے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے جہاں اسلام کو بہت جلد وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ اہل مکہ اس سے ہراساں ہو گئے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا تعاقب کیا اور بدر واحد اور خندق کے میدانوں میں ناکامی کے بعد چپ ہو کے بیٹھ رہے۔اسلام کی اس روز افزوں مقبولیت کو تمام عرب دیکھ رہے تھے اور تب اسلام کے خلاف خطہ عرب کی تین بڑی طاقتیں متحرک تھیں۔اول تو خود نبی اکرم ﷺ کا خاندان قریش تھا جو آئے روز مدینہ پہ حملہ کرتے رہتے،دوم شہر مدینہ کے یہودی تھے جن کا شہر مدینہ

سے مستحکم اقتدار ختم کر دیا گیا تھا اور تیسرے عرب کے وہ بدوی قبائل تھے جو دور صحراؤں میں مقیم تھے اور اُن کا پیشہ راہزنی تھا۔ اسلام سے اُن کی عداوت طبعی تھی اس لیے کہ اسلام اُن کے ذریعہ معاش پہ قدغن لگاتا تھا۔ بدوی قبائل اگرچہ متفرق تھے تاہم اُن میں بنو ہوازن بنو ثقیف بنو جشم اور بنو سعد بن بکر قابل ذکر طاقت تھے اور وہ اسلام کے خلاف متحرک بھی تھے۔ خاص طور پہ بنو ہوازن تو اول روز سے اسلام کے مخالف چلے آئے تھے مورخین نے اسلام سے اِن کی عداوت کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جنھیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

۱۔ بنو ہوازن عہد جاہلیت میں بھی قریش کے سخت دشمن تھے اور عربوں کی تاریخ میں حرب فجار کے نام سے جن جنگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ قریش اور ہوازن کے مابین ہی بپا ہوئیں تھیں جن میں سے آخری معرکے میں نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ شرکت کی تھی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ قریش کے اسلام قبول کر لینے اور مکہ کی فتح کے بعد بنو ہوازن کو اس بات کا احساس تھا کہ اب اُن کی باری ہے اس لیے کہ اسلام کے بڑے دشمن یہودی تباہ و برباد ہو چکے تھے اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے اب وہ آخری دیوار تھے جس کے منہدم ہونے کے بعد اسلام اور اہل عرب کے بیچ کچھ بھی حائل نہ رہتا۔

۳۔ اُن کا خیال تھا کہ چونکہ وہ کثرت میں ہیں اور فن حرب خاص طور پہ تیر اندازی میں اہل عرب میں اُن کا کوئی ثانی نہیں اس لیے مسلمانوں کو شکست دینا اُن کے لیے مشکل نہ ہوگا اور وہ مسلمانوں کو شکست دے کر عربوں کے ہیرو بن جائیں گے۔ اُن کا خیال تھا کہ قریش چونکہ رسول اکرم ﷺ کا اپنا خاندان تھا اس لیے اہل قریش نے جی جان سے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کیا چنانچہ وہ اپنے روزِ بازو کو آزمانے پہ تلے بیٹھے تھے۔

۴۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ بنو ہوازن کو اس بات نے بھی جنگ پہ آمادہ کیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بت خانے عزیٰ کو تباہ برباد کرا دیا تھا چنانچہ وہ تمام عرب قبائل جن کو عزیٰ کے ساتھ جذباتی وابستگی تھی وہ بنو ہوازن کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

۵۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب انھوں نے اپنے حلیف قبائل کو اسلام خاص طور پہ قریش کی مخالفت پہ ابھارا تو اُن کو توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی اور بنو ثقیف، بنو جشم، بنو سعد بن بکر، بنو ہلال،

بنونصر نے اُن کی حمایت کا اعلان کر دیا اور اپنی فوجی قوت بنوہوازن کے ماتحت دینے پہ بھی تیار ہو گئے۔

۞۞۞۞۞۞۞

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد کہ اب اُن کا مقابلہ مسلمانوں سے طے ہے بنوہوازن نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ بنوہوازن کے سردار عوف بن مالک نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے باہم مشاورت کے لیے بنوثقیف کے سردار کنانہ بن عبدیالیل کو بھی طلب کیا اس کے علاوہ بنوہوازن کے کئی حلیف قبائل بھی مشاورت کے اس عمل میں شریک ہوئے اور اس مشاورت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان تمام بدوی قبائل نے متفقہ طور سے مکہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بنوہوازن کو بنوثقیف کے علاوہ بنوجشم ، بنونصر، بنوہلال اور سعد بنوبکر کی حمایت بھی حاصل ہوگئی۔ بنوہوازن ہی کے دو اہم خاندانوں کعب اور کلاب نے اس جنگ میں کودنے سے گریز کیا تھا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بنوکعب کا سردار نہایت زیرک اور صاحب دانش فرد تھا جس کا نام ابن ابی براء تھا اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ بخدا ! تم لوگ جس قدر چاہے بھاگ لو محمد (ﷺ) تم پہ غالب آ کے ہی رہیں گے۔

علامہ زین دحلانی نے اپنی سیرت کی کتاب " **السیرۃ النبویہ** " میں لکھا ہے کہ بنوہوازن اور اُن کے حلیف قبائل کی تعداد تیس ہزار تھی[*39]۔ بنوسعد بن بکر جو عرب کا ایک طاقتور قبیلہ تھا اُس نے بنوہوازن کا ساتھ دینے کی حامی تو بھر لی اور مالک بن عوف کی سربراہی بھی قبول کر لی مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کی کہ مالک بن عوف ہمارے ایک عمر رسیدہ شخص درید بن الصمہ کے مشورے کا پابند ہوگا۔ درید بن الصمہ اُن کا شیخ تھا جس نے بہت سی جنگیں لڑیں تھیں اور اپنے وقت کا ماہر جنگجو جانا جاتا تھا وہ نہایت بہادر اور شجاع شخص تھا بنوسعد بن بکر اُس کی رائے کے خلاف نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ وہ بنوسعد بن بکر کے ساتھ آیا۔ بنوہوازن اور اُس کے حلیف اوطاس میں اکٹھا ہو رہے تھے۔ بنوہوازن کے سردار مالک بن عوف نے بنوہوازن کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور جانوروں کو ساتھ لے کر نکلیں۔

جب بنوسعد اوطاس میں داخل ہوئے تو اُن کے ساتھ درید بن الصمہ بھی تھا جو اگر چہ اب اندھا ہو

چکا تھا کہ وہ دوصدیاں اس دنیا میں گذار چکا تھا مگر اس کی دانش اب بھی مسلمہ تھی۔درید بن الصمہ کو ایک اونٹ کے ہودج میں بٹھایا گیا تھا جس میں عام طور پہ عورتیں بیٹھا کرتیں تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہایت سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے کسی قدر لاغر ہو چکا تھا جب وہ اپنے اونٹ پہ سوار بنو ہوازن کی لشکر گاہ میں داخل ہوا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا؟

یہ کون سی جگہ ہے؟

لوگوں نے اُس کو بتایا کہ یہ وادئ اوطاس ہے۔

اُس نے کہا!

یہ گھوڑوں کے لیے عمدہ سرزمین ہے جس میں نہ تیز اور نوکدار پتھر ہیں کہ گھوڑوں کے پاؤں زخمی کریں اور نہ ریت ہے جس میں گھوڑوں کے پاؤں دھنستے ہوں۔

درید نے اپنے کان اٹھائے اور کسی سے پوچھا؟

مجھے عورتوں کے چیخنے اور بچوں کے رونے کی آوازیں آ رہی ہیں بکریوں کے ممیانے اور گدھوں کے رینگنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔لوگوں نے درید بن الصمہ کو بتایا کہ مالک نے لوگوں سے کہا کہ ہے کہ وہ اپنے بال بچوں اور جانوروں کو اپنے ہمراہ لائیں۔

درید بن الصمہ نے کہا!

مالک کو بلاؤ!

مالک آیا تو درید بن الصمہ نے اُس سے پوچھا یہ تم نے کیا کیا ہے۔

مالک نے جواب دیا؛

میں نے لوگوں سے کہا ہے کہ وہ اپنے بیوی اور بچوں کو ساتھ لائیں تاکہ میدان جنگ میں وہ اپنے بیوی بچوں کا دفاع کریں اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں اس طرح میں نے ان کے فرار کا راستہ بھی روک دیا ہے۔

درید بن الصمہ نے کہا؛

اے اور بھیڑوں کے چرواہے۔

شکست کھا کر بھاگنے والے کو بھی کبھی کسی چیز نے روکا ہے؟

اگر تم نے جنگ جیتنی ہے تو تلواروں کی چمک اور نیزوں کی انیوں کی پھرتی کی بنا پہ جیتنی ہے اور اگر تمھیں شکست ہوئی تو تم صرف جنگ ہی نہیں ہارو گے بلکہ اپنی عزت بھی ہار جاؤ گے۔ اور کیا تم نہیں جانتے کہ تم کن کے مقابلے میں اترے ہو بخدا! محمد ﷺ بہت کریم النفس شخص ہیں اور انھوں نے سارے عرب کو روند ڈالا ہے یہودیوں کو اُن کے مستحکم قلعوں سے نکال باہر کیا ہے۔

مالک بن عوف خاموشی سے درید کی باتیں سنتا رہا۔

درید بن الصمہ نے اب پوچھا؟

بنوکعب اور بنوکلاب نے کیا کِیا؟

جواب دیا گیا کہ وہ تو اس جنگ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔

وہ تو کوشش اور شجاعت ہیں اُن کے بغیر تم کیا لڑو گے بخدا! اگر آج کا دن سربلندی اور سرفرازی کا دن ہوتا تو یہ دونوں قبیلے تمہارے ساتھ نکلتے۔ مالک بن عوف تیس سال کا ایک تیز مزاج نوجوان تھا جو حقیقت میں رموزِ حرب سے کچھ زیادہ آگاہ نہ تھا اس لیے جلد ہی وہ درید بن الصمہ کی باتوں سے اکتا گیا اور کہنے لگا۔ تم ایک بوڑھے شخص ہو جس کے پاس باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جس طرح تم بوڑھے ہو چکے ہو اسی طرح تمہاری باتیں بھی ناکارہ ہیں بخدا میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا۔

لوگوں نے اس بات پہ احتجاج کیا تو مالک ہتھے سے اکھڑ گیا اور اُس نے کہا؛

اے میری قوم کے لوگو میری بات مان لو ورنہ خدا کی قسم میں اپنی تلوار پہ اپنا سینہ ڈال دوں گا اور خود کو قتل کر ڈالوں گا۔

لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا!

تم رُک جاؤ ہم تمہاری بات مانیں گے۔

دوسری طرف درید بن الصمہ بھی لوگوں سے اپنی بات کہہ رہا تھا اُس نے لوگوں سے کہا؛

یہ شخص تمھیں ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے تمہاری عورتوں کی عزت و آبرو خاک میں ملانا چاہتا ہے تمہاری اولاد کو غلامی سے دوچار کرنا چاہتا ہے بخدا! تم دیکھنا کہ جب جنگ کی چکی چلے گی تو یہ تمھیں مسلمانوں کی تلواروں کی نوک پہ چھوڑ کے بھاگ اٹھے گا اور طائف کے مضبوط قلعے سے پہلے نہ رکے گا اس لیے تم لوگوں کے لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ کہ میں اسی میں خیر دیکھتا

ہوں۔

مگر بنو ہوازن چونکہ اکثریت میں تھے اس لیے لوگوں نے درید بن الصمہ کی پر دانش باتوں کو نظر انداز کر دیا اور جنگ پہ تُل گئے۔درید نے جب دیکھا کہ لوگوں نے اُس کی بات نہیں مانی تو وہ افسردہ ہو گیا تاہم اُس کے دل میں اپنی قوم کا درد تھا اس لیے اُس نے کہا مالک کو بلاؤ۔

مالک آیا تو اُس نے کہا!

اگر چہ تم نے میری کوئی بات نہیں مانی تاہم سن لو اگر تم مسلمانوں سے جنگ ہی کرنا چاہتے ہو تو اپنے لشکروں سے بہترین تیر اندازوں کو روانہ کر دو اور انھیں مسلمانوں کے راستے میں پڑنے والی گھاٹیوں اور کمین گاہوں میں چھپا دو کہ جب مسلمان اُن کی زد میں آئیں تو وہ اُن پہ حملہ کر دیں جب مسلمان اُن کی طرف متوجہ ہوں تو تم سامنے سے مسلمانوں پہ حملہ کر دینا۔

مالک نے درید کے اس مشورے کو قبول کر لیا اور تیز اندازوں کو ضروری ہدایات کے ساتھ اُن وادیوں کی طرف روانہ کر دیا جہاں سے مسلمانوں کے لشکر نے گذرنا تھا۔اور دوسری طرف مکہ تھا جہاں اللہ کے سپاہی اُس کے نام کو بلند کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

لشکر اسلام کی روانگی؛

نبی اکرم ﷺ نے سنا کہ بنو ہوازن مکہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن سے مشاورت کی جس میں طے پایا کہ ہمیشہ کی طرح اس سے قبل کہ دشمن ہم پہ حملہ کرے ہمیں اُس پہ حملہ کر دینا چاہیے۔چنانچہ جہاد کا اعلان کر دیا گیا اور مسلمان جوش و جذبے سے سرشار جہاد کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔نبی اکرم ﷺ اُن کے راہنما اور کماندار تھے اور حقیقی راہنماؤں اور کمانداروں پہ ذمہ داری کہیں زیادہ ہوتی ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو جب بتایا گیا کہ ہتھیاروں کی قلت ہے نقد رقوم کی بھی ضرورت ہے جس کا انتظام کیا جانا ضروری ہے تو نبی اکرم ﷺ پریشان ہو گئے اور عملی اقدامات کی طرف راغب ہوئے۔کسی نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس کافی ہتھیار ہیں چنانچہ صفوان بن امیہ کو طلب کیا گیا اور اُس سے

کہا گیا ہم ایک بڑے دشمن سے برسرِ پیکار ہیں اس کے لیے ہمیں تمہارے ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔صفوان بن امیہ ابھی تک اپنے آبائی دین پہ تھا اور اسلام کی روشن اور واضح تعلیمات سے اس کا دل منور نہ ہوا تھا اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ کی بات کو پوری طرح نہ سمجھ سکا اور کہنے لگا آپ مجھ سے میرے ہتھیار چھیننا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا نہیں بلکہ ہم تو صرف عاریتاً لینا چاہتے ہیں جنگ کے بعد تمہارے ہتھیار تمہیں واپس مل جائیں گے اور اگر اُن ہتھیاروں میں کچھ ٹوٹ گئے یا جنگ میں کام آ گئے تو ہم اُن کی قیمت ادا کریں گے۔

صفوان بن امیہ نے کہا! اس میں تو کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ اُس نے مسلمان لشکر کو ایک سو زرہیں دیں اور نیزوں کا ایک انبار مسلمانوں کے حوالے کیا۔

ازاں بعد نبی اکرم ﷺ نے جنگی اخراجات کے لیے امرائے قریش سے قرض لیا جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار درہم، حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درہم اور عبداللہ بن ربیعہ سے بھی چالیس ہزار درہم قرض لیا اور ایک لاکھ تیس ہزار درہم کی یہ کثیر رقم جنگ کی تیاریوں پہ خرچ کر دی۔نادار صحابہ کے لیے سواری اور ہتھیار خریدے گئے لشکر کے لیے زادِ راہ کا اہتمام کیا گیا اور دیگر ضروری اخراجات پورے کئے گئے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ!

صفوان بن امیہ کی زرہوں کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے بھی تین ہزار نیزے اس جنگ کے لیے عاریتاً لیے۔اِن امور سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حسب عادت اپنے جاسوسوں کو روانہ کیا تا کہ وہ دشمن کے متعلق معلومات حاصل کریں اس مقصد کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ بنو ہوازن کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں قیام کریں اُن کے لشکر میں گھل مل جائیں اور ضروری معلومات حاصل ہونے کے بعد فوراً واپس لوٹ آئیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ بغیر کسی تاخیر کے روانہ ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق وہ دشمن تک پہنچتے ہی اُن کے لشکروں میں شامل ہو گئے اور اتنے بڑے لشکر میں شامل ہونا چنداں دشوار نہ تھا وہ حالات پہ کڑی نظر رکھے ہوئے تھے اور اپنے مطلب کی باتوں کو نوٹ کر رہے تھے۔ ایک رات حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو موقع ملا اور وہ بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف کے خیمے کے بالکل پاس پہنچ گئے جہاں وہ اپنے حلیفوں کے ساتھ متوقع جنگ کے متعلق بات چیت کر رہا تھا۔ مالک کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ نے آج تک کسی بہادر قوم کا سامنا نہیں کیا بلکہ وہ ہمیشہ ایسی قوموں سے مصروف پیکار رہے ہیں جو فن حرب و ضرب سے نا آشنا تھے۔ اس کے بعد اُس نے اپنے جنگی منصوبے کا تذکرہ بھی کیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت فیصلہ کیا کہ اب اُن کو واپس لوٹ جانا چاہیے اور وہ مکہ لوٹ آئے۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور جو کچھ دیکھا سنا تھا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گوش گذار کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ شاید انھی کا انتظار کر رہے تھے اس لیے کہ اگلی صبح اسلامی لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ چھ شوال آٹھ ہجری کو مکہ سے روانہ ہوئے اور آپ کی منزل حنین نامی وہ چشمہ تھا جو مکہ سے بمشکل پندرہ میل دور رہا ہوگا اور اسی چشمے کی مناسبت سے اس ساری وادی کو حنین کہا جانے لگا تھا جہاں عرب کی ایک تندخو قوم آباد تھی جنھیں بنو ہوازن کہا جاتا تھا بنو ہوازن کا نسب یہ ہے۔

"ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن الیاس بن مضر"

نبی اکرم ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے تو امہات المومنین میں سے حضرت اُم سلمٰی اور حضرت میمونہ ہمراہ تھیں۔

نبی اکرم ﷺ کے لشکر کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے مورخین نے بیان کیا ہے کہ دس ہزار کا لشکر تو وہ تھا جو مدینے سے آپ ﷺ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار وہ اہل قریش تھے جنھوں نے فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا۔ نو مسلم لشکر کے علاوہ بہت سے دیگر اہل قریش بھی اس جنگ میں مسلمانوں کے ہمراہ ہو گئے جنھوں نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا اور اُن کی عورتیں تھیں اور دیگر لوگ تھے جو جذبہ جہاد سے تو نا آشنا تھے مگر مال غنیمت کے لالچ میں لشکر اسلام کے ہمراہ نکل آئے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بارہ ہزار لوگ تھے اور یہ اسلام کا سب سے بڑا لشکر تھا جو آج تک کسی مہم کے لیے نکلا ہو اسی لیے تو راستے میں کسی صحابی کے منہ سے نکل ہی گیا کہ آج ہمیں کوئی تعداد کی قلت کی

بنا پہ شکست نہیں دے سکتا۔ جب یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ کو نہایت ناگوار گذری اس لیے کہ مسلمانوں نے تو ہمیشہ قلت اور کثرت کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جہاد کیا تھا اور مسلمان ہمیشہ نصرت خداوندی کے ہی طلبگار رہے تھے مگر آج کچھ لوگوں نے نصرت خداوندی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی کثرت کو کامیابی کی بنیاد قرار دیا تھا اور یہ اُن کی بہت بڑی غلطی تھی جس پہ قرآن حکیم کی یہ آیات اتاریں گئیں۔

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ۹ ؛ آیات ؛ ۲۷-۲۵)

ترجمہ؛

"اللہ اس سے پہلے بھی بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اُس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اُس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پہ تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکنیت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اللہ درگذر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

☼☼☼☼☼☼☼

قریش کا اسلام ابھی نیا تھا اور اُن میں بہت سے ایسے تھے جن کے دلوں میں جاہلیت تھی اس لیے

جب وہ ایک خاص مقام پہ پہنچے جہاں ایک درخت تھا جس کو عرب مقدس جانتے تھے اُس درخت کو عرب "**ذات انواط**" کہا کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے جب اُن کو کوئی معرکہ درپیش ہوتا تو وہ اپنے ہتھیار اس درخت کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ جب اپنے لشکر کے ساتھ اُس درخت کے پاس سے گذرے تو مکہ کے نومسلموں نے نادانی میں نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ذات النواط کی طرح کا کوئی درخت ہمارے لیے بھی مقدس قرار دے دیں جس سے ہم برکت حاصل کریں۔ یقینی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو قریش کی اس جاہلیت سے نہایت دُکھ پہنچا مگر انبیاء ورسل کے ساتھ اُن قوموں کا معاملہ ایسا ہی ہے وہ ہمیشہ انبیاء ورسل کو دکھ پہنچاتے رہے ہیں اور اللہ کے رسول ہمیشہ صبر ہی کرتے رہے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے آزردگی کے باوجود اُن کی اس جہالت پہ صبر کیا اور فرمایا! سبحان اللہ

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ قُلْتُمْ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ "

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا !

اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ تم نے بھی وہی بات کہی ہے جو موسیٰ کی قوم نے اُن سے کہی تھی کہ قوم بنی اسرائیل نے جب ایک مشرک قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمائش کی اُن کے لیے ایک بت گھڑا جائے تو حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کی جاہلیت کا انتہائی برا منایا اور اُن سے کہا تم تو ایک نہایت جاہل قوم ہو"۔

☼☼☼☼☼☼☼

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے جو وادی ہوازن میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

نبی اکرمﷺ دلدل نامی ایک خچر پہ سوار تھے۔

حضرت سہل بن حنظلیہ سے امام حلبی نے روایت کی کہ!

ہم دشمن کی طرف بڑھتے رہے حتی کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا نبی اکرمﷺ نے صحابہ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی نبی اکرمﷺ نے سلام پھیرا تو ایک سوار اُن کے قریب ہی اترا اور عرض کی یارسول اللہﷺ میں لشکر اسلام کے اگلے حصے میں تھا میں نے ایک پہاڑ پہ چڑھ کے دیکھا کہ بنوہوازن اپنی عورتوں بچوں اور جانوروں سمیت وادی میں جمع ہو چکے ہیں۔

نبی اکرمﷺ نوارد کی بات سن کے ہلکے سے مسکرائے اور فرمایا؛

کل انشاءاللہ یہ سب چیزیں تم کو حاصل ہو جائیں گی۔

☼☼☼☼☼☼☼

جنگ ، فتح ، واپسی ؛

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے لشکر اسلام کے دستوں میں مختلف پرچم تقسیم کئے۔ نبی کرمﷺ نے قریش کو تین جھنڈے عطا فرمائے۔ایک جھنڈا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سونپا۔ایک جھنڈا حضرت علی ابن طالبؓ کو سونپا۔ایک جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے حوالے کیا۔انصارِ مدینہ میں سے بنواوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیرؓ کے حوالے کیا گیا جبکہ بنوخزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذرؓ کو عطا کیا گیا۔اگلی صبح نبی اکرمﷺ حنین کی وادی میں داخل ہوئے۔وہ منگل کا دن اور شوال کی دس تاریخ تھی جس روز حنین کا میدان سجا! پیر کے روز عوف بن مالک کے تین جاسوس عوف تک پہنچے تو وہ تھرتھر کانپ رہے تھے اُن کے پسینے چھوٹ رہے تھے اور اُن کی زبان سے لفظ نہ نکلتا تھا۔لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ انھیں کیا ہوا ہے تو انھوں نے بمشکل تمام بتایا کہ انھوں نے دیکھا کہ وہ سفید ابرق کی طرح بلند قامت ابلق گھوڑوں پہ سوار ہیں اور وہ سوار کسی اور ہی دنیا کے آدمی معلوم ہو رہے تھے ہم نے اُن کے قریب ہونا چاہا تو خوف کی ایک شدید لہر نے ہم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور انھوں نے جب ہماری طرف دیکھا تو اُن کی آنکھوں کی چمک سے ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہمارے جوڑوں کو الگ کر دیا گیا ہو۔

انھوں نے لوگوں سے کہا؛

بخدا! تم کبھی اُن لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے جس قدر جلد ممکن ہو بھاگ جاؤ۔عوف بن مالک نے اِن کو جھڑکا اور اپنے سب سے بڑے سورما کو آگے روانہ کیا تا کہ وہ حالات کا جائزہ لے ۔وہ سورما لشکر سے نکلا اور گھوڑا بھگاتا ہوا اُس طرف گیا جس کی نشاندہی عوف بن مالک کے جاسوسوں نے کی تھی ۔مگر وہ تھوڑی ہی دیر بعد واپس آ گیا اُس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ انتہائی خوفزدہ تھا لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ کیا ہوا مگر بہت دیر تک وہ کسی کی بات کا جواب دینے کے قابل نہ رہا۔

پھر جب بولا تو اُس نے بھی وہی کہا جو مالک کے پہلے جاسوس کہہ چکے تھے۔

مالک بن عوف نے لوگوں سے کہا اِن تینوں کو لشکر سے الگ کر دو مبادا یہ سارے لشکر کو خوفزدہ کر دیں۔مالک بن عوف اگر چہ اب کسی حد تک پریشان تھا مگر پھر جنگ کرنے کی خواہش نے اِس پہ غلبہ پالیا اور وہ دوسری باتوں میں محو ہو گیا۔دوسری صبح نیم سحر تھی جب مسلمانوں کا لشکر حنین کی وادیٔ میں داخل ہوا۔

مسلمان لشکر حنین کے کوہستانی دروں اور پر پیچ گھاٹیوں کے بیچ رواں تھا اور اس بات سے بے خبر تھا کہ انھی وادیوں میں دشمن اُن کی گھات میں بیٹھا ہے۔

چنانچہ جب مسلمانوں کا لشکر پوری طرح گھاٹی میں داخل ہو گیا اور دشمن کی زد میں آیا تو اچانک ہی اُن پہ ہر طرف سے تیروں کی بارش کر دی گئی۔

مسلمان اس غیر متوقع حملے کے قطعی تیار نہ تھے اس لیے جلد ہی اُن کے قدم اکھڑ گئے اور لشکر کا ہر اول دستہ واپسی کے لیے مڑا تو باقی لشکر بھی منتشر ہو گیا۔

تب اللہ کے رسول ﷺ ڈٹے رہے اور اُن کے ساتھ محض چند لوگ تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس اچانک حملے نے مسلمان لشکر کو حواس باختہ کر دیا تھا اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب سے گذرتے ہوئے پسپا ہو رہے تھے اور اُن کو کوئی خیال نہ تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں۔

بعض صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

دشمن کی تیز اندازی اس قدر گھنی اور مسلسل تھی کہ ہمارے لیے آنکھیں کھولنا تک دشوار ہو رہا تھا ہمیں

کچھ پتا نہ تھا کہ ہمارا رخ دشمن کی طرف ہے یا ہم پیچھے کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

مورخین نے اس پسپائی کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ پسپا ہونے والے لوگوں میں اکثریت اُن لوگوں کی تھی جنھوں نے ابھی ابھی یعنی فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا جب انھوں نے دیکھا کہ دشمن نے اُن پہ حملہ کر دیا ہے تو وہ واپسی کے لیے بھاگے اور اُن کے بھاگنے کی وجہ سے لشکر انتشار کا شکار ہو گیا اس لیے کہ بھاگنے والے اس قدر سراسیمہ تھے کہ انھوں نے پیچھے آنے والے لشکروں کو بھی پیچھے دھکیل دیا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ بیان کیا گیا کہ اِس وقت اُن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت ابوسفیان بن حارث، جعفر بن ابوسفیان، فضل بن عباس، ربیعہ بن حارث، اسامہ بن زید اور ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے اور نبی اکرم ﷺ کو اپنے گھیرے میں رکھا تا کہ دشمن کا کوئی تیر اُن تک نہ پہنچ سکے۔

دشمن اب بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔

اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہی حضرت ایمن بن عبید شہید ہو گئے۔

تب نبی اکرم ﷺ بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد ابن عبداللہ ہوں، میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔

نبی اکرم ﷺ اپنے خچر پہ سوار تھے اور خچر کی لگام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ننگی تلوار لہراتے ہوئے دشمن کو للکار رہے تھے اور بڑھ بڑھ کر اُن پہ حملہ کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی طرف اُن کی پشت تھی اور وہ جانبازی سے دشمن کے حملوں کو روک رہے تھے اور اُن کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھنے سے روک رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا!

یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے تایا حارث کا بیٹا ابوسفیان ہے۔

یارسول اللہ ﷺ! اس کی خطائیں معاف فرما دیں اور اس سے راضی ہو جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اس کے بعد میں اس سے راضی ہوں اے میرے اللہ تو بھی اس سے راضی ہو جا!

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ!

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو آوازیں دے رہے ہیں مگر صحابہ آپ ﷺ کی آواز نہیں سن رہے تھے اور وہ حواس باختہ سے بھاگ رہے ہیں۔

تب قریش میں سے کچھ لوگوں کے دلوں کا میل باہر آ گیا اور وہ مسلمانوں کی اس پسپائی پہ خوش نظر آتے تھے۔

چنانچہ ابوسفیان نے کہا؛

بھاگنے والا یہ لشکر اب سمندر سے پہلے رکنے والا نہیں ہے۔

ایک اور شخص جس کا نام کلدہ بن حنبل بیان کیا گیا ہے اپنے خبث باطن کو نہ چھپا سکا اور زور سے پکارا؛

لوگو! اسلام کا جادو ٹوٹ گیا ہے۔

صفوان بن امیہ نے اُس کو جھڑکا اور کہا؛

اے بد بخت شخص خاموش ہو جا ہمارے لیے مسلمانوں کا چرواہا بن جانا اس سے بہتر ہے کہ ہم بنو ہوازن کے غلام بن جائیں۔

امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ!

تب ایک بدوی صفوان بن امیہ کے پاس سے گذرے اور کہا؛

صفوان تمہیں خوشخبری ہو کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے۔

صفوان جو ابھی تک اپنے آباء کے دین پہ تھا مگر صاحب دانش تھا اس لیے اُس نے اس شخص سے کہا کیا تو مجھے قریش پہ دیہاتی گنواروں کو حکمران ہونے کی خوشخبری دے رہا ہے تو تجھ پہ افسوس ہے۔

اسی دوران حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے کہا؛

معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کوئی محمد ﷺ کو شکست نہیں دے سکتا۔

سہیل بن عمرو نے جل کے جواب دیا؛

ابھی اس بات کو زیادہ وقت نہیں گذرا کہ تم محمد ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے سہیل کی یہ بات سن کے حضرت عکرمہ بن ہشام مسکرائے اور فرمایا؛

وہ تب کی بات تھی جب ہم بے دین تھے ہماری عقلوں میں فتور تھا اور ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے

اور تمہاری عقل میں تو خیر یہ خرابی ابھی تک باقی ہے۔ حضرت عکرمہ بن ہشام ﷛ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ سہیل بن عمرو ابھی تک اپنے آبائی دین پہ تھا۔ سہیل بن عمرو کو حضرت عکرمہ بن ہشام کی یہ بات کسی تیر کی طرح لگی اور چند دن بعد ہی انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ یاد رہے کہ یہ باتیں اُس وقت کی گئیں جب مسلمان بنو ہوازن کے اچانک حملے سے گھبرا کر منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے اور دشمن کی بے پناہ یلغار کا مقابلہ کر رہے تھے۔ کچھ دیر گذری ہوگی کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ عباس ﷛ میرے اصحاب کو پکارو! اور نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ دوسرے صحابہ کی نسبت میری آواز قدرے بلند تھی۔ امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ قدرت نے حضرت عباس ﷛ کو اس قدر بلند آواز عطا فرمائی تھی کہ اُن کی پکار آٹھ میل تک سنی جاتی تھی۔ کہا گیا کہ اُن کے بیٹے مکہ کی ایک وادئ غابہ میں اپنے اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلے پہ تھی چنانچہ اگر حضرت عباس ﷛ اپنے بیٹوں کو آواز دینا چاہتے تو وہ سلع پہاڑی پہ چڑھ کے اپنے بیٹوں کو پکارتے اور وہ دوڑتے ہوئے چلے آتے تھے۔

چنانچہ حضرت عباس ﷛ نے بلند آواز سے صحابہ رسول کو پکارا اور کہا؛

اے بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ کے کہاں بھاگے جا رہے ہو۔

اے بنو خزرج رسول اللہ ﷺ کی طرف مڑو۔

اے بنو اوس رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ۔

اے بیری کے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والو واپس پلٹو۔

اے بقرہ اور آل عمران کے وارثوں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹو۔

بہت سے صحابہ نے بیان کیا کہ!

جب ہم نے حضرت عباس ﷛ کی پکار سنی تو ہمیں کچھ ہوش آیا کہ ہم نے کیا کر دیا ہے اور ہمارا رخ کس طرف ہے اور جب ہمیں اس بات کا پتا چلا کہ ہم تو میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے بھاگ رہے ہیں تو شرمندگی کے ایک گہرے احساس نے ہمیں گھیر لیا اور ہم نے بے اختیار ہو کے پکارا!

لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ نَحْنُ مَعَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

پھر تو جس کے کان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی صدا اتری وہ بے اختیار ہو کے پلٹا!

اور اُس نے کہا! میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ

بے فکر ہو جایئے یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

لوگ پلٹے اور اس بے اختیاری سے پلٹے کہ جس کو اپنا اونٹ موڑنے میں دقت محسوس ہوئی اُس نے اتنا انتظار کرنا بھی مناسب نہ جانا کہ اُس کا اونٹ مڑ جائے وہ اپنی ڈھال کو ہاتھ میں لیتا تلوار کو گلے میں حمائل کرتا اور اپنے اونٹ سے چھلانگ لگا دیتا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑنا شروع کر دیتا۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پکار سننے کے بعد انصاری مسلمان پروانوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ رہے تھے اور اُن کی بے چینی ایسی تھی جیسی اپنے بچے کو مشکل میں دیکھ کر اونٹنی اُس کی طرف لپکتی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ سو لوگ اُن کے گرد اکٹھے ہو چکے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے اِن کو حکم دیا

'فوراً دشمن پہ حملہ کر دو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ اور پیچھے مڑ کے مت دیکھو!

حکم ہوتے ہی صحابہ بھوکے شیروں کی طرح دشمن پہ جھپٹے۔

لمحہ بہ لمحہ مزید صحابہ اُن کے ساتھ آ کے مل رہے تھے تھوڑی دیر بعد ہی مسلمانوں اور بنو ہوازن میں گھمسان کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اب جنگ کا تندور پوری طرح بھڑک اٹھا ہے۔

مسلمان اب پوری طرح محو ہو چکے تھے اور اپنی روایتی شجاعت پہ اتر آئے تھے وہ وقتی پسپائی کو فراموش کر چکے تھے اور اب اُن کا مقصد صرف اور صرف اپنے دشمن کو سرنگوں کرنا تھا اور اُن کی تلواریں دشمن کے جسموں کو چیر رہی تھیں اور بجلی کی طرح چمکتی تھیں اُن کے نیزے برق و رعد تھے اور دشمن کے جسموں میں سوراخ کر رہے تھے۔ اور جب مسلمانوں نے استقامت دکھائی تو فرشتے قطار اندر قطار اُن کی معاونت کے لیے اترنے لگے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بدر کے بعد حنین کے میدان میں ملائکہ نبی اکرم ﷺ کی مدد کو اترے معرکہ حنین کے روز پانچ ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کی گئی قرآن حکیم اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

تَـرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ۹ ؛ آیات ؛ ۲۷۔۲۶)

ترجمہ؛

پھراللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پراور مومنین پر نازل فرمائی اوروہ لشکرا تارے جوتم کونظر نہ آتے تھےاور منکرین حق کوسزادی کہ یہی بدلہ ہےاُن لوگوں کے لیے جوحق کاانکارکریں (تم یہ بھی دیکھ چکے ہوکہ) اس طرح سزادینے کے بعداللہ جس کوچاہتاہےتوبہ کی توفیق بھی بخش دیتاہےاللہ درگذرکرنے والااوررحم فرمانے والاہے“۔

☼☼☼☼☼☼☼

جب جنگ کی چکی چل چکی تونبی اکرمﷺ نےحسب روایت اپنے ہاتھ اٹھائےاور بارگاہ ایزدی میں درخواست گذارہوئے۔

آپﷺ نےفرمایا!

”اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُكَ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ لَا يَنْبَغِیْ اَنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْنَا اَللّٰھُمَّ كُنْتَ وَاَنْتَ حَیٌّ لَا تَمُوْتُ تَنَامُ الْعُيُوْنُ وَ تَنْكَدِرُ النُّجُوْمُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَيُّوْمٌ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ اَللّٰھُمَّ اِنْ تَشَاْ اَنْ لَّا تُعْبَدَ بَعْدَ الْيَوْمِ اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ اِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ“۔

ترجمہ؛

اے اللہ! جس نصرت کا تونے میرے ساتھ وعدہ فرمایاہےمیں تجھےاس کاواسطہ دیتاہوں ۔الٰہی یہ تیری شان کے شایاں نہیں کہ وہ مشرک ہم پہ غالب آجائیں۔الٰہی توازل سے ابد تک رہےگا۔توزندہ جاوید ہے تجھےموت نہیں آسکتی۔آنکھیں سوجاتی ہیں ستارے اپنی چمک کھوبیٹھتے ہیں لیکن توحی وقیوم ہے،تجھےنہ نیندآتی ہےنہ اونگھ الٰہی کیاتیری یہ مرضی ہے

کہ تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے سب تعریفیں تیرے لیے ہیں ہم تیری ہی جناب میں اپنے دردوالم کا شکوہ کرتے ہیں اور تجھی سے مدد کی درخواست کرتے ہیں"۔

☼☼☼☼☼☼☼

نبی اکرم ﷺ دُعا سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے دائیں جانب کچھ آہٹ سی محسوس کی دیکھا تو وہ حضرت جبرائیل تھے اور وہ آواز اُن کے پروں سے آرہی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کی! یارسول اللہ ﷺ آج اللہ نے آپؐ کے دل پہ جو دُعا القا کی ہے یہ وہی دُعا ہے جو اللہ نے حضرت موسیٰ پہ اا تاری تھی۔

یارسول اللہ ﷺ جس طرح آج میں آپؐ کے دائیں جانب کھڑا ہوں اسی طرح کبھی میں موسیٰ کے دائیں جانب کھڑا تھا اور انھوں نے یہ دُعا پڑھی تھی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرعون مصر کے لشکروں پہ غلبہ عطا فرمایا تھا۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کے کان میں کچھ کہا؛

اور نبی اکرم ﷺ نے زمین سے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور اُسے کفار کی طرف پھینک دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دفعتاً بنو ہوازن کو شکست ہوگئی۔

اُن میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کی آنکھوں میں اُن کنکریوں کی چبھن نہ ہو جو رسول اللہ ﷺ نے اُن کی طرف پھینکی تھیں۔ چنانچہ اب اِن اندھوں کو جو دراصل عقل کے بھی اندھے تھے مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور اُن کو اتنا ہوش بھی نہ تھا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ سکتے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اُس روز تنہا میں نے بنو ہوازن کے بیس لوگوں کو قتل کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے اُس سورما کو قتل کیا جو بہت سے مسلمانوں کو زخمی کررہا تھا اور مسلمان اُس سے دور بھاگ رہے تھے اس لیے کہ وہ لوہے میں غرق تھا اور مسلمانوں کے وار اس پہ اثر نہ کرتے تھے اور اُس نے بنو ہوازن کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔

امام سہیلی نے ابوقتادہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ!

کہ حضرت قتادہ نے کہا میں نے ایک مشرک کو دیکھا وہ اپنے ایک مشرک ساتھی کی مدد کے لیے آگے

بڑھا جو ایک مسلمان سے مصروف جنگ تھا میں اُس کی طرف بڑھا اور میں نے تلوار سے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا مگر اُس نے دوسرے ہاتھ سے میری گردن کو جکڑ لیا اور اس قدر دبایا کہ مجھے موت کی بو آنے لگی پھر جب اُس کا بہت سا خون بہہ گیا تو وہ گرا مگر میں بے حد تھک چکا تھا اور خود کو جنگ کرنے کے قابل نہ پاتا تھا۔

قریش مکہ میں سے کوئی شخص گذرا اور اُس نے اس شخص کے سامان پہ قبضہ کر لیا اگرچہ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ مال واپس دلا دیا کہ دراصل اس شخص کو میں نے قتل کیا تھا۔

بنو ہوازن بدترین شکست سے دوچار ہوئے۔

اُن کا سردار مالک بن عوف میدان جنگ سے بھاگا اور طائف کے قلعے میں پہنچنے سے پہلے نہ رکا۔ اُن کا لشکر منتشر ہو گیا لشکر کا ایک حصہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا اور دوسرا اوطاس میں جمع ہونے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے نخلہ کی طرف بھاگ جانے والوں کو نظر انداز کیا مگر اوطاس میں جمع ہونے والے لشکر کے تعاقب کا حکم دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اُن کی بیوی اُم سلیم بنت ملحان بھی ساتھ تھی ابوطلحہ نے دیکھا کہ اُم سلیم نے اپنی کمر کے ساتھ خنجر اُڑس رکھا ہے تو انھوں نے اُم سلیم سے دریافت کیا؟

یہ کیا ہے؟

تو اُم سلیم نے کہا! بخدا اگر کسی کافر نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو اس کا پیٹ کھول دوں گی۔

یارسول اللہ ﷺ دیکھیں اُم سلیم کیا کہہ رہی ہے۔

رسول اکرم ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کے مسکرا دیئے۔

اُم سلیم نے کہا! یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پہ قربان ہوں آپ اُن لوگوں کے قتل کا حکم کیوں نہیں دیتے جو بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس گناہ کو معاف فرما دیا ہے اس لیے اب ان کے لیے مزید کسی سزا کی ضرورت نہیں۔

جنگ کے اس مرحلے میں چار مسلمان شہید ہوئے۔

تاہم جب مسلمان بھاگ گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف چند لوگ ہی رہ گئے تھے اور دشمن کی طرف سے شدید حملہ کیا جارہا تھا اُن کے بے شمار تیر مسلمانوں کی طرف آرہے تھے تب حضرت علی، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن ابوعوفہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوگئے تھے۔ زخمیوں میں حضرت ایمن بن عبید بھی شامل تھے جو جانبر نہ ہو سکے اور شہید ہوگئے۔ جب مسلمانوں نے بنوہوازن پہ حملہ کیا تب یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہ، سراقہ بن حارث بن عدی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوگئے۔ کفار کے ستر لوگ قتل ہوئے اور جب وہ بھاگے تو مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور تین سو کے قریب لوگوں کو قتل کیا گیا۔ بنوہوازن کے ساتھ اس معرکے میں مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت حاصل ہوا، جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ جنگی قیدیوں میں چھ ہزار عورتیں اور بچے شامل تھے۔

چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں تھیں جو مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔

چار ہزار اوقیہ چاندی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

گدھوں اور گھوڑوں کی بھی ایک معقول تعداد مسلمانوں کے ہاتھ لگی مگر اُن کی تفصیلات مورخین نے مہیا نہیں کیں۔ میدان جنگ میں نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کی لاش دیکھی تو نہایت ناراضگی کا اظہار کیا اور صحابہ سے کہا!

خالد کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو!

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کے قتل سے منع کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت کو جعرانہ کے مقام پہ بھجوا دیا اور ایک لشکر اوطاس کی طرف روانہ کیا جس کا امیر حضرت ابوعامر الاشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

✿✿✿✿✿✿✿

معرکہ اوطاس :

حنین کے چشمے سے بھاگ جانے والا بنوہوازن اور اُن کے حلیفوں کا لشکر کئی سمتوں میں بکھر گیا۔ اُس کا ایک حصہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا، دوسرا اوطاس میں جمع ہوا جن کی قیادت اب درید بن

الصمہ کر رہا تھا اور بنو ہوازن کا سردار مالک بن عوف ایک دستے کے ہمراہ طائف کے مضبوط قلعوں میں جا چھپا۔ نبی اکرم ﷺ نے ابو عامر الاشعری کو اوطاس کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ وہاں جمع ہونے والے مشرکین کو منتشر کر سکیں۔

ابو عامر الاشعری اوطاس کے مقام پہ پہنچے اور دشمن کو گھیر لیا۔

دشمن اگرچہ بہادری سے لڑا تاہم اُسے بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا!

انفرادی مقابلوں میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابو عامر اشعری نکلے اور دشمن کو للکارا، دشمن کا ایک شخص سامنے آیا اور حضرت ابو عامر الاشعری کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے بعد اُس کا بھائی نکلا اور وہ بھی حضرت ابو عامر الاشعری کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اُس معرکے میں نو سگے بھائی حضرت ابو عامر الاشعری کے مقابل نکلے اور اُن کے ہاتھوں سے قتل ہوتے رہے پھر اُن کا دسواں بھائی سامنے آیا تو حضرت ابو عامر الاشعری نے معمول کے مطابق اسے بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اُس نے کچھ دیر سوچا اور مقابلے سے ہٹ گیا بعد میں اُس نے اسلام قبول کر لیا نبی اکرم ﷺ جب کبھی بھی اس شخص کو دیکھتے تو کہتے یہ تو ابو عامر کا بھگوڑا ہے۔

حضرت ابو عامر الاشعری نے اگرچہ اُن نو بھائیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کیا تھا مگر اُن سے مقابلے کے دوران خود ابو عامر الاشعری کا جسم بھی لہولہان ہو چکا تھا اس لیے وہ جب گرے تو اُن کو اُن کے بھتیجے حضرت ابو موسیٰ الاشعری نے اٹھایا حضرت ابو عامر الاشعری نے اپنے بھتیجے ابو موسیٰ سے کہا!

رُک جاؤ مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے رسول اللہ ﷺ تک میرا سلام پہنچانا اور اُن سے کہنا میری مغفرت کے لیے دُعا کریں۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو امیر مقرر کیا اور خود شہادت کی خلعت اوڑھ لی۔

اور تب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔

کفار زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور بدترین شکست سے دوچار ہوئے جب وہ شکست کھا چکے تو حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے دیکھا کہ کوئی عورت ایک ہودج میں سوار ہے اور بھاگنا چاہتی ہے وہ دوڑ کے گئے اور اِس سوار کو روکا۔ اور اُس ہودج میں کوئی عورت نہیں بلکہ بنو سعد بن بکر کا سن رسیدہ شیخ درید بن الصمہ تھا۔

حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے اُس کے اونٹ کی نکیل پکڑی تو درید بن الصمہ نحیف سی آواز میں بولا!

تم کیا چاہتے ہو۔

حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے کہا تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔

درید بن الصمہ نے پوچھا؟

تم کس قبیلے سے ہو!

حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے کہا میں ربیعہ السلمی ہوں۔

اس کے بعد حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے درید بن الصمہ پہ حملہ کیا مگر اُن کا وار اچٹ گیا۔

درید بن الصمہ جو اندھا تھا ہولے سے مسکرایا اور کہا!

تمہاری ماں نے تمہیں جس اسلحہ سے لیس کیا ہے وہ بالکل ناکارہ ہے سنو میرے ہودج کے پیچھے میری تلوار لٹکی ہے وہ لو اور اُس سے مجھے قتل کرو اور میری گردن کو ایک ہی وار سے کاٹنا کہ میں جب جوان تھا تو دشمن کو ایک ہی وار میں ہلاک کیا کرتا تھا اور جب تم مجھے قتل کر دو تو اپنی ماں سے جا کر کہنا میں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا ہے۔ حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے اُس کے ہودج سے تلوار نکالی اور اُسے قتل کر دیا اس کے بعد جب وہ اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے اپنی ماں کو بتایا کہ میں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا تھا۔

اُس کی ماں نے کہا!

درید ہمارا محسن تھا عہد جاہلیت میں اُس نے ہم پہ کئی احسانات کئے تھے اس لیے اگر تم اُسے قتل نہ کرتے تو بہتر تھا۔

مگر حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی جو دین توحید کے نشے میں تھے بولے۔

ماں وہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا اس لیے میں نے اُسے قتل کیا تب اگر چہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اُس نے کبھی ہم پہ کوئی احسان کیا تھا تاہم بخدا اگر مجھے اس کا علم بھی ہوتا تب بھی میں اُسے نہ چھوڑتا کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کا دشمن تھا۔

کفار اب اوطاس سے بھی بھاگ رہے تھے اور اُن کو یہاں بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے بدترین

شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس مقام پہ بھی مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا تھا جسے لے کر وہ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا اور اُن کی خواہش بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے گوش گذار کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا فرمائی۔

اے اللہ! روز محشر اُسے اسی حالت میں اٹھانا جس میں وہ شہید ہوئے ہیں اور جنت میں اسے عزت کی جگہ عطا فرمانا۔ نبی اکرم ﷺ نے اوطاس کے معرکے سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو بھی جعرانہ بھجوا دیا جو مکہ سے شمال کی جانب پندرہ میل دور ایک مقام تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت کا منتظم مقرر کیا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ قیدیوں سے احسن سلوک کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ابو مسعود بن عمرو غفاریؓ کو حکم دیا کہ قیدیوں کے ساتھ درشتی کے ساتھ پیش مت آنا، قیدیوں کے لباس اور اُن کی خوراک کا خاص خیال رکھنا، عورتوں اور بچوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا، اُن سے انسانوں جیسا سلوک کرنا کیونکہ وہ انسان ہیں۔

بنو ہوازن کی اس شکست کے بعد عرب میں ایک نئے دور کا آغاز ہونے جا رہا تھا کیونکہ یہ آخری طاقت تھی جو عربوں میں سر اٹھانے کے قابل بچی تھی اب وہ بھی سرنگوں ہو چکی ہو تھی اور اسلام کے اُس نئے عہد کا آغاز ہو رہا تھا جس میں اُس نے قیصر و کسریٰ کی متمدن اور مہیب طاقتوں کو للکارنا تھا۔

بنو ثقیف ؛

شاید ہم نے ذکر نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے بنو ہوازن کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو سلیم کے دو سو سواروں پہ امیر مقرر کیا اور وہ لشکر اسلام کا ہراول دستہ تھا جس کی دھول دشمن کو اس بات کا پتا دیتی تھی کہ اب وہ اُن لشکروں کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جن کی مدد کے لیے آسمانوں سے ملائکہ اترتے ہیں۔ بنو ہوازن جب میدان چھوڑ کر بھاگے تو مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے

اُن میں سے کچھ نخلہ کی طرف بھاگ گئے، کچھ نے اوطاس کا رخ کیا اور بنو ہوازن کا سردار مالک بن عوف اپنے بہت سے سواروں کے ساتھ طائف کے مضبوط قلعوں میں جا چھپا اور بنو ثقیف سے مل کر پھر سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ دوسری طرف نبی اکرم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ دشمن کی طاقت مجتمع ہو اور وہ پھر سے مسلمانوں کے لیے دردِ سر بنیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو اوطاس کی طرف روانہ کیا جہاں مسلمانوں نے دشمن کو بدترین شکست سے دوچار کیا۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو ذوالکفل کی طرف روانہ کیا جہاں عربوں کا بت تھا جس کو وہ ذوالکفل کہتے تھے اور ذوق و شوق سے اُس کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو جلا دیا کیونکہ وہ لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ اس بت کا پروہت عمرو بن حممہ تھا جو بے بسی سے اپنے بت کو جلتا ہوا دیکھ رہا تھا، مگر وہ بے بس تھا کہ اب اُس کے بت کی خدائی کو کبھی تسلیم نہ کیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اپنے سواروں کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں یہی حکم دیا تھا اور وہ لشکرِ اسلام کے ساتھ آملیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُن کے دستے سمیت طائف کی طرف بھاگے ہوئے بھگوڑوں کے تعاقب کا حکم دیا گیا۔ تاہم طائف عرب بھر میں وہ واحد شہر تھا جس کے گرد مضبوط شہر پناہ تھی۔ شہر طائف کے گرد اس دوہری فصیل کو سنگِ خارا سے تعمیر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ انتہائی مضبوط تھی اور شہر کے دروازے بھی انتہائی مضبوط تھے جنھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا راستہ روکا۔ تاہم انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور بنو ثقیف کو للکارا کہ کوئی اُن سے مقابلے کے لیے اترے۔

مگر بنو ثقیف نے اُن سے کہا نہ ہم تم سے مقابلے کے لیے اتریں گے نہ کبھی شہر کا دروازہ کھولیں گے ہمارے پاس کئی سال کے لیے سامانِ خورد و نوش موجود ہے اگر تم کئی سال تک انتظار کر سکتے ہو تو پھر اُس وقت کا انتظار کرو جب ہم اس بات پہ مجبور ہو جائیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے قلعے کا دروازہ کھولیں تب تم اپنے ارمان پورے کر لینا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنو ثقیف کے انکار کے بعد صحابہ کے ایک گھڑ سوار دستے سمیت شہر پناہ کے گرد چکر لگایا اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں وہ آسانی کے ساتھ نقب لگا سکیں تاہم انھیں شہر پناہ میں کوئی کمزوری نظر نہ آئی۔

تب انھوں نے بنو ثقیف کو مشاورت کے لیے پکارا؛

مگر انھوں نے اس بات سے بھی انکار کیا۔

☼☼☼☼☼☼☼

طائف کی تاریخ؛

طائف عرب کا متمدن شہر تھا۔آج بھی وہ ملک عرب کا ایک بڑا اور اہم شہر ہے۔اس شہر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مورخین نے کئی روائتیں بیان کی ہیں۔علمائے انساب نے بیان کیا ہے کہ دمون بن صدف جو قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا تھا اور حضر موت کا شہری تھا نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔

تب وہ اپنا وطن چھوڑ کے بھاگ نکلا اور بنو ثقیف کے ہاں آٹھہرا۔

دمون نے بنو ثقیف سے کہا؛

کیوں نہ میں تمھارے شہر کے گرد ایک دیوار بنا دوں جو تمھیں دوسروں سے محفوظ اور بے نیاز کر دے۔اِس طرح اُس نے طائف کے گرد شہر پناہ بنا دی لوگوں نے اس دیوار کے گرد گھوم کے اس کی مضبوطی کو جانچا تو دیوار کے اس طواف سے اس شہر کا نام طائف پڑ گیا۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمان سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ؛

''بعض مفسرین نے اس شہر طائف نام کی یہ وجہ ذکر کی ہے کہ سورۃ ''ن'' میں اللہ تعالیٰ نے جس باغ کا ذکر فرمایا وہ یہی شہر طائف ہے۔حضرت جبرائیل امین نے اس باغ کو جڑ سے اکھیڑا تو باغ رات کی طرح ہو گیا اس کی جگہ صبح کو اسی طرح رہی پھر جبرائیل امین اسے مکہ مکرمہ لے آئے۔بیت اللہ شریف کے گرد اسے گھمایا پھر اس باغ کو وہاں رکھا جہاں آج طائف کا شہر ہے تو اس کا نام باغ پر چکر لگانے اور گھمانے کی وجہ سے طائف پڑ گیا۔وہ باغ صنعاء سے چند فرسخ دور ضروان کے مقام پہ تھا یہی وجہ ہے کہ طائف میں ایسا پانی اور درخت ہیں جو ارد گرد کے علاقہ میں نہیں۔اس باغ والوں کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے تھوڑا عرصہ بعد ہوا۔

امام برہان الدین حلبی اس ضمن لکھتے ہیں؛

''طائف ایک بڑا شہر تھا اور اس وقت بھی وہ ایک بڑا شہر ہے جس میں انگوروں اور کھجوروں کے ساتھ دیگر پھل بھی کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ طائف ملک عرب کا انتہائی زرخیز اور شاداب علاقہ ہے وہ صحرائے عرب کی بسیط وسعتوں میں اُس یاقوت کی طرح ہے جس کا رنگ سبز ہو۔ اس علاقے کی آب و ہوا بہت عمدہ ہے اور عرب کے جھلستے صحراؤں میں یہ کسی خنک جنت کی طرح ہے۔ ایک اور قول کے مطابق اس شہر کی تاریخ یوں بیان کی جاتی ہے کہ دراصل یہ شہر شام کا ایک شہر تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب لق ودق عرب میں اللہ کا گھر تعمیر کیا تو اِس کی آبادی اور زرخیزی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور اپنے اللہ سے التجا کی کہ اے میرے مالک ملک شام کے اس سرسبز و شاداب شہر کو ملک عرب میں منتقل کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اس دُعا کو شرف قبولیت بخشا اور حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ اس شہر کو اٹھا کے ملک عرب میں منتقل کر دیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین پہ اترے اور اس شہر کو اٹھانے سے پہلے انھوں نے اس کے گرد ایک چکر لگایا اسی وجہ سے اس شہر کا نام طائف پڑ گیا اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے اس شہر کو اٹھایا اور ملک عرب میں اُس جگہ رکھ دیا جہاں اب یہ شہر موجود ہے۔

شہر طائف کے متعلق یہ روایات ہم نے طوعاً کرہاً نقل تو کر دی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی کوئی سند ہمارے پاس نہیں جسے ہم پیش کر سکیں بلکہ ہمارے نزدیک اس شہر کی تاریخی حیثیت سے جو بھی روایات اوپر پیش کی گئی ہیں وہ کچھ زیادہ مستحکم نہیں۔

طائف شہر کی تاریخ کے بارے میں اس روایت کے متعلق ہمیں قدرے اطمینان ہے جسے ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

امام سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے:

''کہ وہ قیس بن منبہ تھا اسی کو بعد میں ثقیف کہا گیا اُس نے اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کر دیا اور وہ قوم ایاد تھی پھر وہ حجاز کی طرف بھاگ گیا تب اس کا گزر ایک یہودی عورت کے پاس سے ہوا جس نے قیس کو پناہ دے دی۔ قیس اس عورت کے پاس طویل عرصہ ٹھہرا رہا پھر جب وہ اس کے پاس سے روانہ ہوا تو اُس عورت نے قیس کو انگور کی کچھ بیلیں دیں اور اُسے کہا اسے اس قسم کی زمین میں گاڑ دینا۔ قیس عدوان کے علاقے میں آیا اور بنو عدوان تب وہاں مقیم تھے جہاں اب شہر طائف

ہے۔قیس نے وہاں ایک لڑکی دیکھی جو عامر بن ضرب العدوانی کی لونڈی تھی جس کا نام سخیلہ تھا جو اس وقت وہاں بکریاں چرا رہی تھی۔قیس نے اس لونڈی سے بکریاں چھیننے کا ارادہ کیا جسے سخیلہ نے بھانپ لیا اور قیس سے کہا؛ کیوں نہ میں تمھیں اس سے بہتر راہ دکھاؤں جو تیرے دل میں ہے۔ میرے مالک عمرو بن عامر الضرب العداوانی کے پاس چلے جاؤ اور اس کی امان حاصل کرو اور وہ بہت بڑا سخی ہے۔قیس نے عامر سے پناہ طلب کر لی جو عرب رواج کے مطابق اسے مل گئی۔ کچھ عرصے بعد عامر نے اپنی بیٹی زینب کی شادی قیس سے کر دی جس سے قیس کی اولاد بڑھی اور قیس کی اولاد ہی بنو ثقیف کہلائی۔ابن جریر طبری کے علاوہ علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں بھی اس روایت کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

☼☼☼☼☼☼☼

طائف کا محاصرہ ؛

نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام سمیت اپنا رخ طائف کی طرف کیا۔حضور اکرم ﷺ ۱۱ شوال ۸ ہجری کو حنین سے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔نخلہ، یمانیہ، قرن اور ملیح کی بستیوں سے گزرتے ہوئے اسلامی لشکر الرعا کے مقام پہ پہنچا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اسی مقام پہ پہلی بار کسی شخص کو قتل کے بدلے قتل کی سزا دی گئی۔ بنی لیث کے آدمی نے بنو ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔صحابہ نے قاتل کو پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مقتول کے ورثا کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دیت قبول کریں یا قصاص لے لیں۔مقتول کے ورثا نے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ پہلا شخص تھا جو قتل کے جرم میں قتل کیا گیا۔راستے میں نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک قبر سے ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے استفسار پہ بتایا کہ یہ قبر ابو رغال کی ہے جس کا تعلق قوم ثمود سے تھا وہ حرم میں تھا جب قوم ثمود پہ اللہ کا عذاب اترا تو جو پتھر ابو رغال کے مقدر میں تھا اُس نے ابو رغال کو کھوجا تو جانا کہ وہ حدودِ حرم میں ہے اس لیے وہ پتھر زمین و آسمان کے بیچ معلق ہو گیا۔ جب ابو رغال اپنے کام سے فارغ ہوا اور حدودِ حرم سے باہر آیا تو وہ پتھر اس پہ آ گرا اور یہ ہلاک

ہو گیا یہ وہی جگہ ہے جہاں اُس پتھر نے ابو رغال کو ہلاک کیا تھا اور یہیں اس کی قبر بنی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ لیہ کی وادیٔ میں پہنچے جہاں بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف النصری کا ایک محل تھا جسے نبی اکرم ﷺ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا۔

لیہ کے مقام پہ ہی نبی اکرم ﷺ نے نماز ظہر ادا کی۔

عصر کے آخیر وقت نبی اکرم ﷺ نخب کے مقام پہ پہنچے اور بیری کے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ صحابہ نے فرمایا اس درخت کو "**الصدرة**" کہا جاتا تھا۔ اسی مقام پہ بنو ثقیف کے ایک شخص کا نخلستان تھا اور مکان تھا نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اس شخص سے کہو باہر نکل آئے اور اطاعت قبول کرے۔

صحابہ کی دعوت پہ اُس شخص نے انکار کیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا اس شخص کے مکان کو آگ لگا دو صحابہ نے اُس شخص کا مکان جلا دیا وہ شخص بھاگ گیا۔

اگلے روز نبی اکرم ﷺ طائف پہنچے اور فصیل شہر کے قریب ہی پڑاو ڈالا؛

تاہم لشکر اسلام بنو ثقیف کے تیر اندازوں کی زد میں تھا اس لیے شام کو جب بنو ثقیف کے تیر اندازوں نے مسلمانوں پہ تیر اندازی شروع کی تو کئی مسلمان اس حملے میں زخمی اور شہید ہوئے۔ جب تیر اندازی رکی تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو وہاں سے خیمے اکھاڑنے کا حکم دیا اور اُس جگہ قیام کیا جو بنو ثقیف کے تیر اندازوں کی زد میں نہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اُم المومنین حضرت اُم سلمی اور حضرت میمونہ تھیں اُن کے لیے دو خیمے نصب کیے گئے رات کو نبی اکرم ﷺ نے انھی دو خیموں کے بیچ نماز ادا کرتے رہے۔ جب بنو ثقیف نے اسلام قبول کیا تو ٹھیک اسی جگہ خود بنو ثقیف کے جوانوں نے مسجد تعمیر کی جو آج تک وہاں موجود ہے اس مسجد کے بانی کا نام امیہ بن عامر بن وہب بیان کیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا مگر بنو ثقیف محفوظ و مطمئن تھے۔

عمرو بن امیہ ثقفی جو بنو ثقیف کا ایک شاطر شخص تھا نے اپنی قوم کو اس بات کی ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کبھی کھلے میدان میں نہ اتریں بلکہ محصور ہی رہیں اسی میں اُن کی بھلائی

ہے۔مسلمان باہر سے اُن پہ تیر برساتے اور بنو ثقیف قلعے کی شہر پناہ سے مسلمانوں پہ تیر برساتے۔

امام ابن کثیر نے حضرت عمرو بن عنسبہؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طائف کے محاصرے کے روز نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا؛ جو شخص اپنا تیر طائف کے قلعے تک پہنچائے گا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔چنانچہ میں نے اُس روز سولہ تیر طائف کی فصیل کے پار پھینکے۔

نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا؛

جو شخص راہ خدا میں تیر چلائے گا اُس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا[40*]۔

غرض اسی طرح کئی روز گزر گئے اور اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

ایک روز نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ شہر کی فصیل کے پاس جائے اور اعلان کرے کہ جو شخص قلعے سے اتر آئے اور اسلام قبول کرلے اسے امان حاصل ہوگی۔

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اس دعوت پہ قلعے سے تئیس لوگ اترے چونکہ وہ ایک چرخی کے ذریعے شہر پناہ سے اترے تھے اس لیے اُن میں سے جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اُس کو نبی اکرم ﷺ نے ابوبکرہ کے نام سے پکارا وہ حارث بن کلدہ کا غلام تھا۔اسی طرح دوسرے لوگوں میں سے بھی اکثر غلام تھے نبی اکرم ﷺ نے اُن تمام غلاموں کو آزاد کردیا اور ہر شخص کو ایک صحابی کے حوالے کیا اور صحابہ کو ہدایت کی کہ اِن نومسلموں کے لباس اور خوراک کا خاص خیال رکھا جائے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ؛

طائف کا محاصرہ جاری تھا لوگ بغیر کسی نتیجے کے دشمن سے برسرِ پیکار تھے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ اپنے خیمے میں تشریف لائے جس میں اُم المومنین حضرت اُم سلمٰی قیام پذیر تھیں تو آپ ﷺ نے سنا کہ ایک ہیجڑہ حضرت اُم سلمٰی کے بھائی عبداللہ سے کہہ رہا تھا اگر قلعہ فتح ہوگیا تو بادیہ بنت غیلان کو مت چھوڑنا کہ اُس کے حسن کا یہ عالم ہے کہ سامنے سے اُس کے پیٹ میں چار بل پڑتے ہیں جو پیچھے سے آٹھ دکھائی دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو اس ہیجڑے کی بات سخت ناگوار گزری اُس کا نام مانع تھا۔مدینہ میں مانع کے علاوہ دو

اور ہیجڑے بھی تھے جن کے نام ہیت اور ہذم تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو شہر مدینہ سے نکال دیا تھا۔ پھر صحابہ نے آپ ﷺ کو بتایا یا رسول اللہ ﷺ وہ بھوکے مر جائیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو صرف جمعے کے روز شہر آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ جمعے کے روز مدینہ آتے اور مانگ تانگ کر واپس چلے جاتے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد وہ مدینہ چلے آئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انھوں نے انھیں پھر شہر سے نکال دیا۔

محاصرہ جاری تھا تو ایک دن حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اُدھر فارس میں جب ہم کسی مضبوط قلعے کو فتح کرنے کے لیے نکلتے تو اس کی شہر پناہ پہ منجنیق سے بمباری کیا کرتے تھے اس طرح ہمیں کامیابی حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ بعض صحابہ نے بیان کیا کہ خود حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ہی صحابہ کی مدد سے ایک منجنیق تیار کی مگر زیادہ محقق بات یہ ہے کہ وہ وہی منجنیق اور دبابے تھے جو نبی اکرم ﷺ کو خیبر کے قلعوں سے حاصل ہوئے تھے۔

چنانچہ مسلمانوں نے منجنیق نصب کی اور فصیل شہر پہ پتھر گرانا شروع کر دیئے۔

دوسری طرف مسلمان دبابوں میں بیٹھ کر بھی قلعے کی دیوار میں نقب لگانے کی کوشش کرتے رہے مگر ایک دن اہل طائف نے لوہے کی آگ میں سرخ کی گئی گرم سلاخیں مسلمانوں کے دبابوں پہ گرائیں جو دبابے کی چمڑے کی چھتوں کو کاٹ کر مسلمانوں تک پہنچیں اور کئی مسلمان زخمی ہو گئے۔ دوسرے مسلمان گھبرا کر دبابوں سے باہر آئے تو فصیل شہر سے آنے والے تیروں کی زد میں آ کر زخمی ہو گئے اس طرح دبابے میں بیٹھ کر نقب لگانے کا منصوبہ بھی ناکام ہو گیا اور منجنیق کے پتھر بھی طائف شہر کی دوہری شہر پناہ کو منہدم کرنے میں ناکام رہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اِن کے باغات کاٹ دو جو فصیل شہر کے باہر دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

بنو ثقیف نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے اُن کے کھجوروں کے نخلستان اور انگوروں کی بیلوں کو کاٹنا شروع کر دیا ہے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو قرابت داری کا واسطہ دیتے ہوئے اس امر سے باز رہنے کی درخواست کی۔

علامہ زرقانی کی تحقیق کے مطابق بنوثقیف کا نبی اکرم ﷺ سے ننھیالی رشتہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن قصی تھا اور برہ کی والدہ کا نام حبیب بنت اسد تھا اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف تھا اور برہ کی والدہ کا نام قلابہ بنت حرث تھا اور قلابہ کی والدہ کا نام ہند بنت یربوع تھا جو قبیلہ بنوثقیف کی ایک خاتون تھیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اُن کے نخلستان اجاڑنے سے روک دیا اور فرمایا میں ان کو اللہ اور قرابت داری کی وجہ سے معاف کرتا ہوں۔ اس کے بعد عینیہ بن حصن فزاری نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بنوثقیف میری تکریم کرتے ہیں اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں انھیں اسلام کی دعوت دینے کے لیے اُن کے قلعے میں جاؤں۔

نبی اکرم ﷺ نے عینیہ بن حصن فزاری کو اس امر کی اجازت عطا فرما دی۔

عینیہ بن حصن فزاری کی ساری زندگی اسلام دشمنی میں گزری تھی وہ ایک بد باطن اور احمق شخص تھا نبی اکرم ﷺ نے اسی شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ وہ احمق شخص ہے جس کی اطاعت میں دس ہزار تلواریں ہیں۔

اب اگرچہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا تاہم اُس کا خبث باطن بدستور باقی تھا اور اسی بنا پہ اُس کا دل کبھی بھی اسلام کی روشنی سے حقیقی طور پہ منور نہ ہوا آخر وہ طلیحہ اسدی نامی جھوٹے نبی پہ ایمان لے آیا تھا اور ایک مرتد کی موت مرا۔

وہ بنوثقیف کے ہاں اترا اور انھوں نے اسے عزت سے نوازا۔

عینیہ نے کہا؛

بظاہر میں تمھارے ہاں رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کے اترا ہوں مگر حقیقت میں مجھے اُن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ میری ساری ہمدردیاں اپنی قوم کے ساتھ ہیں اُس نے بنوثقیف سے کہا کہ مسلمان اس محاصرے سے اکتائے ہوئے ہیں اس لیے تم لوگ ڈٹے رہو۔

پھر وہ لوٹ آیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

میں نے اُن کو اسلام کی دعوت دی ہے جنت کی بشارت سنائی ہے دوزخ کے عذاب سے آگاہ کیا ہے مگر وہ میری کسی بات کو ماننے پہ تیار نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں ؛تم نے تو اُن سے کہا کہ ڈٹے رہو مسلمان اکتا چکے ہیں اور وہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

عینیہ بن حصن فزاری سکتے میں آ گیا اُس کا منہ کھل گیا اور آواز کہیں حلق میں ہی اٹک گئی کافی دیر بعد اُس نے خود کو سنبھالا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے اس عمل پہ شرمندہ ہوں اور اپنے رب سے معافی کا درخواست گزار ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے توقف فرمایا اور خاموش ہو رہے کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے اُس نے کبھی بھی دل سے توبہ نہیں کی۔

☼☼☼☼☼☼☼

واپسی؛

نبی اکرم ﷺ کے خیمے میں عربوں کا ایک صاحب دانش شخص نوفل ابن معاویہ دیلمی داخل ہوا نبی اکرم ﷺ نے اُن سے محاصرہ طائف کے بارے میں رائے طلب کی۔

انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ

لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے اگر آپ ﷺ ٹھیرے رہیں تو اسے پکڑ لیں گے چھوڑ دیں تب بھی وہ آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے پہ قادر نہیں۔

محاصرے کو کافی دن بیت گئے تھے کہ ایک دن حضرت عثمان ابن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یا رسول اللہ ﷺ

اگر قلعہ فتح ہو گیا تو بادیہ بنت غیلان کے زیورات مجھے عطا فرمایئے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا مگر مجھے تو ابھی تک بنو ثقیف پہ حملے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت خولہ بنت حکیم نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے خولہ بنت حکیم سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو ثقیف پہ حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہﷺ پھر ہمارے یہاں ٹھیرے رہنے کا کیا جواز ہے کیوں نہ میں کوچ کا اعلان کر دوں۔

نبی اکرمﷺ نے مختصر جواب دیا؛

کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان بعض صحابہ کو نا گوار گزرا کہ وہ فتح یا بنو ثقیف کے ساتھ جنگ کیے بغیر یہاں سے نہ جانا چاہتے تھے۔

کچھ لوگ نبی اکرمﷺ کے خیمے کے پاس جمع ہو گئے اور اونچی اونچی آواز میں باتیں کرنے لگے۔

نبی اکرمﷺ باہر تشریف لائے اور اُن سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں انھوں نے کہا ہم کسی فیصلے تک پہنچے بغیر اس جنگ کو ختم نہیں کرنا چاہتے۔

تو پھر حملے کی تیاری کرو۔

نبی اکرمﷺ نے مختصر جواب دیا اور اپنے خیمے میں واپس تشریف لے گئے۔

اگلے روز مسلمانوں نے حملہ کیا بنو ثقیف کی بے پناہ تیراندازی سے کئی مسلمان شہید ہو گئے اور بہت سے زخمی ہو گئے اور وہ پیچھے ہٹ آئے۔

نبی اکرمﷺ نے ایک بار پھر کوچ کا حکم دیا۔

اور اب صحابہ نے تیزی سے اپنے خیمے اکھیڑنے شروع کر دیئے جس کو دیکھ کر نبی اکرمﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا؛

لوگ کس قدر جلد اپنی رائے کو بدل لیتے ہیں۔

اُس روز زخمی ہونے والے لوگوں میں قریش کے سردار حضرت ابوسفیان ابن حرب بھی شامل تھے بنو ثقیف کے تیراندازوں کا کوئی تیر اُن کی آنکھ میں گھس گیا تھا جس کی وجہ سے اُن کی آنکھ بہہ کر اُن کی گال پہ لٹک رہی تھی۔

وہ اسی حالت میں نبی اکرمﷺ کے سامنے حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

اے ابوحنظلہ؛

اگر تو چاہے تو میں تیری یہ آنکھ دوبارہ واپس لگا دوں اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت کی بشارت دوں۔ حضرت ابوسفیان نے اپنی گال پہ لٹکی ہوئی آنکھ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے کھینچ کر پرے پھینک دیا اور فرمایا اس آنکھ کے بدلے میں مجھے جنت منظور ہے۔ حضرت ابوسفیان کی دوسری آنکھ بھی اسلام کی راہ میں کام آئی جنگ یرموک میں انھوں نے اپنی دوسری آنکھ بھی اللہ کی راہ میں گنوا دی۔ حضرت ابوسفیان کا دین پختہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی راہنمائی ہدایت وفلاح کی طرف فرمائی۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو سفر کے آغاز میں حسب معمول بارگاہ رب العزت میں دُعا فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کا وعدہ سچا ہے اُس نے اپنے بندوں کی مدد فرمائی اور اُس اکیلے نے احزابی لشکر کو شکست دی۔

اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے اور فرمایا؛

اے اللہ؛ ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی اور اسی کی تعریفیں کرتے ہیں کہ صرف وہی اس بات کا سزاوار ہے۔

کچھ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بنو ثقیف کے لیے بددعا فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ آٹھائے اور دُعا فرمائی۔

اے اللہ؛ بنو ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور اُن کو میرے پاس لے آ۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ دُعا پوری ہوئی اور بنو ثقیف اپنے پاؤں پہ چل کر رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا قلاوہ اپنی گردن میں ڈالنے کے لیے شہر مدینہ میں اترے۔

شہدائے طائف؛

جنگ کے اول روز کچھ لوگ شہید ہوئے اور جنگ کے آخری روز بھی کچھ صحابہؓ شہید ہوئے۔مورخین نے تحریر کیا ہے کہ طائف کا محاصرہ بیس روز تک قائم رہا اس دوران نبی اکرم ﷺ قصر نماز ہی ادا کرتے رہے۔طائف کے محاصرے کے دوران بنوثقیف کی بے پناہ تیراندازی سے نبی اکرم ﷺ کے قبیلے قریش سے سات صحابہ نے جام شہادت نوش کیا انصار مدینہ میں سے بنوخزرج کے تین لوگوں کو اس سعادت سے نوازا گیا اور بنولیث کا ایک آدمی بنواوس کا ایک آدمی شہادت سے سرفراز ہوا اس طرح یہ کل بارہ لوگ تھے جو اس معرکہ میں شہید ہوئے امام سہیلی نے شہدائے طائف کے متعلق مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ؛

شہدائے قریش میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ ۔

حضرت عرفطہ بن حباب رضی اللہ عنہ ۔

حضرت عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ ۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ۔

حضرت عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہ ۔

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ۔

حضرت سائب بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ ۔

اور حضرت اخوہ عبداللہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں

حضرت جلیحہ بن عبداللہ شامل کا تعلق بنولیث سے تھا۔

جبکہ بنوخزرج کے شہدا حضرت منذر بن عبداللہ، حضرت قیم بن ثابت، حضرت ثابت بن جزعہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

بنواوس میں سے صرف ایک آدمی حضرت حارث بن سہل رضی اللہ عنہ شہید ہوا۔

زخمیوں کی تفصیل مورخین نے فراہم نہیں کی اگرچہ طائف کے محاصرے کے دوران کم از کم سو افراد زخمی ہوئے تھے۔

تاہم اسلامی لشکروں کی اسی جانبازی کی وجہ سے دین اسلام کا پرچم دور دور تک بلند ہوا اور لوگ دین

اسلام کی عافیت میں آتے گئے۔طائف کا یہ محاصرہ اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس معرکے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے عربوں سے کوئی جنگ نہیں لڑی بلکہ اب اسلامی لشکروں نے رومیوں اور ایرانیوں کو للکارنا تھا۔

☼☼☼☼☼☼☼

صخر ابو العالیہ؛

امام ابن کثیر نے ابن داؤد سے روایت کی ہے کہ حضرت صخر بن عیلہ الاحمسی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے بنوثقیف کا محاصرہ کیا ہے تو وہ اپنے سواروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی معاونت کے لیے نکلے جب وہ طائف پہنچے تو نبی اکرم ﷺ طائف کا محاصرہ اٹھا کے جعرانہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے تب صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ تب تک بنوثقیف کا محاصرہ کیے رکھیں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بات مان کر اپنے قلعوں سے نیچے نہ اتر آئیں۔چنانچہ انھوں نے بنوثقیف کا محاصرہ کرلیا اور اسے تب تک جاری رکھا جب تک کہ ۹ ہجری میں بنوثقیف نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ نہ کرلیا۔بنوثقیف جب اپنے قلعوں سے اترے تو حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف اپنا قاصد روانہ کیا کہ بنوثقیف نے اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے میں اُن کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ آرہا ہوں۔

صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ کا قاصد جب مسجد نبوی میں اترا اور نبی اکرم ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی تو نبی اکرم ﷺ نے صخر بن عیلہ الاحمسیؓ کے لیے دس بار دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاَحْمَسَ فِیْ خَیْلِھَا وَرِجَالِھَا

اے اللہ؛"احمس کے سواروں اور پیادوں میں برکت عطا فرما"

چنانچہ بنوثقیف نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کرلیا۔تب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ؛ صخر نے میری پھوپھی کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ کو حکم دیا کہ وہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کو آزاد کر دیں کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد کسی بھی قوم کا خون اوراموال محفوظ ہو جاتے ہیں۔

حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ نے حکم رسالت کی تعمیل کی۔

اغلب یہ کہ اسی ملاقات میں حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ بنوسلیم اپنے چشموں کو خالی کر کے جا چکے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ہم کو اجازت دیں تو میں اپنی قوم کے ساتھ اِن چشموں پہ مقیم ہو جاؤں۔ نبی اکرم ﷺ نے اجازت دے دی تاہم کچھ عرصہ بعد قبیلہ بنوسلیم نے بھی اسلام قبول کر لیا تو انھوں نے بھی نبی اکرم ﷺ سے فریاد کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے چشمے واپس دلائے جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ کو طلب کیا اور حکم دیا بنو سلیم کے چشمے اُن کو واپس کر دو۔

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صخر سے فرمایا؛

صخر جب لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیتے ہیں اس لیے تم بنوسلیم کے چشمے خالی کر دو۔ اس موقع پہ جو صحابہ موجود تھے انھوں نے روایت کی ہے کہ صخر سے بنوسلیم کے چشمے واپس مانگتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک شرم وحیا سے متغیر ہو گیا۔

اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کو دی ہوئی چیز واپس نہ لیتے تھے۔

معرکہ صلیب وہلال

غزوہ تبوک کا ابتدائیہ لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ یہ غزوہ اپنے اندر کئی پہلوؤں سے انفرادیت لیے ہوئے ہے جیسا کہ مورخین نے بیان کیا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا آخری غزوہ تھا۔اس کے بعد آپ ﷺ کسی اور جنگی مہم کے لیے نہ نکلے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے انتقال فرمایا، یہ غزوہ اس لحاظ سے بھی منفرد تھا کہ اس سے قبل نبی اکرم ﷺ نہ تو اتنی بڑی تعداد میں فوج لیکر کسی اور دشمن کی طرف نکلے اور نہ ہی اتنی دور کی کسی منزل کو نکلے۔اور غزوہ تبوک کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پہلی بار غیر عربوں یعنی رومیوں کی عظیم الشان مملکت کی طرف نکلے۔تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور دمشق کے تقریباً وسط میں واقع ہے جہاں سے عظیم رومی مملکت کی سرحدیں شروع ہوتی تھیں مورخین نے مدینہ سے اس مقام کا فاصلہ سات سو کلومیٹر بیان کیا ہے۔[*41] جہاں عربوں کے اُن قبائل نے آزاد ریاستیں قائم کر رکھی تھیں جو رومی مملکت کے حلیف تھے ان میں لخم جزام اور عاملہ قبائل شامل تھے جن کی سربراہی بنوغسان کر رہے تھے جو اِن علاقوں میں مملکت روم کے سب سے طاقتور اور اہم حلیف تھے۔غزوہ تبوک کی ایک انفرادیت یہ بھی

ہے کہ نبی اکرم ﷺ عام طور پہ جب کسی مہم کے لیے نکلتے تھے تو منزل کو صیغہ راز میں رکھتے تا کہ منافقین یا دشمن کے جاسوس دشمن کو نبی اکرم ﷺ کی فوج کشی سے آگاہ نہ کر دیں اور یہ پہلی بار تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تبوک کی طرف نکلنا چاہتا ہوں تیاری کرلو۔

مورخین نے غزوہ تبوک کے اسباب بیان کرتے ہوا کہا ہے کہ:

رومی ریاست مدینہ کی بڑھتی ہوئی طاقت پہ نگاہ رکھے ہوئے تھے اور ہر آنے والا دن اُن کی پریشانیوں کے لیے اضافے کا باعث بنتا جا رہا تھا۔وہ جانتے تھے کہ اُن کا صدیوں پرانا تجارتی راستہ اب مسلمانوں کے قبضے میں جانے والا ہے اگر اُن کی تجارت کے یہ راستے غیر محفوظ ہو گئے تو اُن کی معاشی حیثیت تباہ ہو کے رہ جائے گی۔مسلمانوں سے اُن کی جنگ مذہب کی بنیاد پہ تھی اس لیے کہ وہ جانتے تھے اب اس خطے کے مستقبل کے فیصلے کا وقت آ پہنچا ہے اگر مسلمانوں کی فوجی طاقت اسی طرح بڑھتی رہی تو عنقریب اُن کا مذہب ہی نہیں اُن کی ریاست بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔مزید براں یہ امر بھی اُن کے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے اُن کی جنوبی سرحدیں بھی غیر محفوظ ہوتی چلی جا رہی تھیں جہاں سے ایران اُن پہ حملہ آور ہوتا رہتا تھا۔

غزوہ تبوک کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رومی مملکت کے حلیف عرب حکمرانوں میں سے ایک حکمران نے اسلام قبول کرلیا تھا وہ قبیلہ بنو جزام سے تعلق رکھتے تھے اُن کا نام حضرت فروہ بن عمرو تھا وہ اپنے خاندان بنو نفاثہ کے حکمران تھے کہ اسلام کے نور سے اُن کا دل روشن ہو گیا تھا اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔وہ خلیج عقبہ اور ینبع کے درمیانی شہر کے ایک علاقے میں روم کے حلیف حکمران تھے اُن کا قبیلہ کچھ زیادہ طاقتور نہ تھا اس کے باوجود اُن کی ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پہ قیصر روم نے اُن کو اس علاقے کی حکمرانی پہ فائز کر رکھا تھا۔نبی اکرم ﷺ ابھی تبوک کی طرف نہ نکلے تھے کہ حضرت فروہ بن عمرو جزامی کا قاصد آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پہنچا جس نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فروہ بن عمرو جزامی کے اسلام لانے کی اطلاع کی۔وہ فروہ بن عمرو جزامی کا خط اور تحائف لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔دوسری طرف جب قیصر روم کو حضرت فروہ

بن عمرو جزامی کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنے سب سے بڑے اور طاقتور حلیف بنو غسان کے سردار ابوشمر غسانی کو لکھا کہ فروہ بن عمرو جزامی کو گرفتار کر کے اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ بنوغسان نے بنونفاثہ پہ لشکر کشی کی اور حضرت فروہ بن عمرو جزامی کو گرفتار کر کے قیصر روم کے سامنے پیش کر دیا۔ قیصر روم نے حضرت فروہ بن عمرو جزامی سے مطالبہ کیا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے اور اپنے پہلے مذہب پہ آ جائے تب تمھاری حکومت بھی قائم رہے گی اور تمھاری جان بھی بچی رہے گی ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ میں تمھیں سوچنے کے لیے کچھ وقت دیتا ہوں مگر حضرت فروہ بن عمرو جزامی نے جو عشق پیالہ پی لیا تھا اُس کے بعد انحراف کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ انھوں نے کہا، اس بات میں سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں میں اسلام کی روشنی میں آ جانے کے بعد اُن اندھیری راہوں کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا جن کا میں ماضی میں راہی تھا چاہے اس کی مجھے کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔

چنانچہ قیصر روم نے اسلام کے اس دیوانے کو سولی پہ چڑھا دیا۔

نبی اکرم ﷺ کو اس امر کی خبر کی گئی تو آپ ﷺ نہایت افسردہ ہوئے اور اس اندوہناک واقعے کو گزرے کچھ زیادہ روز نہ گزرے تھے کہ مدینہ میں اس طرح کی اطلاعیں آنے لگیں کہ رومی مدینہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف وہ عرب قبیلے جو صدیوں سے رومی مملکت کے زیر سایہ اِن علاقوں میں اپنی نیم خودمختار حکومتیں چلاتے آئے تھے اُن کو اپنا وجود خطرے میں دکھائی دینے لگا تھا چنانچہ انھوں نے رومی مملکت کی مہیب قوت کے سایہ میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا اور قیصر روم کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ وہ مسلمانوں پہ حملہ کر دے اس سے قبل کہ مسلمان اُس کی ریاست پہ حملہ آور ہوں۔ قیصر روم تو خود اس خطرے کو بھانپ چکا تھا اس لیے اُس نے اِن عرب حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملائی اور مدینہ کی قدرے کمزور ریاست پہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ادھر مدینہ میں بھی رومیوں کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مسلسل آ رہی تھیں اور مسلمان جو اس وقت قدرے مشکل حالات کا شکار تھے سوچ بچار میں مصروف تھے کہ اِن حالات میں وہ روم جیسی مہیب طاقت سے کس طرح مقابلہ کریں گے۔ مگر وہ رسول اللہ ﷺ کے حوصلوں اور ایقان تک نہیں پہنچ سکتے تھے جنھوں نے اچانک ہی ایک روز صحابہ کو حکم دیا کہ مملکت روم سے مقابلہ کی تیاری کریں۔ تب صحابہ نے کسی

تذبذب کا مظاہرہ نہیں کیا اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ مدینہ میں رومیوں کی پیش قدمی کی اطلاعات مسلسل پہنچ رہی تھیں مگر مسلمانوں کو اب اس معاملے کی کوئی خاص پرواہ نہ تھی کہ وہ اب خود روم پہ حملہ آور ہونے جا رہے تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

رجب 9 ہجری، بمطابق اگست 630ء

غزوہ تبوک

مدینے کی گلیوں میں اِک جوش تھا اُس کے دیوار ودر میں اِک بے چینی تھی اِک تڑپ تھی اسلامی پرچم کو دنیا کے ہر متمدن خطے پہ لہرانے کا عزم تھا، ملک عرب سرنگوں ہو چکا تھا مگر ملک عجم یہ سعادت قبول کرنے کو تیار نہ تھا تاہم اسلام کا ابدی پیغام اُن تک پہچانا نبی اکرم ﷺ کا فرض منصبی تھا اس لیے جلد یا بدیر رومیوں کو یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی تھا چاہے وہ اس سے کتنا ہی گریز کیوں نہ کریں۔اُن کی بڑھتی بے چینی اور دنیا کی رغبت نے اُن کو اس بات پہ مجبور کر دیا تھا کہ وہ اسلام کی ابدی سچائیوں سے منہ موڑ لیں بلکہ اُن کے دلوں میں یہ خواہش جنم لینے لگی کہ کیوں نہ آگے بڑھ کے ابدی سعادتوں اور فلاح کی اس شمع کو بجھا دیا جائے چنانچہ تیل اور دیگر مصنوعات لے کر شام سے جو قافلے مدینہ پہنچے انھوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ قیصر روم نے بے پناہ فوجوں کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمع کر لیا ہے اور ہرقل نے اپنے فوجیوں کو ایک سال کی تنخواہ ایڈوانس کے طور پہ دے دی ہے اور عرب قبائل میں سے بنو غسان لخم جزام اور عاملہ بھی اُن کے ہمراہ ہیں اور اُن کے کئی دستے پیش قدمی کرتے ہوئے بلقاء تک پہنچ چکے ہیں۔تاہم اِن خبروں کی اب کوئی

اہمیت نہ رہی تھی اس لیے مسلمانوں نے دشمن سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ دن رات جنگ کی تیاریوں میں مشغول تھے البتہ منافقین کا ایک گروہ اپنے خبث باطن اور بیمار ذہن کی وجہ سے مسلمانوں کو اس جنگ سے روکنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

انھوں نے لوگوں سے کہا؛

اے نادانوں؛ اس طویل خشک سالی اور غربت کی حالت میں جبکہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور باغوں کے سائے ٹھنڈے ہو چلے ہیں اور پھل پک رہے ہیں تم اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالنا چاہتے ہو جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اب تمھارا مقابلہ عرب کے کسی چھوٹے موٹے قبیلے سے نہیں ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی اور مہیب قوت روم سے ہے جس نے حال ہی میں ایران کی بہت بڑی طاقت کو عبرتناک شکست دی ہے اس لیے تم سب یقیناً مارے جاؤ گے۔ مگر وہ دل جن میں ایمان کی شمع روشن ہو چکی تھی اُن کو منافقین کی بیماری اور اُن کی عیاری کا پورا ادراک حاصل تھا اس لیے وہ اُن کی باتوں پہ کان نہیں دھرتے تھے بلکہ اُن پہ لعنت بھیجتے تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

تیاریاں ؛

مسلمان اب خطہ عرب کی ایک مقبول طاقت تھے اُن کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا خطہ عرب کی تمام طاقتیں سرنگوں ہو چکیں تھیں مگر خطہ عرب کی مہیب طاقتیں ریاستِ مدینہ کو اب خطرے کا نشان سمجھنے لگی تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے اہل روم نے مسلمانوں کی اس نوزائیدہ ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ اس کشمکش کا آغاز آٹھ ہجری میں ہی اُس وقت ہو گیا تھا جب قبیلہ بنوغسان کے حاکم شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول اکرم ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا اور بنوغسان نے یہ حرکت اس لیے کی تھی کہ وہ مملکت رومہ کے حلیف تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے قاصد کا قصاص لینے کے لیے مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر بنوغسان کی طرف روانہ کیا موتہ کے مقام پہ مسلمانوں کا رومی اور عرب اتحادیوں سے مقابلہ ہوا جس میں باوجود انتہائی کثرت کے وہ مسلمانوں کی شجاعت کا مقابلہ نہ کر سکے تھے اور بھاگ اٹھے تھے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ قریش

مکہ اور بنو ہوازن کو سرنگوں کرنے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و اعانت سے قریش نے اسلام قبول کر لیا اور مکہ مکرمہ سے شرک کے نجس نشانات کو مٹا دیا گیا اس کے بعد بنو ہوازن کو بھی سرنگوں ہونا پڑا اور وہ غزوہ حنین میں بدترین شکست کے بعد سرنگوں ہوئے اور اُن کی اکثریت اسلام لے آئی۔ نو ہجری کے آغاز سے ہی مملکت روم کی طرف سے بری خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں انھوں نے اپنے ہی ایک حلیف حکمران حضرت فروہ بن عمرو جزامی کو اس جرم پہ قتل کرا دیا تھا کہ انھوں نے اسلام کیوں قبول کیا ہے۔

اس کے بعد روم کی طرف سے آنے والے تجارتی قافلے مسلمانوں کو اس بات سے خبردار کرتے رہے کہ اہل روم مدینہ پہ حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اُس کے حلیف عرب قبائل اس سلسلے میں نہایت سرگرم ہیں اور دراصل وہی ہرقل کو اس امر پہ بھڑکانے والے ہیں۔ پھر جب مدینہ میں اس طرح کی خبریں گونجنے لگیں کہ رومی اور عرب قبائل کی اتحادی افواج نے مدینہ کی طرف کوچ کیا ہے اور اُن کے ہراول دستے بلقاء نامی مقام پہ پہنچ چکے ہیں تب مسلمانوں کے سامنے صرف دو ہی صورتیں تھیں ایک تو یہ کہ مسلمان روم کے لشکروں کا انتظار کریں اور اُن کو مدینہ پہ حملہ کے موقع دیں مگر یہ صورت اس لیے تشویش ناک تھی کہ اگر خدانخواستہ رومی افواج کو مسلمانوں کے مقابل کچھ کامیابیاں حاصل ہو جاتیں تو نبی اکرم ﷺ کی وہ تمام تر جہد و سعی ضائع ہو جاتی جو آپ ﷺ نے گزشتہ بائیس سال میں کی تھی جس کی بنا پہ ملک عرب میں امن و امان قائم ہوا تھا اور عرب ایک منتشر قوم سے ایک امت میں تبدیل ہوئے تھے، وہ جہالت سے علم کی طرف آئے تھے، شرک سے اسلام کی طرف آئے تھے اور اسلام کے سائے تلے ایک نئی زندگی کے آغاز کی جہد و سعی میں مصروف تھے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو یہ صورت حال کسی صورت قبول نہ تھی اس لیے نامساعد حالات اور وسائل کی انتہائی کمی کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے انتہائی دلیرانہ فیصلہ کیا اور صحابہ کو اکٹھا کر کے مملکت روم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کی محبت میں شرابور صحابہ نے ایک پل کی دیر بھی نہ لگائی اور جہاد کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عرب بھر سے قبیلے اور برادریاں اس جنگ میں نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دینے کے لیے شہر مدینہ میں اترنے

لگیں۔ چنانچہ شہر مدینہ کی رونقیں بڑھ گئی تھیں، تلواریں تیز کی جارہی تھیں، نیزے گھڑے جارہے تھے زرہوں اور ڈھالوں کی مرمت کی جارہی تھی، سواریوں کا اہتمام کیا جارہا تھا۔ الغرض ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق اس عظیم الشان مہم پہ نکلنے کے لیے تیاری کررہا تھا۔ مگر جیسا کہ بیان گزر چکا ہے کہ شہر مدینہ میں ہی لوگوں کا ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جن کے دلوں میں نفاق کی بدترین بیماری تھی وہ ظاہر میں مسلمان تھے اسلام کا دعویٰ کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ناٹک کرتے تھے مگر درحقیقت یہ لوگوں کا وہ ارذل گروہ تھا جن کا دل شیطان کی مٹھی میں بند تھا یہ وہ بدہیت اور بداخلاق لوگ تھے جن کی پستی کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ بدبختوں کے اس گروہ نے جب دیکھا کہ گرمی کے اس جھلستے موسم میں جب اُن کے باغوں کے پھل پک چکے ہیں تو اُن کو ایک ایسی جنگ کی طرف بلایا جارہا تھا جو نہایت خطرناک تھی ایک طویل اور دور دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا سامنا مملکت روم کی انتہائی جدید اور منظّم افواج سے ہونے والا تھا اور وہ اس جنگ پہ نکلنے کے لیے کسی صورت تیار نہ تھے۔

اس کا حل انھوں نے یہ کھوجا کہ وہ مسلمانوں میں بددلی پیدا کرنے لگے دراصل لوگوں کا یہ گروہ مخفی تھا اللہ کے رسول کا ایک سچا عاشق یہ نہ جانتا تھا کہ اُس سے مخاطب ہونے والا شخص منافق ہے یا سچ بول رہا ہے۔ وہ جہاد سے گریزاں تھے اور لوگوں سے کہتے کہ اس سے قبل تم عربوں سے لڑتے رہے ہو جب تم لوگ رومیوں سے لڑو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ اس سے قبل منافقین نے ابو عامر راہب کے ایما پہ شہر مدینہ میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جس میں منافقین اکٹھے ہوتے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے۔ ابو عامر راہب خود قیصر روم ہرقل کے پاس جا پہنچا تھا اور اُس نے ہرقل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا اُس نے منافقین کو کہہ رکھا تھا کہ میں رومی فوجوں کو مدینہ پہ چڑھا لاؤں گا تب تم شہر کے اندر سے مسلمانوں کی پشت میں چھرا گھونپ دینا۔ اگرچہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اُن بدبختوں کی کوئی آرزو کبھی پوری نہ ہوسکی اور صفحاتِ تاریخ میں وہ ایک مغضوب گروہ کے طور پہ یاد کیے گئے۔ مسجد ضرار کی تیاری کے بعد منافقین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم نے اپنے بیماروں اور بوڑھوں کی آسانی کے لیے ایک مسجد تیار کی ہے آپ ﷺ ہمارے ساتھ چلیں اور اُس میں نماز ادا کریں تاکہ اُس مسجد کو بھی وہی عزت و تکریم حاصل ہو جائے جو مدینہ کی دوسری

مساجد کو حاصل ہے۔تاہم نبی اکرم ﷺ چونکہ اُن کی ذہنیت سے پوری طرح آگاہ تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اُن کو ٹال دیا اور فرمایا' اس وقت تو میں جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوں جب فارغ ہو جاؤں گا تب اس معاملے کی طرف متوجہ ہوں گا۔جنگ کے دنوں میں منافقین نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے اور طرح طرح کے بہانے کرتے اور جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت طلب کرتے۔خود نبی اکرم ﷺ کو بھی اِن لوگوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے آپ ﷺ اُن کی بات سنتے اور اُن کو جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت عطا فرما دیتے۔

اور انھی میں جدابن قیس بھی تھا جس نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ آپ جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا رسیا ہوں میں جب بنواصفر[42*] کی عورتوں کو دیکھوں گا تو یقیناً خود پہ قابو نہ رکھ سکوں گا اس لیے آپ ﷺ مجھے اس جنگ سے معاف فرما دیں اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔جدابن قیس کا بیٹا عبداللہ بن قیس راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور اُن کے دل میں نفاق کی بیماری نہ تھی اس لیے جب انھیں معلوم ہوا کہ اُن کے باپ نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ پہ نہ جانے کا یہ بہانہ کیا ہے تو انھوں نے اپنے باپ سے کہا' یہ تو کوئی بات نہیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کی ہے بلکہ کھلا نفاق ہے اور تعالیٰ جلد ہی منافقوں کے نفاق کا حال ہم پہ کھول دے گا یقیناً تمھاری اس حرکت پہ قرآن نازل ہو گا۔

اور قرآن نازل ہوا۔ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے کہ!

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ○

(القرآن سورۃ التوبہ ۹ ؛ آیات ۴۹)

ترجمہ؛

''اِن میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے اور مجھے اجازت دیجئے اگرچہ وہ آزمائش میں گھر گئے کہ بے شک جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے''۔

✡✡✡✡✡✡✡

غزوہ تبوک کے دنوں میں مدینہ کے منافقین ایک یہودی کے گھر جمع ہوا کرتے اُس یہودی کا نام سویلم تھا اور اُس کا گھر جاسوم کے پاس تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو صحابہ سویلم کے گھر میں منافقین کی ہونے والی مجالس سے آگاہ رکھتے مگر نبی اکرم ﷺ درگزر سے کام لیتے۔ آخر صحابہ نے رسول اکرم ﷺ کو بتایا کہ یا رسول ﷺ اُس گھر میں ہر وقت منافقین جمع رہتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا تانا بانا تیار کرتے رہتے ہیں تب ایک دن نبی اکرم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ جاؤ اور اُن لوگوں کو اُس گھر سمیت جلادو۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رات کی خاموشی میں منافقین کے اس خفیہ ٹھکانے پہ پہنچے اور سویلم کے گھر کو آگ لگا دی۔ مسلمانوں نے آگ لگانے سے قبل اس گھر کا بیرونی دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا اس لیے جب منافقین کو اس بات کی خبر ہوئی کہ اُن کے مکان کو آگ لگا دی گئی ہے تو باہر کی طرف بھاگے مگر بیرونی دروازے کو بند پا کے چھت کی طرف گئے اور چھت سے گلی میں چھلانگیں لگا دیں۔ بہت سے منافقین رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فرار ہو گئے مگر ایک شخص خلیفہ بن ضحاک نے جب چھت سے گلی میں چھلانگ لگائی تو اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی چنانچہ اُس کا نفاق کھل گیا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ منافقین کی جماعت خفیہ تھی اکثر مسلمانوں کو معلوم نہ تھا کہ کون سچا مسلمان ہے اور کون منافق۔ غزوہ تبوک کے موقع پہ منافقین کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی مورخین نے بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں وہ تقریباً چار سو لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری تھی۔ ایک طرف بیمار ذہنیت کے لوگوں کا یہ گروہ تھا اور دوسری طرف اہل ایمان کا وہ لازوال جذبہ تھا جس کی کوئی حد نہ تھی چنانچہ وہ پوری دلجوئی کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں مشغول تھے وہ منافقین کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے یہ بیمار لوگ ہیں۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اس جنگ کی تیاری کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی تو صحابہ نے اس حکم کی فوری تعمیل کی اور بڑھ چڑھ کے اس سعادت میں حصہ لیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

غزوہ تبوک کی تیاری کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعانت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کی۔ صحابہ کی محفل میں جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جنگ کے اخراجات پورا کرنے کے لیے اغنیاء کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی اٹھے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ:

میری طرف سے ایک ہزار دینار پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو پھر پکارا؛

تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میری طرف سے سواونٹ کجاووں کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو تیسری بار پکارا۔

تب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی اٹھے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ: میری طرف سے مزید سواونٹ کجاوؤں سمیت پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جب چوتھی مرتبہ پکارا ؛

تب بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی اٹھے اور فرمایا۔

یارسول اللہ ﷺ: میری طرف سے مزید سواونٹ کجاوؤں سمیت حاضر خدمت ہیں۔الغرض مورخین نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سات بار اٹھے اور سات سواونٹ کجاوؤں سمیت پیش کیے۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نو سو اونٹ اور سو گھوڑے رسول اکرم ﷺ کو پیش کیے۔اور یہی روایت زیادہ مستحکم ہے اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو اس سے بھی زیادہ دیا تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جنگی اخراجات پورے نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک پریشان ہیں تو وہ پھر گھر گئے اور دس ہزار دینار ایک بوری میں ڈالے اور ایک غلام کے کندھے پہ بوجھ گئے۔

آپ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے غلام نے یہ بوری رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں الٹ دی۔

نبی اکرم ﷺ اِن دیناروں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اُن کو الٹنے پلٹنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس سخاوت سے ازحد خوش تھے۔

آپ ﷺ اِن دیناروں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے رب سے کہتے۔

اے اللہ؛ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گیا ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہو جا۔

اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کے فرمایا؛

اے عثمان رضی اللہ عنہ اس عمل کے بعد اب تم کچھ بھی کرو تمھاری مغفرت ہو چکی ہے۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ؛

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لشکر کا تیسرا حصہ تیار کرنے کی ذمہ داری لی اور انھوں نے تیس ہزار کے لشکر میں سے دس ہزار کے لشکر کی تیاری میں اعانت کی اور انھیں پوری طرح لیس کیا سواری دی زادِ راہ دیا ہتھیار دیئے اور پوری طرح سے اُن کی دلجوئی کی۔

باقی صحابہ کا جذبہ بھی دیدنی تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اُن کا مال کئی لوگوں نے اٹھا رکھا تھا۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟

عمر؛ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ میرے پاس جو کچھ بھی تھا میں نے اُس کو دو برابر حصوں میں بانٹ دیا ہے ایک حصہ گھر والوں کے لیے چھوڑا ہے اور دوسرا حصہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اُن کی اس تقسیم پہ خوش ہوئے۔

اُن کے بعد آپ ﷺ کے یارِ غار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اُن کا مال بھی بہت سے غلاموں نے اٹھا رکھا تھا انھوں نے تمام مال رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے بھی وہی سوال کیا جو اس سے قبل آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر چکے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔

اے ابو بکر؛ تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟

حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔

یا رسول اللہ ﷺ؛ گھر والوں کے لیے تو محض اللہ اور اُس کے رسول ہی چھوڑے ہیں۔ میں اپنے گھر کا تمام مال لے آیا ہوں۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ؛

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی ایک ایک چیز جمع کی اور انھیں ایک طرف رکھتے گئے جب اُن کا

گھر دنیا کے تمام مال ومتاع سے خالی ہو گیا تو چلنے لگے مگر پھر رُک گئے اور دیواروں پہ ہاتھ مارنے لگے کیونکہ عرب عورتیں کپڑا سینے کی سوئیاں مٹی کی دیواروں میں گاڑ دیتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کو خیال آیا کہ کہیں کوئی چیز رہ نہ جائے تو انھوں نے دیواروں میں پوشیدہ تین سوئیاں بھی دریافت کیں اور انھیں بھی اُس مال میں ڈال دیا جو وہ آپ ﷺ کو پیش کرنے والے تھے۔

تب حضرت عمرؓ نے کہا؛

خدا کی قسم؛ میرا خیال تھا کہ آج میں ابو بکرؓ پہ بازی لے جاؤں گا مگر میں جان گیا ہوں کہ یہ کبھی نہ ہو گا میں ابو بکرؓ کے تقویٰ تک کبھی نہ پہنچوں گا اور نہ ہی میں اب اُن سے مسابقت کروں گا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ پہنچے اور انھوں نے دو سو اقیہ چاندی نبی اکرم ﷺ کو پیش کی اور یہ بہت بڑی اعانت تھی کیونکہ اس چاندی کی مالیت پچاس ہزار درہم کے برابر تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کی اس دریادلی پہ غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا اور آپ ﷺ نے فوراً ہی دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے اور فرمایا اے اللہ عبدالرحمٰن نے جو مال تیرے رسول کو پیش کیا ہے اُس میں بھی برکت عطا فرما اور جو مال اس نے پیچھے چھوڑا ہے اس میں بھی برکت عطا فرما۔

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس دُعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کے مال و دولت میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ مدینہ کے امیر ترین آدمیوں میں شامل ہوتے تھے۔

ابن الاثیرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ؛

حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔ انھوں نے اکتالیس ہجری میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مال و دولت میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ لوگ حیران ہوتے تھے اس کے بعد بھی وہ اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرتے تھے۔

ایک بار انھوں نے اللہ کی راہ میں چار ہزار درہم خرچ کیے۔

ایک بار پھر انھوں نے چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔

ایک بار انھوں نے پانچ سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دیئے۔

اور کسی اور موقع پر انھوں نے پانچ سو اونٹ جہاد پہ جانے والوں کی نظر کیے۔
چنانچہ جب انھوں نے وفات پائی تو اُن کی عمر پچھتر سال تھی انھوں نے مرنے سے قبل اپنے وارثوں سے کہا میرے مال سے پچاس ہزار دینار لو اور اُنھیں اللہ کی راہ میں خرچ دو اُن کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔
اس کے بعد انھوں نے کہا میرے مال میں سے ہر اُس صحابی کو چار چار سو دینار دو جو غزوہ بدر میں شریک تھا اور ابھی زندہ ہے۔ اُن کے وارثوں نے بدری صحابہ کو تلاش کیا تو اس وقت اُن کی تعداد ایک سو تھی چنانچہ انھوں نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق ہر بدری صحابی کو چار سو دینار دیئے۔
پھر حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں سے کہا؛
میرے مال میں سے ایک ہزار گھوڑے خریدو اور اسے اُن مجاہدین میں تقسیم کردو جو اللہ کا پیغام دنیا بھر میں عام کرنے کے لیے سرگرم ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک ہزار گھوڑے خریدے اور مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تب بھی اُن کے ورثا کے لیے اتنا مال تھا کہ سونے کو جب اُن کے وارثوں نے آپس میں تقسیم کیا تو اُسے کلہاڑوں سے کاٹنا پڑا۔ انھوں نے چار بیوائیں چھوڑیں ہر بیوی کے حصے میں اسی ہزار دینار آئے اور اُن کے بیٹوں بیٹیوں کو کس قدر مال ملا اُس کا حساب کرنا ہی دشوار تھا۔[*43]

✿✿✿✿✿✿✿

صحابہ کی وارفتگی؛

غزوہ تبوک میں اعانت کرنے کے لیے اب کے حضرت عاصم ابن عدی رضی اللہ عنہ اترے جن کے پیچھے کھجوروں سے لدی ہوئے اونٹوں کی ایک بڑی قطار تھی انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کے ستر وسق پیش کیے۔
آج کے پیمانوں کے مطابق یہ کوئی پونے چار سو من کھجوریں تھیں۔
اور صحابہ کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اپنے آنسوؤں کو دوسرے لوگوں سے چھپاتی تھی کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا نہیں کیا تھا حالانکہ اُن کے اندر جذبہ انفاق لہریں لیتا تھا اور اُن کا بھی

دل چاہتا تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کریں مگر اُن کے دامن خالی تھی اس لیے اُن کے پاس صرف وہ آنسو تھے جن کی قدر جاننے والا خوب جانتا تھا۔اور انھی میں سے ایک حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ تھے جن جنھوں نے جب اپنا دامن جھاڑا تو اُس میں کچھ بھی نہ تھا سوائے وقت کی بے وقعت گرد کے۔ چنانچہ وہ ایک یہودی کے پاس پہنچے اور اُس سے طے کیا کہ وہ کنویں سے پانی لا کر ساری رات اُس کے کھجوروں کے باغ کو پانی دیں گے بدلے میں وہ یہودی انھیں دو صاع کھجوریں دے گا۔انھوں نے ساری رات اُس یہودی کے باغ کو سیراب کیا اور صبح دم اُس سے دو صاع کھجوریں لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جہاں جنگ کی تیاری کے لیے حاصل کیا گیا سامان ڈھیر کیا گیا تھا۔

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک بار سوچا ضرور کہ وہ جو کچھ لے کر حاضر ہوئے ہیں اُس کی مقدار بہت کم ہے تاہم انھوں نے اپنے اس خیال کو جھٹک دیا کہ اُن کے پاس تو جو کچھ تھا انھوں نے پیش کر دیا ہے کہ یہ اُن کی استطاعت کی آخری حد تھی۔ چنانچہ جب انھوں نے یہ دو صاع کھجوریں نبی اکرم ﷺ کو پیش کیں تو مجلس میں موجود منافقین نے اُن کا مذاق اڑایا اور حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی تو اسی بات کا ڈر تھا۔ چنانچہ وہ شرمندہ سے ہو گئے مگر نبی اکرم ﷺ کو حضرت جبرائیل نے خبر کر دی کہ آپ کے اس صحابی نے ساری رات محنت کی ہے تب اس کے ہاتھ یہ کھجوریں آئی ہیں اس لیے اِن تھوڑی سی کھجوروں کا اجر اس سارے مال سے بھی زیادہ ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ منافقین کی ہجو کا جواب اس طرح دیا کہ اپنے صحابہ سے کہا یہ کھجوریں لو اور اس مال کے اوپر چھڑک دو جس سے اس مال میں وہ برکت پیدا ہوگی جس کی خبر مجھے میرے اللہ نے دی ہے۔

اور منافقین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

امام برہان الدین حلبیؒ لکھتے ہیں کہ؛

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال و دولت لے کے آئے اس لیے کہ وہ بہت ہی دولت مند شخص تھے۔اسی طرح حضرت طلحہ بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال و دولت لے کے آئے تھے۔مدینہ کی عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہ رہی تھیں انھوں نے بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کے حصہ

لیا تھا انھوں نے اپنے زیوارت تک جہاد کی نذر کر دیئے تھے۔ شہر مدینہ میں لوگوں کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جنھوں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اسلام قبول کیا تھا اور اُن کی پوری خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلیں مگر دور دراز کی اس تلخ مسافت کے لیے اُن کے پاس وسائل نہ تھے اس لیے وہ آزردہ تھے۔ مورخین نے اُن کو بکائین (بہت رونے والوں) کے نام سے پکارا ہے اور اُن کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اس جنگ میں شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ بکائین کی تعداد سات ہے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے بھی درخواست کی کہ وہ اِن کے لیے سواری کا بندوبست کریں تا کہ وہ بھی جہاد میں شرکت کریں۔

بکائین میں حضرت سالم بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے اور علیہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو حارثہ سے تھا۔ ابو یعلی عبدالرحمان بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو بجاز ر کے خاندان سے تھا اُن کا قبیلہ بنو مازن تھا۔ حضرت عمرو بن حمام ابن جموع رضی اللہ عنہ تھے جو بنو سلیم کے ایک فرد تھے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ تھے اور ہرمی بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو واقف سے تھا۔ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو فزارہ سے تھا۔

اُن کی اس آہ وزاری پہ قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں گئیں۔

”وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ O

(القرآن سورۃ التوبہ ۹ ؛ آیات ۹۲)

ترجمہ:

”اُن لوگوں پہ کوئی گناہ نہیں جنھوں نے خود آ کر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریوں کا بندوبست کریں اور جب تم نے کہا کہ میں تمھارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو وہ مجبوراً واپس گئے اور اُن کا حال یہ تھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انھیں اس بات کا بے پناہ رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پہ جہاد میں شرکت کی طاقت نہیں رکھتے“۔

☼☼☼☼☼☼☼

حضرت یامین بن عمیر النضری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ مدینہ کی ایک گلی میں مَیں نے حضرت ابویعلی عبدالرحمان بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو زاروقطار رو رہے تھے میں اُن کے قریب گیا اور اُن کو پکارا!

بھائی کیا ہوا ہے کیوں روتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہم جنگ میں شامل ہونا چاہتے ہیں مگر سواری اور زادِراہ نہیں پاتے چنانچہ درخواست لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تھے کہ ہمارے لیے سواری کا انتظام کیا جائے مگر نبی اکرم ﷺ نے معذرت کر لی ہے اس لیے ہم اپنی کوتاہ بختی پہ نوحہ کر رہے ہیں۔

حضرت یامین بن عمیر النضری رضی اللہ عنہ نے کہا؛

اچھا تم لوگ میرے ساتھ آؤ کچھ بندوبست کرتے ہیں۔

ہم لوگ اُن کے ساتھ چلے آئے انھوں بمشکل ایک اونٹ اور کچھ کھجوروں کا انتظام کیا اور ہم سے کہا اللہ کا نام لے کے اس اونٹ پہ سوار ہو جاؤ۔اس اہتمام سے ہمارے دلوں کو جس قدر خوشی حاصل ہوئی اُس کا بیان مشکل ہے اگرچہ بعد میں تمام ہی اُن لوگوں کے لیے سواری کا انتظام ہو گیا تھا جو سواری نہ ملنے کی وجہ سے روتے تھے۔

علامہ مغلطائی نے لکھا ہے کہ بکائین کی تعداد اٹھارہ تھی انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کل اٹھارہ لوگ تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا اگرچہ ہمارے دل اس بات سے آزردہ تھے کہ ہم اس سعادت کو حاصل نہ کر سکیں گے اور پیچھے رہ جائیں گے۔چنانچہ میرے ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کروں مگر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا؛

میرے پاس تو اس وقت کچھ بھی نہیں جو میں تمھیں دے سکوں۔

میں بہت مایوس ہو گیا تھا جب میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری کا انتظام کرنے سے انکار کر دیا ہے تو میں اور میرے ساتھی رونے لگے پتا نہیں ہم کتنا وقت روتے رہے کہ ہم

نے کچھ شور سنا اور وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے مال کی محافظت پہ متعین تھے۔

انھوں نے مجھے پکارا' عبداللہ بن قیس!

میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی اور باہر کی طرف بھاگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مجھے عبداللہ بن قیس اس لیے پکارا تھا کہ میرا نام عبداللہ تھا اور میں قیس کا بیٹا تھا اگرچہ لوگ مجھے اس نام سے کم ہی جانتے تھے بلکہ وہ مجھے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے تھے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملا تو انھوں نے مجھ سے کہا؛

آپ کو رسول اللہ ﷺ نے یاد کیا ہے۔

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

باہر چھ اونٹ کھڑے ہیں وہ لے جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں بانٹ دو۔

اس طرح ہمارے لیے سواری کا بندوبست ہو گیا۔

اور بکائین میں حضرت علیہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے ابن کثیر نے اُن کی یہ روایت تحریر کی ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے کا دکھ جب حد سے بڑھا تو ایک رات میں اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ شہر سے باہر نکل کے ایک چٹیل وادی میں جہاں کے پتھر مجھے اذیت دیتے تھے میں نے نماز شروع کر دی۔ میں ساری رات نماز پڑھتا رہا اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا رہا اور اس بات کی معذرت کرتا رہا کہ میں پیچھے رہ جانے والوں میں شامل ہوں۔ اے اللہ؛ تو نے مجھے جہاد کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے مگر تو نے مجھے اس قدر مال نہیں دیا کہ میں جہاد پہ نکل سکوں اس لیے میں خود کو بے بس محسوس کرتا ہوں۔

اے اللہ؛ مجھے سواری عطا فرما تا کہ میں جہاد کے لیے نکل سکوں۔

اے میرے اللہ؛ آج تک جس کسی نے بھی مجھ پہ کوئی زیادتی کی ہے یا کسی نے میرا مال غصب کیا ہے یا کسی نے میرا ادھار دینا ہے میں وہ سب اُن کو معاف کرتا ہوں۔ حضرت علیہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز لشکر اسلام روانہ ہوا میں وہیں تھا اگرچہ میری آنکھ میں آنسو تھے۔

پھر میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

گزشتہ شب صدقہ کرنے والا کون ہے وہ کھڑا ہو جائے۔

ایک لمحے کو میرے دل میں خیال آیا کہ وہ تو میں ہوں مگر پھر میں جھجک گیا اور بیٹھا ہی رہا۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک بار پھر مجھے پکارا!

تب میں اُٹھ کھڑا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

مبارک ہو تیرا نام اللہ کے مقبول بندوں میں شامل کیا گیا ہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھے سواری عطا فرمائی اور ایک بار پھر میری آنکھوں میں آنسو تھے ایک بار پھر میرا دل بوجھل تھا مگر اب کی بار یہ آنسو اس خوشی کے تھے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے میری التجا سن لی اور میں پیچھے رہنے والوں میں نہ رہا۔

☼☼☼☼☼☼☼

داستان سفر تبوک ؛

مدینہ کی گلیوں میں اُس شب انتہا کی رونق تھی ,لگتا تھا اِس شب کسی کا ارادہ سونے کا نہیں ہے۔ ہر کوئی مگن تھا لوگ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے وہ مختلف کاموں میں مشغول تھے۔لوگ اپنی سواریوں پہ کجاوے کس رہے تھے،اپنے ہتھیاروں کی جانچ پڑتال کر رہے تھے،اپنے کجاؤں میں زادِراہ رکھ رہے تھے،پانی کی مشکوں کا منہ باندھ رہے تھے،اپنے جانوروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے،ہر طرف تلواروں کی چمک تھی،ہتھیاروں کی کھنک تھی اور جذبوں کی مہکار تھی،رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کی روانگی کا بذاتِ خود جائزہ لے رہے تھے کہ اگلی صبح مجاہدین اسلام کا یہ عظیم الشان لشکر تبوک کی طرف نکلنے والا تھا۔مسلمانوں نے اس جنگ کے لیے مقدور بھر تیاری کی تھی اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی اُن کے پاس آٹھ ہزار اونٹ اور دو ہزار گھوڑے تھے اس طرح تین لوگوں کے لیے ایک سواری دستیاب ہو سکی تھی۔مورخین نے اس معرکے کو کئی نام دیئے ہیں اس کو غزوہ عسیرہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اُن دِنوں مسلمان حالت غربت میں تھے،اسی طرح اس غزوہ کو بعض مورخین نے غزوہ فاضحہ بھی لکھا ہے کہ اس موقع پہ بہت سے منافقین کا نفاق کھل کے سامنے آ گیا تھا،اسی طرح بعض لوگوں نے اس کو غزوہ روم کے نام سے بھی تحریر کیا ہے کہ مسلمان رومیوں سے لڑنے کے لیے نکلے تھے۔تاہم مورخین کی اکثریت نے اس معرکہ کو غزوہ تبوک ہی کا نام دیا ہے اس لیے کہ مسلمان تبوک

کے مقام پہ پہنچ کر رُک گئے تھے ہم نے بھی مورخین کی اس اکثریت کی پیروی میں اس معرکہ کو غزوہ تبوک ہی لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینے سے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [*44] کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی محافظت پہ متعین کیا۔

حضرت علی کے رضی اللہ عنہ متعلق بیان کیا گیا کہ جب مسلمانوں کا لشکر کوچ کر گیا تو منافقین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق طرح طرح کی بیہودہ باتیں کرنی شروع کر دیں انھوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بزدل ہیں اس لیے اُن کو جنگ پہ لے جانے کی بجائے عورتوں کی حفاظت پہ متعین کیا گیا ہے یا بعض نے کہا کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ پہ بوجھ ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ انھیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب منافقین کی یہ باتیں برداشت نہ ہوئیں تو آپ نے ہتھیار باندھے اور لشکر اسلامی کے پیچھے روانہ ہو گئے اور جرف کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جا ملے۔ نبی اکرم ﷺ مقام جرف پہ فروکش تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے سوال کیا؟

علی رضی اللہ عنہ میں نے تمھیں مدینہ میں عورتوں اور بچوں کی محافظت کا فرض سونپا تھا مگر تم نے اسے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ یا رسول اللہ ﷺ

منافقین نے یہ اور یہ باتیں کیں جو مجھ سے برداشت نہ ہوسکیں اور میں آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ لوگ جھوٹے ہیں اور بکواس کرتے ہیں تم مدینہ روانہ ہو جاؤ اور اپنے فرض پہ قائم ہو جاؤ یعنی میرے گھر والوں کی دیکھ بھال کرتے رہو۔

علی؛ کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے اس درجہ میں رہو جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون تھے اگرچہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس مدینہ لوٹ آئے۔

☼☼☼☼☼☼☼

لشکر کی روانگی ؛

مسلمانوں کا عظیم الشان لشکر جب شہر مدینہ سے جدا ہوا تو اُس کی شان نرالی تھی جسے دیکھ کے منافقین ہراساں ہو رہے تھے۔منافقین کو اس جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ اس شدید گرمی میں اس جنگ کو خوامخواہ کی بیگار سمجھ رہے تھے تاہم اُن کو یہ پریشانی بھی تھی کہ اُن کا نفاق کہیں کھل نہ جائے اس لیے عبداللہ بن ابی جو منافقین مدینہ کا سردار تھا اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ سے مسلمانوں کے ساتھ ہی نکلا۔تاہم اسلامی لشکر نے جب ثنیۃ الوداع پہ اپنا پہلا پڑاؤ کیا تو عبداللہ بن ابی نے اسلامی لشکر سے الگ قیام کیا وہ لوگوں سے کہتا دیکھو میرے ساتھ کتنے لوگ ہیں پھر اسی تکبر نے اُس کو اِس بات پہ آمادہ کیا کہ وہ اس معرکے میں شریک ہونے کے بجائے اپنے ساتھیوں سمیت وہیں سے پلٹ گیا۔

اسی مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلامی میں پرچم تقسیم کیے۔نبی اکرم ﷺ نے سب سے بڑا پرچم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور انھیں مہاجرین مکہ پہ سردار مقرر کیا تاہم نبی اکرم ﷺ نے خاص بنو ہاشم کا پرچم اپنے پھوپھی زاد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔اسی طرح انصار مدینہ میں بنو اوس کا پرچم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا جبکہ بنو خزرج کا پرچم حضرت حباب ابن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔مورخین نے اگرچہ یہاں یہ تو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پہ اِن پرچموں کے علاوہ بھی بہت سے پرچم تقسیم کیے اس لیے کہ اس جنگ میں عربوں کے وہ بہت سے قبائل بھی شامل تھے جنھوں نے ابھی ابھی فتح مکہ یا بنو ہوازن کی شکست کے بعد اسلام قبول کیا تھا تاہم مورخین نے دیگر لوا اور پرچموں کی تفصیلات مہیا نہیں کیں۔

لشکر اسلامی اب اُس طویل سفر پہ گامزن تھا جس کا انھوں نے ارادہ کیا تھا،شدید گرمی کا عالم تھا ،سواری اور سامان خورونوش کی کمی تھی،مگر حوصلوں میں کمی نہ تھی،جذبوں میں کمی نہ تھی،اطاعت میں کمی نہ تھی،وفا میں کمی نہ تھی،ایثار میں کمی نہ تھی،اقرار میں کمی نہ تھی،شوق میں کمی نہ تھی،ایمان میں کمی نہ تھی،یقین میں کمی نہ تھی،صبر میں کمی نہ تھی۔مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود تھی کہ یہ ایک مشکل سفر تھا جس میں گرد بھرے طوفان تھے،شدید گرمی کی لہریں تھیں طویل مسافتوں کی تھکن تھی،وسیع صحراؤں

کی ویرانی تھی، قدم قدم پہ سراب تھے اور منزل بہت دور تھی۔ مورخین نے غزوہ تبوک میں شامل اصحاب رسول سے روایت کی ہے کہ اس کٹھن مسافت کے دوران جب اُن کا پانی ختم ہو گیا تو کئی صحابہ نے اپنے اونٹ ذبح کر دیئے اور اُن کی اوجھ میں محفوظ پانی سے اپنی زبانوں کو تر کیا جو منہ میں اس طرح اکڑ گئیں تھیں جیسے وہ کوئی لکڑی ہو۔ پھر یہ عظیم الشان اسلامی لشکر حجر کی وادیٔ میں داخل ہوا جو کبھی قوم ثمود کا مسکن تھا۔ نبی اکرم ﷺ جب قوم ثمود کے کھنڈروں کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے سر پہ کپڑا ڈال لیا اپنی سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو حکم دیا کہ جب تم اِن کھنڈروں میں داخل ہو جو ظالم اور سرکش لوگوں کا ٹھکانہ تھا تو یہاں سے روتے ہوئے تیزی سے گزر جاؤں کہ مبادا تم بھی اسی بلا میں گرفتار ہو جاؤ جس میں وہ قوم گرفتار ہوئی تھی۔ آگے جانے والے لشکر میں سے کچھ آدمیوں نے وادیٔ القریٰ کے ایک کنویں سے پانی بھر لیا اور اُس پانی سے آٹا بھی گوندھ لیا مگر جب نبی اکرم ﷺ پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی اس کنویں کے پانی سے وضو نہ کرے نہ کوئی اس پانی کو پیئے۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کیا کہ ہم نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اسے اونٹوں کے آگے ڈال دو۔

اسی وادیٔ میں وہ کنواں بھی تھا جس سے حضرت صالح رضی اللہ عنہ کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی نبی اکرم ﷺ اس کنویں پہ رک کے رُخ انور صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا' معجزے مت طلب کیا کرو تم سے پہلے کئی قومیں اسی عادت کی وجہ سے تباہ کر دی گئیں۔ نبی اکرم ﷺ کا اشارہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرف تھا، جسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے بطور معجزہ طلب کیا اور جب وہ انٹنی ایک پہاڑ کو پھاڑ کے نکل آئی تو اس بدبخت قوم نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جس کے نتیجے میں اس قوم پہ اللہ کا عذاب اترا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کنویں سے پانی نکالا خود بھی پیا اور صحابہ کو بھی پینے کی اجازت دی اور اسی پانی سے وضو بھی کیا۔ غالباً اسی پڑاؤ میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو آگاہ کیا کہ آج رات تیز آندھی آئے گی اس لیے کوئی شخص تنہا لشکر گاہ سے باہر نہ جائے۔ صحابہ نے مکمل طور پہ نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کی اطاعت کی تاہم دو اشخاص نے اس ہدایت کو نظر انداز کیا جس کی انھیں سزا بھی ملی۔ مورخین

نے لکھا ہے کہ وہ بنوساعدہ کے دولوگ تھے اُن میں سے ایک شخص تو اپنے اونٹ کے پیچھے گیا اور دوسرا شخص کسی اور ضرورت کے تحت لشکر گاہ سے الگ ہوا جب آندھی آئی تو اُن میں سے ایک شخص کو تو غشی کا دورہ پڑ گیا صحابہ نے اسے بے سدھ پایا اور اٹھا لائے تاہم نبی اکرم ﷺ نے جب اس شخص کے لیے دُعا کی تو تھوڑی دیر بعد اُس شخص کو ہوش آ گیا تاہم دوسرے شخص کو اس آندھی نے اٹھایا اور دور بنو طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا۔ نبی اکرم ﷺ جب تبوک کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ پہنچے تو اس سے کئی دن بعد وہ شخص مدینہ پہنچا اور اپنے ساتھ گزرنے والی بپتا صحابہ کے گوش گزار کی۔

☼☼☼☼☼☼☼

سفر کے واقعات:

ریگزار عرب کی بسیط وسعتوں میں لشکر اسلام کا سفر جاری تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو منع کریں وہ بھوک اور پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو کے اپنے اونٹ ذبح کر رہے ہیں اگر وہ اسی طرح اپنے اونٹ ذبح کرتے رہے تو عنقریب سواری کے لیے اونٹوں کی قلت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہیں تشریف فرما تھے انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ ہم بارش برسائے تاکہ صحابہ کی پیاس دور ہو سکے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا:

ابوبکر اگر میں اللہ سے دُعا کروں تو وہ ضرور بارش برسائے گا مگر تب بھی تمھارے کچھ ساتھی یہی کہیں گے کہ یہ بارش تو فلاں ستارے کی گردش کی وجہ سے ہوئی ہے اور نبی اکرم ﷺ کا اشارہ یقیناً منافقین کے گروہ کی طرف تھا۔

تاہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصرار جاری رکھا تب نبی اکرم ﷺ اپنے اس محبوب دوست کی طرف مڑے اور فرمایا:

ابوبکر تجھے یہ بات پسند ہے کہ میں بارش کے لیے دُعا کروں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یا رسول اللہ ﷺ

اور نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا لیے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اُن ہاتھوں کو کبھی خالی نہ لوٹایا گیا۔ چنانچہ ابھی نبی اکرم ﷺ دُعا مانگ کے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ سرمئی اور سیاہ بادلوں نے اُس آسمان کو گھیر لیا جس کے نیچے یہ قافلہ پناہ گزیں تھا اور تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہوگئی اور وہ بارش اس قدر بھرپور تھی کہ پورا لشکر نہال ہوگیا انھوں نے اپنی پیاس بجھائی غسل کیا اپنے برتن بھرے مشکیزے بھرے اور اپنے جانوروں کو سیراب کیا۔ بیان کرنے کی خاص بات یہ ہے کہ یہ بارش صرف اُس محدود علاقے میں برس رہی تھی جس میں اسلامی لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ صحابہ اپنے کچھ ساتھیوں کو جانتے تھے کہ اُن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو انھوں نے اپنے اِن ساتھیوں سے کہا؛

ارے او بدبختو؛ اس واقعے کو دیکھنے کے بعد بھی تمھارے دل پہ پڑا ہوا نفاق کا پردہ نہیں ہٹا کہ رسول اللہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں محبوب رکھتا ہے تو اُن منافقین کی زبان سے وہی الفاظ نکلے جن کی اطلاع قبل ازیں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو دے چکے تھے۔

انھوں نے کہا؛

یہ بارش تو شعری ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

اسی سفر میں ایک پڑاؤ کے دوران نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کہیں گم ہوگئی۔

صحابہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی جستجو کرنے لگے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ تمھارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ وہ شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُسے غیب سے خبریں آتی ہیں جبکہ حالت یہ ہے کہ انھیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ اُن کی اونٹنی کہاں ہے۔

پھر فرمایا؛ بخدا میں اسی قدر جانتا ہوں جس قدر میرا رب مجھے بتاتا ہے اور اب میرے رب نے مجھے بتا دیا ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ چنانچہ صحابہ اُس گھاٹی کی طرف روانہ ہوگئے جس کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ کیا تھا اور انھیں وہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مل گئی۔ حضرت عمارہ اس وقت وہیں

تھے جب رسول اللہ ﷺ نے اُس منافق کی بات سے صحابہ کو آ گاہ فرمایا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مل گئی تو وہ اپنے خیمے کی طرف لوٹ آئے جس میں اُن کے ساتھ کئی دیگر لوگ بھی قیام پذیر تھے۔ وہ اپنے خیمے میں داخل ہوئے اور لوگوں کو اس بات سے آ گاہ کیا کہ کسی بد بخت نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اُسی وقت آ گاہ فرمادیا پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ اُس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ بات کی تھی۔ تب اُن کے خیمے میں موجود کئی لوگوں کی آنکھیں پھیل گئیں اور انھوں نے کہا؛

یہ بات تو ابھی تھوڑی دیر پہلے کی گئی ہے اور اسی خیمے میں کی گئی ہے۔

پھر لوگوں کی انگلیاں اُس شخص کی طرف اُٹھ گئیں جس کا نام زید بن لصیت تھا اور وہ بنو قینقاع سے تعلق رکھتا تھا اور اب اُس کا نفاق کھل چکا تھا۔

حضرت عمارہ اٹھے اور انھوں نے زید بن لصیت کو گردن سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے اپنے خیمے سے باہر پھینک دیا اور فرمایا؛

ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہم ہی اپنی آستین میں سانپ پال رہے ہیں۔

☼☼☼☼☼☼☼

اسی سفر کے متعلق امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ روایت درج کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس لڑائی جھگڑے کا ایک مقدمہ پیش کیا گیا۔

ایک شخص جو حضرت یحییٰ بن امیہ کا غلام تھا اُس نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ لشکر اسلام کے ایک مجاہد نے اُس کے سامنے والے دو دانت توڑ دیئے ہیں چنانچہ مجھے قصاص دلایا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛ اُس شخص کو تلاش کرو جس نے اس کے دانت توڑے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد صحابہ اس شخص کو لے آئے جس کا نام اجیر تھا اور اُس کا حضرت یحییٰ بن امیہ کے غلام سے جھگڑا ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے دریافت کیا تم نے اس شخص کے دانت کیوں توڑے ہیں تو اُس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو تفصیلات سے آ گاہ کرتے ہوئے بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ اِس شخص نے میرا ہاتھ چبا

ڈالا تھا میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے نکالنے کے لیے زور لگایا تو اس کے دانت ٹوٹ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص کو رخصت کر دیا۔

تب مدعی نے پھر سے قصاص کا مطالبہ کیا تو نبی اکرم ﷺ اُس پہ ناراض ہوئے اور فرمایا' کیا تو چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تیرا منہ نہ کھینچتا اور تو اُسے چباتا رہتا تیرے لیے کوئی بدلہ نہیں ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

اسی سفر کے دوران صحابہ کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی۔

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت درج کی ہے جس میں بتایا گیا کہ اس روز مسلمانوں کا لشکر رات گئے پڑاؤ کے لیے اترا تو سب نہایت تھکے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے استراحت فرما ہوئے اور حضرت بلالؓ سے فرمایا؛

خیال رکھنا ہماری صبح کی نماز قضاء نہ ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ آپ بے فکر ہو کے سو جائیں میں جاگ رہا ہوں۔

وہ کافی دیر تک جاگتے رہے اور ادھر اُدھر گھومتے رہے آخر فجر کے قریب انھوں نے سوچا کہ بس اب وقت ہوا ہی چاہتا ہے اور وہ بیٹھ گئے اور اپنے اونٹ سے ٹیک لگالی۔تھوڑی دیر بعد نیند اُن پہ غالب آ گئی اور پھر مسلمانوں کی آنکھ اس وقت کھلی جب سورج کی تیز روشنی نے اُن کی پلکوں پہ دستک دی۔سب سے پہلے خود نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمایا 'بلال میں نے تمھیں کہا نہ تھا خیال رکھنا ہماری صبح کی نماز قضاء نہ ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھ پہ بھی اسی چیز نے غلبہ پالیا تھا جس نے باقی سب لوگوں کو احاطہ کیا ہوا ہے۔

اب تمام صحابہ بیدار ہو چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

صحابہ سوار ہوئے کچھ مسافت طے کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنے اونٹ سے اترے اور وضو کیا۔

تمام لشکر بھی اتر چکا تھا چنانچہ اُس روز دن کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے نماز فجر ادا کی۔

☼☼☼☼☼☼☼

تبوک میں آمد؛

طویل اور کٹھن سفر کے بعد لشکر اسلامی کی منزل اب قریب تھی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سفر کے آخری روز نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا، دیکھو کل ہم منزل پہ پہنچ جائیں گے مگر یاد رکھو تم میں سے جو پہلے وہاں پہنچے وہ تبوک کے چشموں سے پانی نہ لے کیونکہ تبوک کے مقام پہ پانی کی کمی ہے۔ اگلے روز تبوک کے چشموں پہ پہنچنے والے گروہ میں کئی منافقین بھی شامل تھے۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ کا حکم اُن تک بھی پہنچ چکا تھا تاہم اپنے نفاق کی وجہ سے انھوں نے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور چشموں سے پانی نکال لیا حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اِن چشموں پہ پہنچے تو اُن چشموں کا پانی خشک ہو چکا تھا صرف کہیں کہیں سے تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے اِن چشموں سے پانی نہ نکالنا۔ نبی اکرم ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور صحابہ اس بات سے گھبراتے تھے کہ مبادا نبی اکرم ﷺ کی زبان سے اُن کے لیے کوئی بددُعا نہ نکل جائے اس لیے انھوں نے کھوج کی کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی حکم عدولی کی تب انھیں معلوم ہوا کہ وہ منافقین کا گروہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھا اِن چشموں سے بہنے والا کچھ پانی جمع کرو۔

صحابہ نے ایک مشک پانی جمع کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا نبی اکرم ﷺ نے اس پانی سے وضو کیا اور وضو سے بچے ہوئے پانی کے متعلق فرمایا کہ اس پانی کو خشک ہوتے چشموں میں انڈیل دو۔

صحابہ نے حکم کی اطاعت کی۔

اورانھوں نے دیکھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ چشمے جوخشک ہو رہے تھے ابلنے لگے اوراُن سے بے تحاشا پانی بہنے لگا جو صحابہ کی ضروریات کے لیے کافی تھا۔ چنانچہ صحابہ نے نہ صرف اپنی پیاس بجھائی بلکہ اپنے جانوروں کو بھی سیراب کیا اور اپنی مشکوں کو بھی بھرلیا۔ جس روز نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچے اسی روز جو رسول اللہ ﷺ کا تبوک میں پہلا دن تھا آپ ﷺ نے نماز ظہر کے بعد صحابہ کو خطاب کیا آپ ﷺ کا یہ خطبہ ذیل میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

”حمد وثنا کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا؛

”اے لوگو؛ سب سے زیادہ سچی بات کتاب اللہ کی ہے اور سب سے مضبوط سہارا تقویٰ ہے، سب سے بہتر دین ابراہیم کا دین ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، تمام گفتار سے بہتر اللہ کا ذکر ہے اور سب قصوں کہانیوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہتر کام نیکی ہے اور سب سے برا کام بدعت ہے، سب سے بہتر راستہ انبیاء کا راستہ ہے اور سب سے بہتر موت شہدا کی موت ہے، سب سے بے عقلی کی بات اسلام کے بعد گمراہی ہے، سب سے بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے، سب سے بہتر ہدایت وہ ہے جس پہ عمل کیا جائے، دل کا اندھا پن سب سے برا ہے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، وہ تھوڑا مال جو ضرورت پوری کر دے اُس کثیر مال سے بہتر ہے جو انسان کو اللہ سے غافل بنا دے، سب سے بری معذرت وقت نزع کی معذرت ہے اور سب سے بد ترین ندامت روز محشر کی ندامت ہے، تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نماز جمعہ میں دیر سے آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر لاتعلقی سے کرتے ہیں، سب سے خطا کار زبان وہ ہے جو جھوٹی ہو اور سب سے بہتر دل وہ ہے جو غنی ہو، سب سے بہتر زادِراہ تقوی ہے اور سب سے بڑی دانائی اللہ کا خوف ہے، دل کا خزانہ یقین ہے اور شک کفر تک لے جاتا ہے، میت پہ نوحہ جاہلیت ہے اور امانت میں خیانت دوزخ کی آگ تک لے جانے والا عمل ہے، نشہ کرنا دوزخیوں کا عمل ہے اور برے شعر شیطان کی طرف سے ہیں، شراب سب برائیوں سے بڑی برائی ہے اور سب سے برا مال یتیم کا مال ہے، سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے ہدایت طلب کرے اور بد بخت ماں کے پیٹ سے ہی بد بخت آتا ہے، سب انسانوں کی منزل چار ہاتھ کا گڑھا ہے اور سب اعمال کا بدل روز آخر دیا جائے گا

،انجام کا دارومدار اعمال پہ ہے اور جھوٹ سب سے بری سواری ہے ہر آنے والی چیز قریب ہے اور مومن کو گالی دینا فسق کا کام ہے، مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور غیبت فسق ہے مومن کا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ اُس کا خون، جو اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اللہ کو جھٹلاتا ہے اللہ کی مرضی ہے کہ وہ اس کو معاف کرے یا سزا دے، جو لوگوں کو معاف کرتا ہے اللہ اِس کو معاف کرتا ہے، جو غصہ پی جائے اللہ اُس کو اجر دے گا اور جو بھاری مصیبت میں صبر کرے گا اللہ اسے بدل دے گا، جو بری باتیں پھیلاتا ہے اللہ اُس کو بدنام کردے گا، جو کوئی نافرمانی سے رُک گیا اللہ اُس کو معاف کردے گا، اور جو نافرمان ہوا اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے گا میں تم سب کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔

میں تم سب کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہوں۔

میں تم سب کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہوں۔

☼☼☼☼☼☼☼

پیچھے رہ جانے والے؛

نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچ چکے تھے اور وہاں قیام پذیر تھے اب ہم اُن لوگوں کا کچھ احوال بیان کرنا چاہتے ہیں جو مومن تھے مگر پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے۔ مورخین نے بتایا کہ وہ پانچ یا چھ لوگ تھے جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھے اُن میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ شامل تھے اِن میں سے اولالذکر تین افراد کا ذکر تو اُس وقت کیا جائے گا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائیں گے مگر مؤخرالذکر تین افراد کا تذکرہ اسی مقام کا متقاضی ہے اس لیے کہ یہ تینوں افراد نبی اکرم ﷺ سے آ ملے تھے۔ حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود انھی کی زبان سے بیان کیا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا اس جنگ پہ نکلنے کا پورا ارادہ تھا مگر میرے پاس کئی سواریاں تھیں اس لیے میں موسم کی شدت اور اپنے نفس کی اکساہٹ کی وجہ سے میں وقت پہ نہ نکلا اور لشکر اسلامی مدینہ سے روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کا طرز عمل یہ تھا کہ جب صحابہ اُن کو

بتاتے کہ فلاں صحابی جنگ پہ نکلنے سے گریزاں ہے تو نبی اکرم ﷺ فرماتے اُس کو اِس کے حال پہ چھوڑ دو اگر اُس میں کوئی اچھائی ہوگی تو وہ تم سے آ ملے گا اور اگر وہ نہ بھی آئے تو اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔ لشکرِ اسلامی کی روانگی کے کچھ روز بعد ایک دن حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کے باغ میں پانی چھڑک دیا گیا ہے جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے اُن کے خیمے سائے میں ہیں جہاں شدید گرمی بے اثر ہو جاتی تھی اُن کی دونوں بیویوں نے سنگار کیا ہوا تھا اور کھانا تیار کرنے کے بعد اپنے خیموں میں اُن کی منتظر تھیں جو باغ میں لگائے گئے تھے۔ انھوں نے اپنے شوہر ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی آواز سنی تو خیمے کے پردے اٹھا کر دروازوں پہ آ گئیں اور اپنے شوہر کو داخل ہونے کی دعوت دی حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ نے یہ سارا اہتمام دیکھا تو خود کلامی کرتے ہو کہا'

اے ابوخثیمہ؛ تو اپنی بیویوں کے حسن سے لطف اندوز ہو اور ٹھنڈے سائے میں بیٹھ کر ٹھنڈا پانی پیئے اور گوشت کھائے جبکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تپتے صحراؤں میں محوِ سفر ہیں تمھارا یہ عمل قرین انصاف تو نہیں۔

پھر انھوں نے اپنی بیویوں کو پکارا اور کہا؛

بخدا؛ میں تمھارے اِن خیموں میں قدم نہ رکھوں گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جاؤں گا میری سواری اور زادِ راہ تیار کرو۔ اُن کی بیویوں نے اطاعت کی اور اُن کی سواری اور زادِ راہ تیار کر دیا۔ وہ وہیں سے اپنے اونٹ پہ سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ راستے میں اُن کی ملاقات حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ ہوئی اور وہ بھی سستی کی وجہ سے لشکرِ اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے مگر اب وہ اپنے ضمیر کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے تنہا ہی روانہ ہو گئے تھے۔ اب وہ دو تھے اور اُن کی منزل بہت دور تھی تاہم وہ دلجمعی سے محوِ سفر رہے حتیٰ کہ منزل تک جا پہنچے۔ جب اُن کی منزل قریب آ گئی تو حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمسفر حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے اور میں اپنے اللہ سے شرمندہ ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں تنہا رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤں کیا تم کچھ توقف کرو گے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ لوں۔ حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ نے رضامندی کا اظہار کر دیا وہ خود رُک گئے اور حضرت ابوخثیمہ

رضی اللہ عنہ کو آگے جانے دیا۔ایک روز جب نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے جلو میں تبوک کے مقام پہ تشریف فرما تھے تب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو خبر کی کہ یارسول اللہ ﷺ ایک شتر سوار چلا آ رہا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ ہوگا۔

صحابہ اُن کے استقبال کو آگے بڑھے اور جب وہ شتر سوار اُن کے قریب پہنچا تو وہ دیکھ کے حیران رہ گئے کہ وہ حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا؛

ابوخثیمہ تمھارے لیے بہتر یہی تھا کہ تم چلے آتے۔اُن کے بعد حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔

✿✿✿✿✿✿✿

حضرت ابوذرغفاریؓ لشکر اسلام کے ساتھ ہی نکلے تھے مگر جلد ہی اُن کا اونٹ جوابی ہو گیا اور وہ لشکر اسلامی سے پیچھے رہ گئے جس سے بعض صحابہ نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھ نہیں نکلے۔حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کا شمار نبی اکرم ﷺ کے اُن صحابہ میں کیا جاتا ہے جن کو سابقین الاولین کہا جاتا ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ یہ وہ پانچویں شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا،حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ نہایت زبردست عالم دین اور انتہائی زاہد اور متقی صحابی تھے وہ حق بات کہنے سے نہ گھبراتے تھے۔چنانچہ تبوک میں نبی اکرم ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ ایک شخص پیدل ہی چلا آ رہا ہے اور نبی اکرم ﷺ جان گئے کہ وہ کون ہے۔صحابہ سے فرمایا؛ اللہ اُس پہ رحم فرمائے وہ اکیلا ہی چلا آ رہا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اُس کو روزمحشر اکیلا ہی اٹھایا جائے گا جاؤ وہ میرا محبوب صحابی ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ ہے اُس کا استقبال کرو۔

اور لوگ حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ اُن کے قریب پہنچے تو لوگوں نے اُن کو پہچان لیا وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی تھے چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔بہت سال بعد جب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تب رسول اکرم ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ وہ اکیلا ہی مرے گا۔تب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ شام میں مقیم تھے جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کی طرف سے نامزد حکمران تھے۔وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہ بے پناہ تنقید کرتے اور انھیں ہر کام سے روکتے۔چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کولکھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلالیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلالیا۔

مدینہ آنے کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہ تنقید کرنے لگے جس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ شہر سے باہر زبدہ کے مقام پہ بھیج دیا جہاں وہ ایک غلام اور اپنی بوڑھی بیوی اُم ذر کے ساتھ رہنے لگے۔ایک بار وہ اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ محوِ سفر تھے کہ انھیں مرض الموت نے آلیا۔اس طرح رسول اللہ ﷺ کی یہ بات پوری ہوئی کہ ابوذر تنہا کسی ویرانے میں موت کو گلے لگائے گا۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق اُن کے جسد خاکی کو راستے پہ رکھ دیا اور انتظار کرنے لگیں کہ کوئی قافلہ ادھر سے گزرے تو وہ اِن کو دفن کرے۔ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ عربوں کا ایک قافلہ وہاں آپہنچا اور اُس قافلے کے سالار حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے جو صحابی رسول تھے اور اُس محفل میں بھی موجود تھے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوذر اکیلا ہی مرے گا۔

اُم ذر نے لوگوں کو پکارا اور کہا؛

لوگو رک جاؤ اور اس شخص کو دفن کرو جو رسول اللہ ﷺ کا صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کے آگے بڑھے اور رونے لگے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد انھوں نے اپنے عراقی ساتھیوں کو نبی اکرم ﷺ کی پوری حدیث سنائی کہ کس مقام پہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوذر اکیلا ہی چلا آرہا ہے وہ اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔

تبوک میں قیام ؛

تبوک کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے بیس راتیں قیام کیا۔مورخین نے اِن بیس روز کے جن واقعات

کو ہم تک منتقل کیا ہے اُن کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ دشمن کا دور دور تک کچھ پتا نہ تھا اور ہم فارغ ہی رہتے تھے اگرچہ ہمیں پانی اور خوراک کی کمی کا سامنا تھا۔

ایک روز آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور فرمایا؛

بلال رضی اللہ عنہ کچھ کھانے کے لیے تو لاؤ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جس بوری میں کھجوریں تھیں وہ تو خالی ہوگئی ہے میں دیکھتا ہوں شاید اُس کی تہہ سے کوئی ایک دو کھجوریں مل جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو ہے لے آؤ اور صحابہ سے بھی کہو جس کے پاس کچھ کھانے کے لیے ہو وہ لے آئے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے زمین پہ ایک کپڑا بچھا دیا اور صحابہ کے پاس کھانے کی جو بھی چیز تھی وہ اس پہ لا کے ڈھیر کرتے گئے اور اُن کے پاس کھانے کے لیے بہت کچھ نہ تھا اس لیے جب سب نے اپنا کھانا ڈال دیا تب بھی اُس کی مقدار کچھ زیادہ نہ تھی۔ اُن میں کھجوریں تھیں جو ایک صاع سے بھی کم تھیں کچھ ستو تھے اور خشک گوشت کے کچھ ٹکڑے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے کھانے کے اس سامان کو اپنے ہاتھوں سے الٹا پلٹا اور اسے باہم ملا دیا اس کے بعد دُعا کی۔ دُعا کے بعد صحابہ کو حکم دیا اس دسترخوان سے کھاتے جاؤ۔ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ ہم دسترخوان سے کھاتے رہے حتیٰ کہ تمام لشکر نے کئی روز بعد پیٹ بھر کے کھایا۔ اس کے بعد بھی وہ کھانا اسی قدر تھا جیسا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اس دسترخوان سے اپنے برتن بھرنے شروع کر دیئے اور اس فردگاہ میں کوئی ایسا برتن نہ بچا تھا جو خالی ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡

شاید کئی صدیوں بعد ایسا ہوا تھا کہ عربوں کے کسی گروہ نے اتنا لمبا اور دشوار گزار سفر کر کے اُن علاقوں پہ حملہ آور ہونے کی جرأت کی تھی جو رومی مملکت کے تحت آتے تھے دوسرے لفظوں میں اس حملے کو سلطنت روم پہ حملہ بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ حملہ تاریخ کے دھارے کو موڑنے والا تھا۔ خطے کی جغرافیائی معاشی معاشرتی سماجی اور عقائدی جمود کو زیروزبر کرنے والا تھا۔ یہ حملہ تاریخ کے ایک نئے

عہد کا سر آغاز تھا جس کا ثبوت آنے والے وقت نے فراہم کیا۔تبوک میں مسلمانوں کا قیام اور ہرقل کا شام میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے گریز اور اُن عرب حکمرانوں کا اپنے بلوں میں گھس جانا جن کی راہبری بنوغسان کر رہے تھے آنے والے دنوں میں اُن نتائج کو ظاہر کر رہا تھا جن کا ظاہر ہونا ناگزیر ہو چکا تھا۔

چنانچہ جلد ہی مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جنگوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جس کے اختتام پہ رومی سلطنت کا وجود محض تاریخ کے صفحات تک محدود ہو کے رہ گیا اور عملاً اس کا وجود ہوا میں تحلیل ہو گیا اور وہ سب علاقے جو عیسائی رومی ریاست کا حصہ تھے وہ اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ بن گئے اِن علاقوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اب وہ لوگ لشکرِ اسلام کے مجاہد تھے اور دین اسلام کی روشنی لیے دنیا کے کونے کونے کو منور کرنے کے لیے نکلتے تھے۔چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کا لشکر تبوک میں اترا تو اس علاقے کے اکثر حکمرانوں کی دانش نے اُن کی راہنمائی اس امر کی طرف کی کہ اب اِن علاقوں میں رومیوں کی بجائے مسلمانوں کا ہی غلبہ ہو گا۔چنانچہ جن قبائل کے حکمرانوں کی دانش نے اس روشن حقیقت کو بخوبی بھانپ لیا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کر لی اُن میں سے کچھ کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

☼☼☼☼☼☼☼

اُن میں ایک ایلہ کا بادشاہ تھا جس کا نام یحنہ بن اردیہ تھا اُس کے ساتھ قبیلہ جربا کے کچھ لوگ بھی تھے جو ملک شام کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے اور اذرح کے کچھ لوگ بھی تھے جو سرات کے مقابل ایک شہر کا نام ہے نیز مینا بستی کے کچھ لوگ تھے جو ایلا کے بادشاہ کے ہمراہ تھے۔نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا بلکہ جزیہ دینا مناسب جانا چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے معاہدہ کر لیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

ہمیں تحریر لکھ دیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے تحریر لکھوا دی جسے ہم ذیل میں تحریر کر رہے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"یحنہ اور ایلاء والوں کو اس تحریر کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے امان دی جاتی ہے بر و بحر یعنی خشکی اور سمندروں میں اُن کے قافلوں کو امان ہے۔ وہ لوگ اور ان کے ساتھ ملک شام یمن اور بحر کے جو لوگ ہیں اُن کو بھی امان دی جاتی ہے اور اب وہ اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ کی ذمہ داری میں ہیں۔ اس کے بعد ان میں کوئی شخص اگر اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے یا نئی بات نکالے تو مسلمان اُن کے جان و مال کی حفاظت سے بری ہو جائیں گے اور اگر یہ اپنے معاہدے پہ برقرار رہیں گے تو یہ کسی چشمہ آب پہ پڑاؤ کریں یا خشکی اور تری میں کوئی راستہ اختیار کریں اِن کو کسی حال میں روکنا درست نہ ہوگا۔ امان برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ اسی مجلس میں نبی اکرم ﷺ نے اہل ذرح اور اہل مینا کو بھی امان دی۔

☼☼☼☼☼☼☼

اور انھی میں دومۃ الجندل کا حکمران اکیدر بھی تھا یہ بنو کندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا حکمران تھا اور نصرانی تھا وہ رومیوں کا اتحادی تھا اُن کا حمایتی اور حلیف تھا نبی اکرم ﷺ نے اُس کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا تو اسے بیل کا شکار کرتا ہوا پائے گا۔

امام سہیلیؒ نے اکیدر کا واقعہ تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ؛

وہ ایک چاندنی رات تھی جس میں اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ محل کی چھت پہ تھا جب ایک بیل نے محل کے دروازے پہ ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔

اکیدر چھت سے اترا اور گھوڑے پہ سوار ہوا اُس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے جن میں اُس کا بھائی

حسان بھی شامل تھا بیل بھاگ اٹھا تھا اور وہ اُس کے تعاقب میں تھے۔

تب اُن کا سامنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جس میں اکیدر کا بھائی حسان بھی شامل تھا اور اکیدر کو گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کے بھائی حسان کا لباس اتار لیا جو بیش قیمت تھا صحابہ نے جب اس لباس کو دیکھا تو حیران رہ گئے کیونکہ اس میں سونے اور ہیرے جواہرات کا کام تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی حیرت دیکھی تو فرمایا؛

حیران مت ہو کیونکہ جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال بھی اس لباس سے بیش قیمت ہوں گے۔

اکیدر نے صلح کی درخواست کی جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول کر لیا۔

اکیدر نے جزیہ کے طور پہ دو ہزار اونٹ، تین سو گھوڑے، چار سو زرہ اور چار سو نیزوں کے عوض جان بخشی کی درخواست کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔

اُس نے اپنے بھائی کے لیے بھی امان طلب کی جو ایک اور شہر کا حکمران تھا۔

اکیدر کا یہ بھائی اُس کے علاوہ تھا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

✪✪✪✪✪✪✪

امام ابن اسحق ؒ اور ابن مندہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ذوالبجادین کا تعلق عربوں کے ایک مشہور قبیلے بنو مزینہ سے تھا۔امام برہان الدین حلبیؒ نے حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے ایمان لانے کا واقعہ تفصیل سے تحریر کیا ہے۔

اُن کی داستان محبت الٰہی سے معمور ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ابھی میں نے ہوش نہ سنبھالا تھا کہ میرے والد نے انتقال کیا تب میرے چچا

نے میری پرورش کی ابھی میں پورے طور پہ جوان نہ ہوا تھا کہ میں نے لوگوں سے اس بات کا ذکر سنا کہ قریش کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے اُن کے بارے میں اشتیاق تھا اور میں لوگوں سے اُن کے احوال جانتا رہتا تھا اُن کی باتیں اور دعوت کو کسی حد تک جان لینے کے بعد اب میرا دل بتوں کی پوجا پہ مائل نہ ہوتا تھا۔ تاہم چونکہ میرا چچا میرے باپ کی طرح تھا اس لیے میں منتظر رہا کہ میرا چچا بھی دوسرے عربوں کی طرح نکلے اور اسلام قبول کرے مگر ایک مدت گزر گئی مگر میرے چچا نے اسلام قبول کرنے میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ میرے اندر اسلام قبول کرنے کا شوق پیدا ہو چکا تھا مگر میں اپنے چچا کی وجہ سے مجبور تھا اسی کشمکش میں بہت سا وقت بیت گیا نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اہل قریش نے اُن کے خلاف کئی جنگیں برپا کیں۔

میں یہ سب کچھ سنتا رہتا تھا مگر میرا چچا اپنی ضد پہ اڑا ہوا تھا۔ اس دوران میں اپنی محنت کے بل بوتے پہ کافی آسودہ ہو چکا تھا اور میرے پاس بہت مال جمع ہو چکا تھا۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ بھی فتح کر لیا اور بنو ہوازن کو بھی سرنگوں کر لیا تو ہمارے ہمسایے سے بھی لوگ اٹھ کے نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور دولت ایمان سے اپنے سینوں کو منور کر لیا مگر میرے چچا کی وہی پرانی ضد تھی جس سے اب میں اکتا چکا تھا چنانچہ میں نے اپنے چچا سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں اپنے چچا کے پاس گیا اور اُس سے کہا؛

چچا سارے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں میں نے تیرا بہت انتظار کیا حالانکہ ایک مدت سے میرا دل اسلام کی طرف مائل ہو چکا تھا تیرے لیے اب بہتر یہی ہے کہ تو میرے ساتھ ہی نکلے اور اسلام قبول کرے دوسری صورت میں مَیں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ اسلام کی روشنی آ جانے کے بعد اب بتوں کی پوجا نہیں کروں گا۔ میرے چچا نے میری بات سنی اور حیرت سے میری طرف دیکھا؛

اور وہ بہت غصے میں تھا۔

اُس نے کہا؛ اگر تم اسلام قبول کرنا چاہتے ہو تو یہ تمام مال جس کے تم مالک بنے بیٹھے ہو یہ میرا ہے اسے واپس کر دو اس کے بعد جو تمھارا جی چاہے کرو۔

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو اکڑ جاتا اور مال دینے سے انکاری ہو جاتا اور یہ میرا حق بھی تھا کیونکہ میں نے یہ مال اپنی محنت سے کمایا تھا لیکن میں نے اپنے چچا کا لحاظ کیا اور اُس کا سارا

مال اُسے لوٹا دیا مگر میرے چچا کے دل میں کھوٹ تھا وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا اُس کے دل میں کجی تھی چنانچہ میں نے اُس کو سارا مال دے دیا اور اُس سے رخصت ہونے لگا تب اُس نے مجھے پکارا اور کہا؛

یہ لباس جو تم نے پہن رکھا ہے یہ بھی میرا ہے اس کو بھی اتار دو۔

اور یہ میرے چچا کی اخلاقی پستی تھی لیکن میں جس راستے پہ قدم اٹھا چکا تھا اُس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنے کو تیار تھا اس لیے میں نے اُس کا لباس بھی اتار دیا اور ستر ڈھانپے اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اُس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اُس نے اپنی ایک دھاری دار چادر کو درمیان سے پھاڑا اور میری طرف بڑھا دیا میں نے اُس چادر کا ایک حصہ اپنی ٹانگوں پہ باندھ لیا اور دوسرے کو اپنے اوپر اوڑھ لیا۔

اور اب میں ہر قسم کی ذہنی کوفت سے آزاد تھا اور محبت کی منزلوں کا راہی تھا میں وسیع صحراؤں میں سفر کرتا ہوا رات گئے مدینہ پہنچا اور لوگوں سے پوچھتا ہوا مسجد نبوی میں چلا آیا سفر کا تھکا ہوا تھا اس لیے سو گیا۔ پھر ایک نرالی صدا سے میری آنکھ کھلی جو لوگوں کو فلاح اور بھلائی کی طرف بلا رہی تھی اور اُس آواز میں عجیب سا سوز تھا اور وہ صدا نہایت صریح الاثر تھی۔

پھر لوگ اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے نماز شروع کی میں نماز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اس کے باوجود اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا اور جس طرح وہ کرتے اُسی طرح میں بھی کرنے لگا نماز کے دوران پڑھے جانے والے قرآن نے میرے فیصلے پہ مہر تصدیق ثبت کی اور میں جان گیا کہ میں نے درست منزل کا انتخاب کیا ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد ایک ہاتھ میری طرف اٹھا اور مجھ سے سوال کیا جا رہا تھا میں کون ہوں۔

اور میں اب جان چکا تھا کہ یہ سوال کرنے والے اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟ تمھارا کیا نام ہے

میں نے جواب دیا؛

میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ نہیں تم عزی کے نہیں اللہ کے بندے ہو اس لیے آج سے تمھارا نام عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ہے اور تمھارا لقب ذوالبجادین ہے۔

اور تب سے صحابہ مجھے ذوالبجادین ہی کہنے لگے۔

وہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اصحاب صفہ کے ساتھ رہنے لگے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین کو قرآن سیکھنے کا بہت شوق تھا اس لیے جلد ہی انھوں نے بہت سا قرآن حفظ کرلیا تھا۔اُن کی آواز قدرتی طور پہ بہت بلند تھی اس لیے جب وہ تلاوت کرتے تو باقی لوگ چُپ ہو رہتے۔حضرت عمر نے اس بات کی شکایت آنحضرت محمد ﷺ سے کی کہ یہ شخص بہت بلند قرآن پڑھتا ہے جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

عمر؛ جانے دو اس شخص کو کچھ نہ کہو اس نے خالی ہاتھ محض میرے لیے ہجرت کی ہے اگرچہ وہ ایک دولت مند شخص تھا۔پھر نبی اکرم ﷺ تبوک کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ بھی کمر کس کے نکلے۔

راستے میں کسی پڑاؤ پہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ میرے لیے شہادت کی دُعا کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ جاؤ اور اُس درخت کی چھال لے آؤ۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ اُس درخت کی چھال لے آئے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ چھال اپنے ہاتھ سے اُن کے بازو پہ باندھ دی اور فرمایا آج سے دشمن کی کوئی تلوار تجھ پہ کارگر نہیں ہوگی۔حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے منہ سے ایک آہ سی نکلی اور انھوں نے زیر لب کہا؛

یہ تو میری خواہش نہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کی بڑبڑاہٹ سن لی اور جب وہ اُٹھ کے جانے لگے تو آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کا بازو تھام لیا اور کہا؛ اگر تمھیں بخار آگیا اور اُس کی وجہ سے تمھاری موت ہوگئی تب بھی تم شہید ہو۔اور تبوک پہنچنے کے چند روز بعد اُن کو بخار ہوگیا جو اُن کے لیے مرض موت ثابت ہوا اور انھوں نے مقام تبوک پہ وفات پائی۔حضرت عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم تبوک میں پہنچے تو میں رسول اللہ ﷺ کے خیمے کا پہرہ دیا کرتا تھا ایک رات جب میں پہرے پہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ

اپنے خیمے میں موجود نہ تھے میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کچھ دور مجھے مشعل کی روشنی نظر آئی۔

اور میں اُس روشنی کی طرف چل دیا۔

وہاں پہنچ کے مجھے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں۔ مشعل کی روشنی میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن کے لیے قبر کھود رہے ہیں آنحضرت محمد ﷺ اُن کی قبر میں اترے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو میری طرف اتارو اپنے بھائی کو میری طرف اتارو۔اور کفن کے نام پہ اُن کے جسم پہ اُس موٹی چادر کے وہی دو ٹکڑے تھے جو اُن کی ماں نے اُن کو دیئے تھے اور جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اُن کو دو چادروں والے یعنی ذوالبجادین کا لقب عطا فرمایا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو قبر میں اتار صحابہ نے قبر بند کر دی۔

نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا؛

اے اللہ؛ میں اس شخص سے آخری وقت تک راضی رہا پس تُو بھی اس سے راضی ہو جا۔

اُن کی اس قدر تعظیم دیکھ کر ایک صحابی بول اٹھے۔

کاش اس قبر میں مَیں اترتا۔

اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

مشاورت اور واپسی ؛

نبی اکرم ﷺ کو تبوک میں اترے جب بیس دن گزر چکے تھے اہل روم کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا اور اُس کے حلیف عرب قبائل اپنے بلوں میں جا چھپے تھے تب آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشاورت کی کہ کیا انھیں آگے بڑھ کے دمشق کی طرف جانا چاہیئے یا یہاں سے ہی واپس ہو جانا چاہیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ اگر آپ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہمیں کوئی غم نہیں ہم دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنے والے لوگ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

عمر؛ اگر مجھے حکم دیا جاتا تو میں تم سے قطعاً رائے طلب نہ کرتا بلکہ آگے بڑھنے کا حکم دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی؛ یا رسول اللہ ﷺ

اس صورت میں ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم مدینہ واپس لوٹ جائیں کیونکہ دمشق پہ حملہ کرنے کی صورت میں ہمیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اس لیے کہ وہاں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہاں ہمیں کوئی کمک دستیاب نہ ہوگی اس لیے کہ ہم اپنے مرکز سے بہت دور ہوں گے اور اہل روم سے جنگ کی صورت میں ہماری پشت بھی غیر محفوظ ہوگی اور دشمن کو اپنے علاقے اور بے پناہ فوجوں کی برتری حاصل ہوگی اس کے علاوہ تبوک میں نکلنے کے بیشتر مقاصد پورے ہو چکے ہیں ہم کئی روز سے اُن کے علاقوں کے اندر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جس سے دشمن کو یہ پیغام پہنچ چکا ہے کہ مسلمان اُن کی بے پناہ اور منظم افواج سے قطعی خوفزدہ نہیں ہیں اور مملکت رومہ کے حلیف بھی جان چکے ہیں کہ اہل مدینہ سے ٹکر لینا کوئی آسان کام نہیں اسی لیے تو وہ ہمارے ڈر سے چھپ گئے ہیں اور علاقے کے بیشتر حکمرانوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے ہم سے معاہدے کر لیے ہیں اس لیے آئندہ جب رومی مدینے پہ حملہ کرنے کی خواہش کریں گے تو انھیں اِن علاقوں سے حمایت حاصل نہ ہو سکے گی۔ مزید براں مسلمان خوارک کی قلت کا شکار ہیں اس لیے یا رسول اللہ ﷺ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اس سال واپس چلا جائے اور آئندہ سال حالات کو دیکھ کر رومیوں سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دلائل کو تسلیم کیا اور واپسی کا اعلان فرمایا؛

مسلمانوں کا لشکر واپسی کی تیاری کرنے لگا کیمپ اکھاڑے جا رہے تھے سواریوں پہ بوجھ لادا جا رہا تھا اور سفر کی دیگر تیاریوں کا عمل جاری تھا۔

پھر نبی اکرم ﷺ اپنی ناقہ پہ سوار ہوئے اور اللہ رب العزت سے دُعا کی!

وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّي مِن لَّدُنْكَ سُلْطَنًا نَّصِيرًا○

القرآن الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ ؛ آیات ؛ ۸۰)

ترجمہ؛

''اے میرے رب؛ جہاں کہیں بھی تو مجھے لے جائے، سچائی کے ساتھ لے جا، اور جہاں سے تو مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ، اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔

☼☼☼☼☼☼☼

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ سے تبوک کے لیے روانہ ہوئے تب بھی مسلمان عسرت اور تنگ دستی کا شکار تھے اور تبوک میں قیام کے دوران بھی انھیں خوراک اور پانی کی قلت کا سامنا تھا چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے تبوک سے مدینہ واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تب مسلمان نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اُن سے خوراک کی قلت کی شکایت کی اور اجازت چاہی کہ وہ اپنے اونٹ ذبح کر لیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں اونٹ ذبح کر کے کھانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت حاصل کر کے واپس جا رہے تھے تب اُن کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری تھی اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ؛ لوگوں کو اونٹ ذبح کرنے کی اجازت نہ دیں کہ ہمیں ایک طویل اور دور دراز کا سفر درپیش ہے اگر کچھ لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کر لیے تو دوسرے لوگ بھی اس سے باز نہ رہیں گے اور سواری کے لیے اونٹوں کی پہلے ہی قلت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دلائل سن کر آنحضرت محمد ﷺ نے ایک صحابی کو اُن لوگوں کی طرف دوڑایا جن کو اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دی تھی اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اپنے اونٹوں کو ذبح نہ کریں۔

اور صحابہ اونٹ ذبح کرنے سے رُک گئے۔

اس کے بدلے نبی اکرم ﷺ نے اُن کے کھانے پینے کی چیزوں میں برکت کی دُعا کی۔ صحابہ کہتے ہیں کہ اب ہم اپنے تھیلوں میں ہاتھ ڈالتے اور کھانے کی چیزیں نکال کے کھانے لگتے اور سارے سفر میں ہمارے خوارک کے تھیلے بھرے ہی رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے جانا کہ ہمارے تھیلے تو خالی ہیں۔

لشکر اسلام واپسی کے سفر میں تھا نبی اکرم ﷺ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لشکر کے پچھلے حصے میں تھے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لشکر سے پیچھے تھے اور ہمارے ساتھ صرف چند ہی لوگ تھے ایک رات جب ہم سفر میں تھے تو ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی چنانچہ ہم سفر کرتے ہی رہے حتی کہ رات کے آخری حصے میں نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا' اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کیوں نہ ہم یہاں تھوڑی دیر آرام کرلیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہا؛

جو حکم یارسول اللہ ﷺ؛

اور ہم سب اتر گئے لیٹتے ہی ہم سوگئے۔

پھر ہماری آنکھ تب کھلی جب سورج کی روشنی نے ہمیں پریشان کیا۔

جب ہم جاگے تو بے اختیار ہمارے منہ سے نکلا؛

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

کیوں کہ ہماری صبح کی نماز قضا ہوگئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ بھی جاگ اٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا؛

جس طرح شیطان نے ہمیں پریشان کیا ہے اسی طرح ہم اسے پریشان کریں گے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پانی لاؤ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ پانی تھا وہ لے آئے جس سے نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا تھوڑا سا پانی بچ گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ جو تھوڑا سا پانی بچ گیا ہے اس کی حفاظت کرنا اسے استعمال نہ کرنا۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سورج نکلنے کے بعد نماز فجر ادا کی جس میں آپ ﷺ نے سورہ المائدہ کی تلاوت کی۔

جس کے بعد ہم لوگ اپنے لشکر کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

اور لشکر اسلامی بھی ریگزار عرب کی وسعتوں میں محو سفر تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک چشمہ دیکھا جس سے پانی بہہ رہا تھا انھوں نے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا مگر لشکر نے اُن کی بات سے انکار کیا اور چلتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حمایت کی اور لشکر سے کہا؛

رُک جاؤ تم صحرا میں سفر کر رہے ہو جہاں پانی کی عدم موجودگی موت کے برابر ہے مگر لشکر نے اصرار کیا کہ ابھی تو ہم چلے ہیں اس لیے ابھی سے پڑاؤ ہمارے لیے ممکن نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو رہے مگر اس بات کو ابھی دو چار گھنٹے ہی گزرے تھے جب لشکر کا پیاس سے برا حال ہو گیا اُن کی زبانیں لکڑی کی ہو گئی تھیں اور اُن کے اونٹ اور گھوڑے جیسے ڈھے سے گئے ہوں۔ اونٹوں نے اپنی زبانیں باہر نکال رکھی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ اُن کے جسم میں موجود پانی کا ذخیرہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ اُس وقت وہ صحرا کے بیچوں بیچ تھے اور دور دور تک سائے کا کوئی انتظام نہ تھا اب وہ نہ آگے جا سکتے تھے نہ پیچھے لوٹ سکتے تھے انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات نہ مان کر بہت گھاٹے کا سودا کیا تھا۔

قریب تھا کہ لشکر میں پیاس کے باعث ہلاکتیں شروع ہو جاتیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ آ پہنچے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کے لشکریوں کی حالت بہت بری ہے کوئی تو اپنے اونٹ پہ ہی اوندھا گرا ہوا ہے تو کوئی اپنے اونٹ کے سائے میں گر چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا؟

میرے لشکر کی یہ حالت کیوں ہوئی۔ انھوں نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ راستے میں کئی چشمے تھے ہم نے لشکر کو روکا اور کہا؛

پانی بھر لو اپنی پیاس بجھا لو مگر لشکر نے انکار کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اِن لوگوں نے تمھاری بات نہ مان کر بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا؛

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ وہ پانی لاؤ جس کے متعلق میں نے تمھیں کہا تھا کہ اسے محفوظ رکھنا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے پانی پیش کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے پانی کا وہ برتن اپنے سامنے رکھا اور اُس میں اپنی مبارک انگلیاں ڈبو دیں اور وہاں سے اس قدر پانی ابلنے لگا کہ صحابہ کو پانی بہنے کی آواز تک سنائی دینے لگی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

صحابہ سے کہو آئیں اور اپنی پیاس بجھالیں۔

صحابہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اس طرح لپکے جس طرح اندھیری رات میں پروانے اُس شمع کی طرف لپکتے ہیں جو اچانک ہی روشن ہوئی ہو۔ پانی بہتا رہا اور لوگ اپنی پیاس بجھاتے رہے حتیٰ کہ سارا لشکر سیراب ہو گیا اُن کے جانور سیراب ہو گئے لشکر نے اس پانی سے اپنے سارے برتن بھر لیے تب نبی اکرم ﷺ نے اُس برتن سے اپنا ہاتھ واپس نکال لیا تب وہاں کچھ بھی نہ تھا پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔

☼☼☼☼☼☼☼

لشکر اسلام واپسی کے سفر میں تھا جب منافقین کے ایک گروہ نے ایک نہایت خطرناک سازش کی۔ وہ ایک تاریک رات تھی جب مسلمانوں کا لشکر عقبہ نامی مقام سے گزر رہا تھا یہ مقام دشوار گزار پہاڑی علاقہ تھا جہاں اونچی اونچی پہاڑیاں اور گہری کھائیاں تھیں۔ منافقین نے آپس میں مشورہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اگر وادی کا رستہ اختیار کیا تو ہم خاموش رہیں گے اور اگر آپؐ نے گھاٹی کے اندر سے جانے کی کوشش کی تو تم لوگ یکبارگی اُن پہ حملہ کر دینا اور اُن کو کسی گہری کھائی میں گرا دینا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو وادی کی طرف سے نکلنے کا حکم دیا جو قدرے آسان راستہ تھا اور خود گھاٹی کی طرف اترنے کا فیصلہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ اس تنگ گھاٹی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف دو صحابی تھے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے

تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جو پیچھے سے آپ ﷺ کی اونٹنی کو دھکیل رہے تھے۔

جب نبی اکرم ﷺ ایک قدرے تنگ جگہ سے گزر رہے تھے جہاں سے ایک سواری بمشکل گزرتی ہے تو آپ ﷺ نے اپنے پیچھے کچھ شور سنا۔ وہ کچھ سوار تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آرہے تھے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو سختی سے حکم دیا تھا کہ کوئی اُن کے پیچھے نہ آئے۔ نبی اکرم ﷺ کو خطرے کا احساس ہوا۔ پیچھے آنے والوں کا شور بہت قریب آگیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے اونٹ کے کان بھی کھڑے ہوگئے تھے اور وہ شور سن کر بدک گیا تھا جس کی وجہ سے پالان سے کچھ سامان نیچے جا گرا تھا۔ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے آپ کو بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اِن لوگوں کو روکو۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اُن لوگوں کی طرف بھاگے اور اُن کو ڈانٹ کے کہا کیا تمھیں یاد نہیں رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو اس راستے سے گزرنے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا میرے پیچھے کوئی نہ آئے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ آنے والے اُن کی بات پہ ذرا بھی توجہ نہیں کر رہے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اُس اندھیری رات میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اُن لوگوں کی طرف دیکھا تو اُن کو محسوس ہوا کہ آنے والے تمام لوگوں نے اپنے چہروں کو اپنے کپڑوں سے ڈھانک رکھا ہے۔ تب انھیں شدید خطرے کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے لمبے ڈنڈے سے آنے والوں کے اونٹوں پہ حملہ کر دیا۔ کبھی وہ اپنے ڈنڈے سے اونٹوں کے منہ پہ حملہ کرتے اور کبھی اپنی ڈھال اونٹوں کے منہ پہ مارتے انھوں نے ان لوگوں کی پیش قدمی روک دی تھی۔ نبی اکرم ﷺ بھی مڑ کے پیچھے دیکھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منافقین کی سازش سے آگاہ فرما دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے منافقین کو جھڑکا تو اللہ نے اُن کے دل خوف سے بھر دیئے اور وہ واپس بھاگ گئے اور رات کے اندھیرے میں جلدی سے لشکر میں گھل مل گئے تاکہ کوئی اُن کی سازش کو جان نہ سکے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو دھکیلنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا؟

تم نے اِن میں سے کسی شخص کو پہچانا ہے؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

میں صرف ایک شخص کی اونٹنی کو پہچان سکا ہوں اور نہیں جانتا کہ اُس پہ سوار اونٹنی کا مالک ہی تھا یا کوئی اور تھا اس لیے کہ اُن لوگوں نے اپنے منہ کپڑے سے ڈھانک رکھے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

کیا تم جانتے وہ کس مقصد کے تحت ہمارا پیچھا کر رہے تھے؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا؛

اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ مجھے قتل کرنے آئے تھے کل صبح میں تمھیں اُن کے نام بتاؤں گا۔

اگلے پڑاؤ میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کل رات آپ ﷺ گھاٹی کی طرف سے کیوں گزرے تھے حالانکہ وہ راستہ دشوار گزار اور خطرناک ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس لیے کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا تھا تا کہ منافقین نے جو سوچا ہے وہ اس پہ عمل نہ کر سکیں۔ اسید کیا تم جانتے ہو گزشتہ رات منافقین نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ وہ مجھے گھاٹی سے نیچے گہری کھائی میں گرانے کا سوچ کر میرے تعاقب میں آئے تھے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور وہ کھڑے ہو گئے انھوں نے اپنی تلوار میان سے باہر کھینچ لی اور کہا' یارسول اللہ ﷺ؛ آپ مجھے اُن لوگوں کے نام بتائیں جنھوں نے یہ حرکت کی ہے بخدا میں ابھی اُن لوگوں کے سر آپ کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اسید رہنے دو؛ مبادا لوگ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خاص اُن لوگوں کی طرف گئے جنھوں نے گزشتہ رات رسول اللہ ﷺ پہ حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا؛

میرے اللہ نے مجھے تمھاری سوچ اور منصوبے سے آگاہ کر دیا ہے اس لیے تمھارے لیے بہتر عمل یہ ہے کہ تم توبہ کر لو۔ وہ لوگ روز روز سے انکار کرنے لگے۔ اللہ اور اُس کے رسول کی قسمیں کھانے لگے نبی اکرم ﷺ واپس لوٹ آئے تب قرآن حکیم کی یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ ۹؛ آیات ؛ ۷۴)

ترجمہ:

”یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کے کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی حالانکہ انھوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انھوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے وہ نہ کر سکے“۔

☼☼☼☼☼☼☼

مورخین کہتے ہیں کہ اس کے بعد اگلے روز نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اُن منافقین کے نام بتا دیئے تھے جنھوں نے عقبہ کی رات رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛

اُس روز میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے تھا کہ رسول اللہ ﷺ پہ وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی جیسے اُس بوجھ تلے دبی جا رہی ہو قریب تھا کہ وہ بیٹھ جاتی اور پھر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہتی کہ نبی اکرم ﷺ سے وحی کی کیفیت ختم ہوگئی اور میں نے آپ ﷺ کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے دیکھے اور آپ ﷺ سے بولا نہ جا رہا تھا آپ ﷺ نے مجھے ہاتھ سے ہی اشارہ کیا کہ اونٹنی کو بٹھاؤ میں نیچے اترنا چاہتا ہوں۔

میں نے اونٹنی کو بٹھا دیا تب نبی اکرم ﷺ نیچے اترے اور میرا بازو پکڑ کے کہا؛

میں تمھیں بتاؤں کہ یہ لوگ منافق ہیں اس لیے مجھے اِن لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا ہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے چودہ منافقین کے نام بیان کیے اور ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی کہ اس راز کو راز ہی رکھنا۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد صحابہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رازدارِ رسول کہنے لگے اور اس خطاب پہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بہت خوش تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوشش کی کہ وہ اُن منافقین کے نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے معلوم کر سکیں مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے رازداری کا عہد کیا ہوا ہے۔

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب اُن لوگوں میں سے کوئی فوت ہوتا جس پہ لوگوں کو نفاق کا شک ہوتو حضرت عمر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیتے اور اُن کے ساتھ ساتھ چلتے اگر تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اُس شخص کی نماز جنازہ پڑھتے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس شخص کی نماز جنازہ پڑھا دیتے مگر جب کسی شخص کی وفات پہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ اس شخص کا تعلق اُسی گروہ سے ہے جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے رُک جاتے اور اُس شخص کو جنازے کی نماز کے بغیر ہی دفن کیا جاتا۔

☼☼☼☼☼☼☼

لشکر اسلام اب مدینے کے قریب آ پہنچا تھا نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پہ اروان نامی کنویں پہ پڑاؤ ڈالا۔ تب منافقین کا ایک گروہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ کو مسجد ضرار میں نماز پڑھانے کے لیے رضامند کر سکیں مگر اس سے قبل کہ نبی اکرم ﷺ اُن کو کوئی جواب دیتے اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

" وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ O اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ O لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ ۹ ؛ آیات ؛۱۰۷۔۱۱۰)

ترجمہ؛

"اور کچھ لوگ ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دعوت حق کو) نقصان پہنچائیں اور خدا (کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں، اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں، اور اس (بظاہر عبادت گاہ کو) اُس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے خلاف برسرِ پیکار ہو چکا ہے۔ وہ ضرور قسمیں کھا کھا کے کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا جو مسجد اول روز سے تقوی پہ قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔ پھر تمھارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اس کی رضا کی طلب پہ رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پہ اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری۔ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ اُن کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی (جس سے نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں) بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں

۔اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانا ہے"۔

☼☼☼☼☼☼☼

مسجد ضرار دراصل اُن لوگوں نے تعمیر کی تھی جن کا تعلق بنو غنم بن عوف کے اُن لوگوں سے تھا جن کے دل میں نفاق کی بیماری تھی۔انھوں نے یہ مسجد مسجد قبا کے قریب ابو عامر فاسق کے کہنے پہ بنائی تھی جو بنو حنین کی شکست تک تو مسلمانوں کے خلاف عملی طور پہ نبرد آزما رہا تاہم بنو ہوازن کی شکست کے بعد وہ عربوں سے مایوس ہو گیا کہ عرب کبھی نبی اکرم ﷺ کو شکست دے سکیں گے اس لیے اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا مدینے میں ایک مسجد قائم کرو جہاں تم آزادانہ طور پہ مشاورت کر سکو اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنے جیسے لوگوں کو متحد رکھ سکو اب عرب اسلام کو نقصان پہنچانے کے قابل نہیں رہے اس لیے بہت جلد میں ہرقل روم کا لشکر لے کر مدینہ میں اتروں گا۔تب تم لوگ اپنا کردار ادا کرنا اور مسلمانوں کی پشت پہ وار کرنا۔

مورخین نے منافقین کے اُس گروہ کے کچھ لوگوں کے نام درج کیے ہیں جو مسجد ضرار کے بانیوں میں سے تھے اُن میں خذام بن خالد تھا جس نے اس مسجد کی تعمیر کے لیے زمین فراہم کی تھی۔اس کے علاوہ اِن سیاہ بختوں میں معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن الاعزر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر، مجمع بن جاریہ، زید بن جاریہ، نبتل بن حارث، بجاد بن عثمان، بحزج، ودیعہ بن ثابت، ثعلبہ بن حاطب [*45] کے نام لیے جاتے ہیں چنانچہ یہ وہ پس منظر تھا جو مسجد ضرار کے حوالے سے مورخین نے ہم تک منتقل کیا تاہم اروان نامی کنویں پہ قیام کے دوران جب نبی اکرم ﷺ پہ سورہ توبہ کی یہ آیات اتاریں گئیں تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ مدینہ جاؤ اور مسجد ضرار کو آگ لگا دو۔

چنانچہ حضرت مالک بن دخشم، حضرت مغن بن عدی، حضرت عامر بن السکن اور حضرت وحشی ابن حرب نکلے اور قبا پہنچے تب حضرت مالک بن دخشم نے اُن سے کہا تھوڑی دیر انتظار کرو میرا گھر یہاں سے قریب ہی ہے میں آگ لے کر آتا ہوں۔چنانچہ حضرت مالک بن دخشم آگ لے کر آئے اور صحابہ رسول نے مسجد ضرار کو آگ لگا دی۔منافقین کا ایک گروہ مسجد کے اندر ہی تھا مگر وہ اِدھر اُدھر

بھاگ گئے۔ جب وہ عمارت جل کے راکھ ہوگئی تو صحابہ نے اس کی دیواریں تک گرادیں اور اسے زمین کے برابر کر دیا۔

چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ مسجد ضرار منہدم کر دی گئی ہے تب نبی اکرم ﷺ اپنے شہر مدینہ میں اترنے کے لیے روانہ ہوئے۔

جب مدینہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

یہ وہ شہر ہے جو پاکیزہ ہے میرے رب نے مجھے یہاں بسایا ہے یہ شہر اپنے بندوں کے دل سے خبث باطن کو دور کرتا ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کی نظر کوہ احد پہ پڑی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ اُحد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے شہر مدینہ میں داخل ہوئے لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا جو لشکر اسلام کے استقبال کے شہر سے باہر نکل آیا تھا جب نبی اکرم ﷺ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے تو مدینہ کی بچیاں نبی اکرم ﷺ کی مدحت میں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی تشریف لے گئے۔

عام طور پہ آپ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ سفر سے واپسی پہ گھر تشریف لے جانے سے پہلے آپ ﷺ مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد صحابہ کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھتے اُن کا احوال معلوم کرتے اس کے بعد ہی گھر تشریف لے جایا کرتے۔ تبوک سے واپسی پہ تو نبی اکرم ﷺ معمول سے بہت زیادہ دیر تک مسجد میں ہی تشریف فرما رہے اس لیے صحابہ آرہے تھے جا رہے تھے آپ ﷺ سے ملاقات کر رہے تھے۔ اسی اثنا آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب تشریف لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے اگر اجازت ہو تو پیش

کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے اجازت عطا فرمائی تب حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کریمہ کی مدحت میں اشعار پڑھے۔

☼☼☼☼☼☼☼

حسن اعتراف ؛

غزوہ تبوک کے بعد نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تب منافقین میں سے وہ بہت سے لوگ حاضر ہوتے اور جنگ میں شامل نہ ہونے کا جواز پیش کرتے، کوئی بہانہ کرتے، کوئی جھوٹ بولتے مگر نبی اکرم ﷺ کو اب اُن کی کوئی پرواہ نہ تھی اس لیے آپ ﷺ ہر ایک کا بہانہ قبول فرماتے اور کسی سے تعرض نہ کرتے۔ پھر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھے اُن کے علاوہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے جو اگر چہ سچے مسلمان تھے اور اُن کے دلوں میں نفاق کا کوئی شائبہ نہ تھا اس کے باوجود وہ پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کی طویل روایت بخاری اور مسلم سمیت بہت محدثین اور مورخین نے درج کی ہے، ہم اس واقعہ کی تفصیلات امام بخاری کے حوالے سے تحریر کر رہے ہیں۔

اس روایت کے راوی خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ؛

شہر میں رومیوں سے جنگ کے لیے تیاریاں کی جا رہی تھیں وہ سخت گرمی کے دن تھے لوگ سایوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے باغوں میں ٹھنڈی ہوا چلتی تھی میرے دل میں ایسا کوئی خیال نہ تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں نکلوں گا کیونکہ اُن دِنوں میں ہر حوالے سے آسودہ تھا۔ میری صحت بہت عمدہ تھی میرے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہ تھی، سواری کے لیے میرے پاس دو اونٹ تھے اس لیے مجھے کوئی فکر نہ تھی میں نے سوچا کہ جب مسلمان مدینہ سے نکلیں گے تو میں بھی ساتھ ہو لوں گا۔ مجھے یہ خبر مل چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کے روز روانہ ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ منگل کے روز میں یہ ارادہ لے کر گھر سے نکلا تھا کہ آج سفر پہ جانے کے لیے ضروری خریداری کر لوں گا مگر سارا دن میں دوسرے کاموں میں الجھا رہا۔ ایک دو بار خیال آیا تو سوچا خیر ہے میں کل

خریداری کرلوں گا مگر وہ کل بھی گزر گیا اور میں کوئی تیاری نہ کر سکا اگلے روز لشکر اسلام میری نظروں کے سامنے روانہ ہوا تب بھی میرے دل میں اس خیال نے جنم نہ لیا تھا کہ میں اس سعادت سے خود کو محروم رکھوں گا میں نے خود سے کہا انھیں جانے دو ایک دو روز بعد میں اِن کے پیچھے روانہ ہو جاؤں گا اور میرا تیز رفتار اور عمدہ اونٹ مجھے لشکر سے ملا دے گا۔

مگر یہ ایک ارادہ تھا جو پورا نہ ہو سکا اور کئی دن گزر گئے تب شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اب تو لشکر اسلام بہت دور نکل چکا ہوگا اب میں اُن کو نہ پا سکوں گا اس لیے میں گھر میں ہی رہ گیا اگر چہ مجھے اس کا دکھ تھا اور جب میں بازاروں یا آبادی میں نکلتا تو دیکھتا کہ مدینہ میں صرف منافقین تھے یا وہ اشخاص تھے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے معذور قرار دیا تھا وہ لنگڑے تھے، اندھے تھے یا بیمار تھے یا انتہائی عمر رسیدہ تھے تب میرے دل سے ایک آہ سی نکلتی کہ یہ میں نے کیا کر دیا ہے۔

مَیں اس سارے عرصے میں بے چین رہا اور خود پہ لعنت ملامت کرتا رہا کہ اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ پھر میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کامیاب و کامران واپس تشریف لا رہے ہیں تب سے میں سوچنے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا بہانہ کروں گا اور اس سلسلے میں بہت سے بہانے میرے ذہن میں جمع ہو چکے تھے۔

واپسی پہ صحابہ نے مجھے بتایا کہ تبوک میں قیام کے دوران نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک بار میرا ذکر کیا اور صحابہ سے پوچھا کہ کعب نے کیا کیا؟

لوگوں نے کہا کہ مال و دولت کی فراوانی نے اُسے روک لیا۔

اور میرے دل سے اِک ہوک سی اٹھی کیونکہ حقیقت یہ تھی کہ مال و دولت نے نہیں بلکہ میری سستی نے مجھے یہ دن دکھایا تھا۔ خیر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے تھے اور میں مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا تھا اور میں دیکھ رہا تھا لوگ آ رہے ہیں اور طرح طرح کے بہانے کر رہے ہیں اور میں اُن سب کو جانتا تھا اور اس بات کو بھی جانتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے سراسر جھوٹ بول رہے ہیں اور مجھے اُن سے گھن آ رہی تھی پھر میں نے سوچا میں بھی تو انھی میں سے ہوں اور میں بھی تو رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولنے جا رہا ہوں تب میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ میں اِن منافقین کی طرح رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ ہرگز نہ بولوں گا رسول اللہ ﷺ یقیناً چند دن مجھ سے

ناراض رہیں گے مگر میرا اللہ تو جانتا ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔

اسی اثنا رسول اللہ ﷺ کی نظر مجھ پہ پڑی۔

آپ ﷺ مجھے دیکھ کے مسکرائے اور میں نے دیکھا کہ اس مسکراہٹ میں غصے اور غضب کا عنصر بھی شامل تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے قریب ہونے کا اشارہ کیا اور میں نبی اکرم ﷺ کے قریب ہو گیا۔

اور لوگ نبی اکرم ﷺ سے جھوٹ پہ جھوٹ بول رہے تھے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے سوال کیا؟ کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؛

میں نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ اگر میں بہانہ بازی پہ اتر آؤں اور جھوٹ بولنے کا ارادہ کروں تو میں اِن لوگوں سے بہتر بہانہ کر سکتا ہوں عمدہ جھوٹ بول سکتا ہوں اور میں نے ایسا ارادہ بھی کیا تھا مگر یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا میرے پیچھے رہ جانے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں بلکہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی مجھ سے گناہ ہو گیا مجھے معاف فرمایا جائے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا! البتہ اس شخص نے سچ بولا؛

پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم توقف کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے۔

جب میں رسول اللہ ﷺ سے سچ بول کے مسجد سے باہر نکلا تو میرے قبیلے کے لوگوں نے مجھ پہ لعن طعن کی اور مجھ سے کہا؛

تم بھی کوئی بہانہ کر دیتے رسول اللہ ﷺ تو ہر ایک کا بہانہ قبول کر رہے تھے تب میں نے خیال کیا کہ شاید مجھ سے غلطی ہو گئی ہے مگر جب مجھے پتا چلا کہ میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جنھوں نے سچ بولنے کو جھوٹ پہ ترجیح دی ہے تب میرا دل مطمئن ہو گیا۔

اور وہ لوگ جنھوں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ سچ بولا تھا اُن میں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو اوس سے تھا۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہم تینوں کے ساتھ ہم کلام ہونے سے روک دیا ہے۔

اور ہم تنہا سے ہو کے رہ گئے اگر چہ بستی میں لوگوں کا ہجوم تھا۔

دن اسی طرح گزرنے لگے لوگ ہم سے کنارہ کش ہو گئے تھے اُن کے چہروں کا رنگ بدل گیا تھا جب میں بازار وغیرہ میں نکلتا تو وہ لوگ جو میرے واقف تھے مجھے دور سے دیکھتے اور راستہ بدل لیتے۔کوئی شخص ہم سے ہمکلام نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ہمیں اپنے دیوار و در تک اجنبی لگنے لگے اور ہم احساس تنہائی کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔

لوگ ہمارے قریب سے یوں گزر جاتے جیسے وہ ہمیں پہچانتے ہی نہ ہوں اور یہ امر ہمارے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔تب ہم تینوں اکٹھے ہوتے اور ہمارے پاس رونے کے سوا کوئی کام نہ تھا مجھے یوں لگتا کہ ہم اسی حالت میں مر جائیں گے کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے ناراض ہوں گے اور اس سے آگے سوچنے کا ہم میں حوصلہ نہ رہتا کہ ہم جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر کے مرنا سیدھا جہنم میں گرنے کے برابر تھا۔حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ عمر رضی اللہ عنہ رسیدہ تھے میں اُن سے جوان تھا طاقتور تھا اس لیے نماز کے لیے مسجد چلا جایا کرتا اگر چہ لوگ مجھ سے کلام نہ کرتے تھے۔میں نماز پڑھتا اور صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا رہتا۔میں رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتا مگر جواب نہ پاتا۔میں آپ ﷺ کے لبوں کو بغور دیکھتا کہ اُن میں جنبش ہوئی یا نہیں کبھی مجھے خیال آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے سلام کا جواب دیا ہے اور کبھی اس بات کا یقین ہو جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔

جب میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتا تو آپ ﷺ سب کو دیکھتے سب سے باتیں کرتے صرف مجھے نظر انداز کرتے اور نظر اٹھا کر میری طرف نہ دیکھتے، مخاطب کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔تنہائی ہماری روح کا عذاب بن چکی تھی بھرے پرے شہر میں کوئی ہم کو منہ لگانے کا روادار نہ تھا تب ایک دن میں بہت گھبرایا اور میں نے چچا زاد ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پہ چڑھ کے اُسے پکارا۔

میری خواہش تھی کہ وہ مجھ سے بات کرے میرا غم بانٹے۔

مگر اُس نے نہ میرے سلام کا جواب دیا نہ پلٹ کے مجھے دیکھا حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میری آواز اُس تک پہنچ رہی ہے کیونکہ وہ میرے قریب ہی تھا۔

میں نے زور سے اُسے پکارا اور کہا؛

اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ؛ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کے پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے کان پہ جوں تک نہ رینگی۔

میں نے دوسری بار پکارا؛ جواب ندارد؛

تیسری بار پکارتے ہوئے میری آنکھیں بھیگ گئیں تب ابوقتادہ مڑے اور انتہائی مختصر جواب دیا؛ اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اس کے بعد وہ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئے مبادا کوئی رسول اللہ ﷺ کو بتا دے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بات کی ہے۔

کچھ روز اور گزر گئے۔ ایک روز میں بازار سے گزر رہا تھا کہ میں نے کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا اور وہ میرا نام لے رہا تھا وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتا بتائے گا۔

لوگوں نے اُسے میری طرف بھیج دیا۔

اُس نے اپنی بغل سے ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ایک خط نکالا اور مجھ سے کہا یہ شاہ غسان حارث بن ابی شمر کی طرف سے ہے۔

میں نے خط نکال کے پڑھا؛ اُس میں لکھا تھا۔

”امابعد؛ ہم نے سنا ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے آپ ہمارے ہاں چلے آیئے ہم تمھارے غمگسار ثابت ہوں گے ہم آپ جیسے لوگوں کی قدر کرتے ہیں“۔

اور میں جان گیا کہ یہ ایک اور مصیبت ہے جو مجھ پہ ٹوٹی ہے ایک اور آزمائش ہے جس کا مجھے سامنا کرنا ہے۔

میں نے اُس قاصد کو اٹھا دیا اور کہا؛

اپنے شاہ سے جا کے کہہ دینا کہ ہم روز روز خدا بدلتے ہیں نہ رسول۔

اور میں نے اُس قاصد کے سامنے ہی شاہ غسان کا خط اُس تندور میں ڈال دیا جو میرے قریب ہی تھا۔

ہماری تنہائی کو چالیس روز گزر چکے تھے تب رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہمارے پاس پہنچا اور اُس نے ہم تینوں کو حکم دیا کہ ہم اپنی بیویوں سے الگ ہو جائیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو دیکھ کے خوشی کی جو لہر ہمارے اندر اٹھی تھی اُس نے فوراً ہی دم توڑ دیا اور ہم جان گئے کہ ابھی ہمارا مزید امتحان درپیش ہے۔

تب میں نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد سے سوال کیا؟

کیا میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں یا ویسے ہی الگ رہوں۔

قاصد نے کہا رسول اللہ ﷺ کا حکم صرف یہ ہے کہ تم لوگ اپنی بیویوں سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیویوں سے کہا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائیں۔

اور وہ چلی گئیں۔

تاہم ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت عاصم رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ؛ ہلال رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے آدمی ہیں اور اُن کو نظر بھی کم آتا ہے اور اُن کے پاس کوئی غلام بھی نہیں جو اُن کی خدمت کر سکے اس لیے اگر رسول اللہ ﷺ مناسب سمجھیں تو مجھے اُن کی خدمت کی اجازت دے دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تمھیں اجازت ہے مگر خیال رہے وہ تمھارے قریب نہ آئیں۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ اُن کو اِن باتوں کا ہوش کہاں وہ تو اُس دن سے مسلسل رو رہے ہیں جب سے رسول اللہ ﷺ اُن سے ناراض ہوئے ہیں۔

جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت دے دی تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیوی اُن کے پاس گئی اور کہا؛

اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں بھی رسول اللہ ﷺ سے آپ کی خدمت کرنے کی اجازت لے لوں۔

مگر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

اسی طرح دس راتیں اور بیت گئیں اور یہ اُن صحابہ کی قید تنہائی کی پچاسویں رات تھی جب ابھی فجر طلوع نہ ہوئی تھی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے سلع پہاڑی کی طرف سے آنے والی ایک آواز سنی۔

اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تمھیں مبارک ہو، تمھیں معاف کر دیا گیا ہے۔

اور اس سے قبل کہ مجھے پکارنے والا مجھ تک پہنچتا میں اللہ کے حضور سجدے میں چلا گیا۔

پھر تو لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ہم کو مبارک باد دینے امنڈا چلا آتا تھا۔

اِن لوگوں کے متعلق قرآن حکیم کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

"لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ ۹ ؛ آیات ؛۱۱۹-۱۱۷)

ترجمہ؛

"اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا نبی ﷺ کو اور اُن مہاجرین وانصار کو جنھوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا تھا۔ اگرچہ اِن میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ اللہ نے انھیں معاف کر دیا بے شک اُس کا معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا ہے۔ اور اُن تینوں کو بھی معاف کر دیا جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا اور جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود اُن پہ تنگ کر دی گئی تھی اور اُن کی اپنی جانیں بھی اُن پہ بار ہونے لگیں تھیں اور انھوں نے جان لیا تھا کہ اللہ سے بچنے کی کوئی جائے پناہ اللہ

کے دامن رحمت کے سوا نہیں تو اللہ اپنی مہربانی سے اِن کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں اور اللہ یقیناً بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو"۔

☼☼☼☼☼☼☼

حضرت کعب رضی اللہ عنہ اب صحابہ کے ہجوم کے ساتھ مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جا رہے تھے جہاں نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کے تشریف لا چکے تھے۔ مسجد میں موجود صحابی بھی آگے بڑھ کے مجھ سے گلے ملے اور مجھے مبارک باد دی اور خود میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچنا چاہتا تھا مگر مجھے مبارک دینے والوں کا ہجوم کم ہی نہ ہوتا تھا۔

آخر میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے پہنچا؛

نبی اکرم ﷺ نے بھی مجھے مبارک باد دی اور فرمایا؛

اے کعب سن؛ جس دن سے تجھے تیری ماں نے جنا ہے تجھ پہ اس دن سے بہتر کوئی دن نہ اترا ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے قرآن اتارا۔

میں خوش تھا نبی اکرم ﷺ خوش تھے میرے وہ ساتھی خوش تھے جنھوں نے میرے ساتھ یہ عذاب کے دن گزارے تھے۔

نماز کے بعد میں نبی اکرم ﷺ کے قریب تشریف لے گیا اور عرض کی؛

یا رسول اللہ ﷺ؛

میں معافی ملنے کی خوشی میں اپنی تمام جائیداد اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا اور فرمایا؛

اے کعب کچھ اپنے پاس بھی رکھ لو۔

میں نے کہا اچھا میں اپنی نصف جائیداد صدقہ کرتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ زیادہ ہے کم کرو۔

میں نے کہا؛ میں اپنی ایک تہائی جائیداد اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

تب نبی اکرم ﷺ خاموش ہو رہے۔

اشاریہ

...1

سورۃ حشر کی اِن آیات کا ترجمہ سیّد مودودیؒ کی کتاب تفہیم القرآن سے تحریر کیا گیا۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(تفہیم القرآن جلد پنجم ص ؛ 408)

☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼

...2

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے میدان بدر کو نکلنے سے پہلے عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ کو نائب مقرر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص؛ 699)

☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼

...3

بعض مورخین نے غزوہ بنو مصطلق کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ شعبان چھ ہجری کا واقعہ ہے۔ مگر اکثر محدثین نے پانچ ہجری ہی لکھا ہے جسے ہم نے اختیار کیا ہے۔

امام برهان الدین حلبی

سیرت حلبیه (جلد سوم ص ؛ 287)

...4

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ کی بجائے حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

امام برهان الدین حلبی

سیرت حلبیه (جلد سوم ص ؛ 287)

...5

علامہ برہان الدین حلبی نے رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کے نام زار اور ظرب لکھے ہیں۔

امام برهان الدین حلبی

سیرت حلبیه (جلد سوم ص ؛ 287)

...6

علامہ حلبی کے علاوہ کسی اور مورخ نے اس وفد کی تعداد کو متعین نہیں کیا۔

امام برهان الدین حلبی

سیرت حلبیه (جلد سوم ص ؛ 354)

7...

عینیہ بن حصن فرازی کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا تھا اور وہ مولفۃ الکلوب میں شامل تھا۔

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 358)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

8...

حرث بن عوف مری نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا غالبًا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 358)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

9...

بنی اشجع کے سردار ابو مسعود ابن رخیلہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا تھا۔

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 358)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

10...

خندق کی کھدائی کے موقع پر کہے گئے یہ اشعار ہم الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛698)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

11...

غزوہ خندق کے موقع پہ کفار قریش اور اُن کے حواریوں کی تعداد کے بارے میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 365)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

...12

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو تیر بنی مخزوم کے حلیف ابواسامہ جشمی نے مارا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛743)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

...13

کئی مورخین نے شہدائے غزوہ خندق کی تعداد چھ بھی لکھی ہے مگر درست وہی ہے جسے ہم نے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛744)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

...14

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ یہ لوگ اگرچہ یہودی تھے مگر اِن کا نسب بنو قریظہ کے یہودیوں سے اونچا تھا یہ بنی ہدل کے لوگ تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛758)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

...15

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابوذر غفاری کے بیٹے تھے جو نبی اکرم ﷺ کے اونٹوں کی حفاظت کرتے تھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛48)

...16

مورخین نے لکھا ہے کہ بنو غطفان کے سوار نبی اکرم ﷺ کی چالیس اونٹنیاں لے اڑے تھے جن میں آپ ﷺ کی مشہور اونٹنی عضباء بھی شامل تھیں۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛49)

...17

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ ثنیۃ الوداع ایک مقام ہے جہاں مدینہ کے لوگ اپنے مہمان کو رخصت کرتے تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔ جلدچہارم ص ؛30)

...18

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بدر بن فزاری عیینہ کا بھائی نہیں بلکہ اُس کا بیٹا تھا واللہ واعلم۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛42)

...19

رسول اللہ ﷺ کے شہ سواروں اور اُن کے گھوڑوں کے نام الروض الانف سے تحریر کیے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 32)

...20

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ خیبر کے لیے محرم سات ہجری کو نکلے تاہم امام مالکؒ نے ایک قول نقل کیا ہے جس کے مطابق آنخضرت محمد ﷺ چھ ہجری کو خیبر کی طرف نکلے تھے امام بن حزم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے شیخ ابو حامد نے اپنی کتاب ''کتاب تعلیقہ ''میں غزوہ خیبر کی تاریخ پانچ ہجری لکھی ہے تاہم حافظ ابن حجر نے اس قول کو وہم قرار دے کر رد کر دیا انھوں نے کہا کہ شاید یہاں غزوہ خندق لکھا جانا تھا مگر غلطی سے غزوہ خیبر لکھا گیا۔

واللہ واعلم

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛115)

...21

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔ واللہ واعلم

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛117)

...22

حضرت عامر بن اکوع کے یہ رجزیہ اشعار ہم الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 115)

...23

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع حضرت عامر بن اکوع کے چچا نہ تھے بلکہ وہ چچازاد تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے اس لیے محدثین نے انھیں بھائی قرار دیا ہے۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛119)

...24

حضرت انجشہ ایک سیاہ فام حبشی غلام تھے جن کی آواز نہایت خوبصورت تھی اور جب وہ حدی خوانی کرتے تو اونٹ مست ہو جاتے۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛121)

...25

خیبر کے دروازے پہ نبی اکرم ﷺ نے جو دُعا فرمائی اسے ہم نے قارئین کے لیے سیرت حلبیہ سے تحریر کیا ہے۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛121)

...26

مورخین نے لکھا ہے کہ اول اول بڑے جھنڈوں کا استعمال سب سے پہلے غزوہ خیبر میں ہی کیا گیا اس سے قبل صرف رایت ہوتے تھے جو چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛129)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...27

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے شق کے قلعے ابی کے باہر منجنیق نصب کی تھی مگر اُسے پتھراؤ کرنے سے قبل ہی قلعہ فتح ہو گیا تھا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛142)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...28

علامہ حافظ دمیاتی نے اپنی سیرت کتاب میں لکھا ہے کہ شق کے سلسلے میں کئی قلعے تھے تاہم مورخین کے ہاں عام طور پہ ابی اور بری کا تذکرہ ہی ملتا ہے۔ واللہ واعلم

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛142)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...29

خیبر میں یہودیوں کے سلسلہ کتیبہ کے قلعے وطیح کی وجہ تسمیہ اُم السیر سیرت حلبیہ سے تحریر کی گئی۔ علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛144)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...30

خیبر کے اس آخری قلعے کے نام کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض نے اسے سلالم کی بجائے سلالیم بھی لکھا ہے۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرة حلبیه (جلد پنجم ص ؛144)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...31

دینار سونے کا ایک سکہ ہوتا تھا جس کی مالیت بہت زیادہ تھی۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرة حلبیه (جلد پنجم ص ؛147)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...32

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع کے موقع پہ حضرت ابو ذر غفاری کو نائب مقرر کیا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبدالله سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛696)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...33

علامہ ابن خلدون نے کہا کہ غزوہ ذات الرقاع محرم ۴ ہجری میں پیش آیا جبکہ دیگر مورخین نے اسے جمادی الثانی ۴ ہجری لکھا ہے۔

تاریخ ابن خلدون جلد دوم

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

...34

غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں اکثر مورخین اسے ہی وجہ تسمیہ قرار دیا ہے اگرچہ دیگر روایات بھی موجود ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛697)

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...35

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس تلوار کا دستہ چاندی کا بنا ہوا تھا اور وہ بہت خوبصورت تھی۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛699)

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...36

نبی اکرم ﷺ کب مدینہ سے نکلے اس ضمن میں کئی روایات ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ واقعات اور حقائق کی روشنی میں دو رمضان کی تاریخ ہی روانگی کی درست تاریخ ہے۔"

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛240)

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...37

بعض روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابن اُم مکتوم کو اپنا نائب مقرر کیا۔۔ واللہ اعلم

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛240)

...38

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس ذوالخیفہ کے مقام پہ رسول اکرم ﷺ سے ملے تھے۔ واللہ واعلم

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...39

بنوہوازن اور اس کے حلیف قبائل کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔

احمد بن زینی دحلان

السیرۃ النبویہ (جلد دوم ص ؛ 307)

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...40

ابن کثیر کے علاوہ ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے بھی اس روایت کو ابوقتادہ سے بیان کیا ہے امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 460)

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...41

بعض مورخین نے مدینہ سے تبوک کا فاصلہ نوسو کلومیٹر بھی بیان کیا ہے یہ لق ودق صحراؤں ویران اور چٹیل میدانوں کی ایک مشکل مسافت تھی۔"

افتخار احمد افتخار

مولف ؛ سیرۃ المزّمل ﷺ

✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪✪

...42

عرب رومیوں کو بنواصفر کہا کرتے کیونکہ رومی عیص ابن اسحاق کی اولاد ہیں۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛402)

...43

حضرت عبدالرحمان ابن عوف کے متعلق یہ معلومات ہم نے ابن لاثیر کی تاریخ سے درج کی ہیں۔“

علامہ ابن الاثیرؒ

تاریخ ابن الاثیر جلد دوم ص ؛ 485

...44

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے غزوہ تبوک پہ نکلتے ہوئے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو نائب بنایا تھا۔“

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛401)

...45

ہم نے منافقین کی اس فہرست میں ثعلبہ بن حاطب کا نام تحریر کیا ہے مگر یاد رہے کہ اسی نام کے ایک بدری صحابی بھی ہیں مگر وہ اور ہیں اور اُن کا نفاق سے کوئی تعلق نہ تھا۔“

مولف ؛ سیرۃ المزمل ﷺ

افتخار احمد افتخار